پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

آئینہ رضویات



ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

آئینۂ رضویات

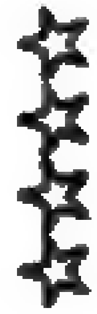
حصّہ سوم

مصنّف

پروفیسر ڈاکٹر محمّد مسعود احمدؒ

مرتّبہ

محمّد عبدالستّار طاہر



ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

کتاب ———— آئینہ رضویات (جلد سوم)

مصنف ———— پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مرتبہ ———— محمد عبدالستار طاہر

صفحات ———— ۳۹۲

سن اشاعت اول ———— ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

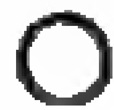
نگران کمپوزنگ ———— ملک محمد سعید مجاہد آبادی

نگران طباعت ———— اقبال احمد اختر القادری

ناشر ———— ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

قیمت ———— ۱۳۰ روپے

تقسیم کار



المختار پبلی کیشنز

○ ۲۵ر جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر کراچی (۷۴۴۰۰)
پوسٹ بکس نمبر ۳۸۹، فون ۷۷۷۱۲۱۹-۷۷۲۵۱۵۰

○ ڈی-۴ر۴۴، اسٹریٹ نمبر ۳۸، سیکٹر ایف ۱/۶، اسلام آباد (۴۴۰۰۰)
پوسٹ بکس نمبر ۲۹۱۰، فون ۸۲۵۵۸۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشمولات

۱۔ سیرت

۲۔ ادبیات

۳۔ سیاسیات

۴۔ فقاہت

۵۔ تنقیدات

۶۔ تاثرات

۷۔ قرآنیات

۸۔ دنیائے صحافت

۹۔ تراجم

۱۰۔ خلفاء

۱۱۔ خطبات صدارت

۱۲۔ اسفار حضرت مسعود ملت

ابتدائیہ

اعلیٰ حضرت کے حالات و افکار پر تحقیق کرتے ہوئے حضرت مسعود ملت کو ربع صدی گزر چکی ہے۔ تحقیق کا یہ سفر بجائے خود ایک اعزاز و امتیاز ہے۔

شاہراہ زندگی پر پلٹ کر دیکھیں تو ۱۹۷۰ء سے ۱۹۹۶ء تک جا بجا وہ مینار روشن ہوئے ہیں کہ ہر چہار طرف روشنی ہی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ ان اجالوں میں ظلمت نام کو نہیں، بفضلہ تعالیٰ حضرت مسعود ملت کی پر خلوص مساعی رنگ لائیں۔ غلط فہمیاں دور ہوئیں اور سچ کا چہرہ نکھر کر جلوہ گر ہوا۔

محبت و خلوص کے اس سفر میں جہاں حضرت مسعود ملت تنہا تھے۔ وہاں آج وہ میر کارواں ہیں، ان کے جلو میں اہل محبت اور اہل ذوق و شوق کا قافلہ رواں دواں ہے۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی اس کی زندہ جاوید مثال ہے۔ یہ ۱۹۸۰ء سے ترویج و اشاعت فکر رضا کے لئے سرگرم عمل ہے۔ جس کا قیام حضرت مسعود ملت کے ایماء پر ہی عمل میں آیا۔

حضرت مسعود ملت نے اعلیٰ حضرت کی حیات قدسی کے گوناگوں پہلوؤں پر لکھا ہے۔ مقالات ہوں، تقدیمات ہوں، تقریظات ہوں یا خطبات، آپ نے جس موضوع پر لکھا ہے، اس کا حق ادا کر دیا ہے۔



رضویات کے ضمن میں اس سے قبل تقدیمات کے دو مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں اور تیسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جن قارئین کو آئینہ رضویات کی پہلی دو جلدوں کے مطالعے کا اتفاق نہیں ہوا، ان کی معلومات اور دلچسپی کے لئے یہاں ان کا اجمالی تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ جلد اول ۱۴۱۰ھ / ۱۹۸۹ء میں منظر عام پر آئی۔

۲۔ اس جلد کے مرتبین صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری (صدر، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی) اور، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری (سیکرٹری جنرل، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی) ہیں۔

۳۔ یہ تین صد صفحات پر مبنی تھی۔

۴۔ اس میں ۲۲ تقدیمات تھیں جو ۲۲ کتابوں پر لکھی گئیں جن میں صرف ۲ کتب حضرت مسعود ملت کی ہیں اور باقی دیگر حضرات کی ہیں' جن پر تقدیمات لکھی گئیں۔

۲۔ دوسری جلد ۱۴۱۴ھ / اگست ۱۹۹۳ء میں منظر عام پر آئی۔

☆ جو پہلی جلد کے عرصہ ۲ سال بعد شائع ہوئی۔

☆ یہ احقر نے مرتب کی تھی۔

☆ اس میں پہلی جلد کی نسبت یہ امتیازات تھے۔

☆ اس کا ایک حصہ "تعارف حضرت مسعود ملت" پر مبنی تھا' جس میں چار مقالات اور مناقب شامل تھے۔

☆ اس کے آخر میں حضرت مسعود ملت کی رضویات نگاری کا جائزہ پیش کیا گیا۔

☆ یہ ساڑھے تین صد صفحات پر مبنی تھی۔

☆ اس میں بھی ۲۲ تقدیمات تھیں۔

☆ اس جلد میں بھی صرف ۲ کتب حضرت مسعود ملت کی تھیں اور باقی دیگر حضرات کی جن پر تقدیمات لکھی گئیں۔

☆ پہلی جلد میں سیرت کے حوالے سے ۵ تقدیمات تھیں' جبکہ دوسری جلد میں سیرت کے حوالے سے دس تقدیمات تھیں۔

☆ قرآنیات کے ذیل میں پہلی جلد میں کوئی تقدیم نہ تھی' البتہ جلد دوم میں ۴ تقدیمات شامل تھیں۔

☆ پہلی جلد میں فقاہت سے متعلق ۳ تقدیمات تھیں اور دوسری جلد میں ۲ تقدیمات شامل تھیں۔

☆ تنقیدات کے موضوع پر پہلی جلد میں ایک اور دوسری جلد میں ۳ تقدیمات تھیں۔

☆ ادبیات پر پہلی جلد میں ۲ اور دوسری جلد میں ۳ تقدیمات تھیں۔

☆ پہلی جلد میں معقولات' سیاسیات' تعظیم و توقیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء پر بالترتیب ۲'۴'۱'۱ تقدیمات تھیں' جبکہ دوسری جلد کا دامن ان موضوعات

سے خالی تھا۔

☆ پہلی جلد میں تاثرات پر ۶ تقدیمات تھیں' جبکہ دوسری جلد میں یہ موضوع تشنہ رہا۔

جلد سوم کی ترتیب کی سعادت بھی احقر کے حصہ میں آئی ہے۔ اس میں وہ تقدیمات شامل ہیں جنہیں تحریر و طباعت کے اعتبار سے پہلی جلد میں شامل ہونا چاہئے تھا ـــــ مجموعی صورت میں ان کے منظر عام پر آنے کا شائد یہی وقت تھا۔

جلد سوم میں ـــــ تقدیمات شامل ہیں' پہلی دو جلدوں میں ۴۴ تقدیمات شامل تھیں' اب تیسری جلد کی تقدیمات سمیت تقدیمات کی ـــــ تعداد ہو گئی ہے' اس جلد کی ایک اضافی خوبی یہ ہے کہ اس میں ۱۹ کتب و مقالات حضرت مسعود ملت کی محررہ ہیں اور بقیہ دیگر حضرات کی' جن پر تقدیمات رقم کی گئیں۔ یہ جلد پہلی جلد کے ۷ سال بعد اور دوسری جلد کے ۳ سال بعد منظر عام پر آ رہی ہے۔ پہلی دو جلدوں کی نسبت اس جلد میں یہ موضوع نئے ہیں۔

☆ خطبات

☆ پیغامات

☆ تراجم

☆ اسفار

نئے اس لحاظ سے کہ مجموعی صورت میں پہلی بار سامنے آ رہے ہیں' اور یہ منتشر اوراق سمیٹ لئے گئے ہیں ورنہ پیغامات بھی وقت نگارش کے اعتبار سے کسی پہلے مجموعے میں شامل ہو سکتے تھے۔ پیغامات کا باب قائم کیا گیا لیکن مواد کی عدم دستیابی کے باعث حذف کرنا پڑا۔ یہاں ان کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان میں سے اول الذکر کے علاوہ (اس لئے کہ یہ آئینہ رضویات جلد اول کی زینت بن چکا ہے)۔ بقیہ پیغامات کسی کے پاس محفوظ ہوں تو ہمیں مرحمت فرمائیں تاکہ اگلے مجموعہ تقدیمات میں شامل کیا جا سکے تفصیل یہ ہے:

ا۔ پیغام برائے یوم رضا' مرکزی مجلس رضا لاہور۔ ۱۹۷۲ء

مشمولہ "پیغامات یوم رضا از حاجی مقبول احمد قادری ضیائی"

۲۔ برائے مجلس مذاکرہ "فاضل بریلوی اور تخلیق نظریہ پاکستان"

منعقدہ خالقدینا ہال کراچی' ۲۹ مارچ ۱۹۷۴ء

برائے ماہنامہ مجلس رضا' مانچسٹر' انگلستان فروری ۱۹۸۵ء

اللہ پاک کا لاکھ لاکھ فضل و احسان ہے کہ ہمیں قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی قربت' صحبت و نسبت نصیب ہوئی۔ اور ہمیں ان کے طفیل آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے اذکار و افکار سے آشنائی ہوئی۔ ان کی شبانہ روز مساعی سے ہم پر اہل محبت کے اسرار کھلتے چلے گئے۔ آئینہ رضویات کی پہلی دو جلدوں سمیت تیسری جلد بھی اسی محبت کا آئینہ ہے۔ ۱۹۷۰ء سے ۱۹۹۴ء تک ربع صدی کا عرصہ امام احمد رضا پر تحقیق میں گزرا۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے صدقے حضرت مسعود ملت کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے تاکہ ہم تاقیامت ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہیں اور ان کے کرم کا چشمہ روز شفاعت تک جاری و ساری رہے۔

آئینہ رضویات کی پہلی دو جلدوں کی طرح تیسری جلد بھی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی شائع کر رہا ہے۔ احقر ادارے کے تمام اراکین و رفقاء کا ممنون ہے۔ فروغ فکر رضا کے لئے یہ ادارہ بڑی گرانقدر خدمات انجام دے رہا ہے' سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد اور عرس رضا کے موقع پر نئے نئے موضوعات پر کتب کی اشاعت ادارے کے اہم کارنامے ہیں۔ اعلیٰ حضرت پر تحقیق کرنے والوں کی علمی اعانت بھی ادارے کے مقاصد میں شامل ہے۔ دنیا کی مختلف جامعات کے فضلاء و محققین سے اس کا رابطہ ہے۔

ناسپاسی ہوگی اگر ادارہ مظہر اسلام' لاہور کے روح رواں ملک محمد سعید مسعودی مجاہد آبادی کا ذکر نہ کیا جائے۔ آئینہ رضویات جلد سوم کے لئے بھی بعض امور میں ان کا بھرپور تعاون حاصل رہا۔

انشاء اللہ جلد سوم بھی اہل ذوق و شوق کے لئے ایک بیش قیمت علمی تحفہ ثابت ہوگی۔

اللہ مبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے صدقے میں ہماری ان مساعی کو مقبول و مشکور فرمائے اور اعلیٰ حضرت کے سلسلہ کے جملہ بزرگوں اور حضرت مسعود ملت کے سلسلہ کے تمام بزرگوں کی نوازشات عنایات'

فیوض و برکات سے بہرہ مند فرمائے اور ہر دو نسبتوں کو ذریعہ نجات بنائے۔ اللهم ربنا امین بجاہ سید المرسلین و رحمتہ للعالمین شفیع المذنبین والہ و ازواجہ واصحابہ وسلم

یکم شوال ۱۴۱۶ھ

۲۲ فروری ۱۹۹۶ء

احقر العباد

محمد عبدالستار طاہر

معرفت ماڈرن پلاسٹک سٹور

E-111/A پیر کالونی، والٹن

لاہور کینٹ کوڈ نمبر ۵۴۸۱۰

منقبت

سراپا محبت، سراپا چاہت
مسعود ملت، مسعود ملت

امراء و غرباء سبھی ان کے در پر
برابر کی پائیں توجہ و الفت

مظفر ہوا عشق میں سب سے بڑھ کر
اٹھی جس طرف ان کی نظر عنایت

معجز بیانی و معجز نگاری
نہ ہے کوئی ثانی، کہے یہ بلاغت

خامشی بھی جن کی تقریر سے بڑھ کر
مسعود نام، صفت حق و صداقت

ہو ابروئے خم پہ جاروب قرباں
تبسم لبوں کا ہے دل کی طمانیت

یہی چشم پرآب کی ہے دعا
حضور پائیں دونوں جہانوں میں راحت

فاطمہ مسعودی، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

آرزوئے دید جاناں بزم میں لائی مجھے

"پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد" آج بحمد اللہ علمی، تحقیقی اور دینی اقلیم کا ایک معتبر و مستند اسم گرامی ہے۔

اسم کی تعریف یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ کسی شے کی معرفت کراتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت اسم بامسمیٰ ہے، ان کی سیرت و کردار، انداز تکلم و طرز تحریر سے ایک "عاشق مصطفیٰ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عرفان اور اس کے عشق سرمدی کی لذت آشنائی حاصل ہوتی ہے۔ یوں تو محترم محمد مسعود احمد صاحب کی علمی و تصنیفی زندگی کا آغاز ۱۹۵۶ء کے اوائل سے ہوتا ہے، جب آپ نے ایک انگریزی کتاب "Islam at the Cross Road" کے بعض ابواب کا اردو ترجمہ کیا، لیکن بارگاہِ الٰہی سے ان کے قلم کو وقار و تمکنت اور ان کی تحریروں کو عزت و افتخار، اس وقت سے عطا ہوا، جب سے ان کا رہوار قلم ادبی تحقیق کے ریگ زار سے گزر کر حصول رضائے احمد کے لئے بحر عشق میں غوطہ زن ہوا اور احمد رضا کے چشمہ آب حیوان سے اپنی علم و تحقیق کی تشنگی کو سیراب کیا۔ اسی "ریاضت عشق" نے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کو "مسعود ملت" کی مسند پر صدر نشیں کیا، ان کے قلم کو عزت و وقار اور ان کی تحریروں کو قبول عام کی سند بخشی۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمتہ و الرضوان کو عالم کل، عقل کائنات اعلم کائنات، عالم ماکان و مایکون، ور اللہ المکنون صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ قدس سے علم و حکمت کے جو گوہر نایاب اور جواہر پارے عطا ہوئے، مسعود ملت کی آئینہ صفت

تحریر نے ان کی اصل چمک دمک اور جوہر حسن و جمال کی جھلک سے ہر صاحب بصیرت، حامل علم و حکمت کے دیدۂ و دل کو پر نور کیا اور اندھے دلوں کی بصارت کو متحیر و بے نور کر کے بجھا دیا کہ

پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

دیکھا جائے تو ممدوح محترم کی عدیم النظیر اور گراں قدر شخصیت، اخلاق کریمانہ اور اوصاف حمیدہ کی مجمع البحرین ہے۔ جہاں آپ علوم جدیدہ کے ماہر استاد فن ہیں، وہیں آپ ایک باوقار صاحب طریقت و شریعت عالم دین بھی، آپ علمی اور تحقیقی دنیا میں ایک عادل مصنف، ایک غیر جانبدار اور ایک غیر متعصب مورخ اور سیرت نگار کی حیثیت سے تسلیم کئے جاتے ہیں۔ سلاست و روانی، عدل و توازن، تحقیق و تدقیق، شائستگی و نرم گفتاری و شگفتگی آپ کی تحریر کا طرۂ امتیاز ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریر احباب و اغیار دونوں میں مقبول ہے اور عادل متین طباع ان سے اثر پذیر ہوتی ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے فیضان نظر نے ڈاکٹر صاحب کے قلب کو وہ جلا اور قلم کو وہ جولانی بخشی کہ ان کی ہر تحریر خصوصاً" امام احمد رضا کے حوالے سے، علم و تحقیق کے وہ گوہر آبدار تلاش کر لاتی ہے جن پر آج تک بہت سے اہل علم کی نظر تک نہ گئی اور تحقیق کے معیار کے اعتبار سے خوب سے خوب تر کا نمونہ ہوتی ہے۔ پروفیسر صاحب ۱۹۶۹ء سے امام احمد رضا کی شخصیت و افکار پر مقالات و تاثرات قلمبند کرتے آرہے ہیں اور بحمد للہ آج تک یہ سلسلہ جاری ہے، وہ بڑے تحقیقی اور تجدیدی انداز میں مختلف جہتوں سے کام کر رہے ہیں، اب تک امام احمد رضا کی سیرت اور کارناموں پر تقریباً" ۳۰ سے زیادہ مقالات اور ۶۰ سے زیادہ تقدیمات اردو، انگریزی اور عربی میں سپرد قلم کر چکے ہیں، اس کی ایک فہرست آئینہ رضویات حصہ دوم مطبوعہ ۱۹۹۳ء میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، ان میں متعدد مقالات کا سندھی، پشتو انگریزی اور ہندی زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت کو نہ صرف ملکی بلکہ عالمی سطح پر روشناس کرانے کی سعی بلیغ کی ہے اور اس طرح سے اہل سنت کے اہل قلم اور علماء و دانشوروں کی طرف سے فرض کفایہ ادا کرکے ایک عظیم اور بے لوث خدمت انجام دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ۲۶ سال کے اس تصنیفی اور تحقیقی سفر کے بعد ڈاکٹر صاحب امام احمد رضا پر تحقیق و تدقیق کے حوالے سے ایک اتھارٹی تسلیم کئے جاتے ہیں اور "اقبالیات" کے طرز پر "رضویات" بھی میدان تحقیق و تصنیف کی ایک فرع قرار پائی ہے' چنانچہ آج برصغیر پاک و ہند اور دنیا کی دیگر ۲۵ سے زیادہ جامعات میں پی ایچ ڈی اور ایم۔ فل کی سطح پر جو کچھ کام ہوچکا ہے اور جو کچھ ہورہا ہے وہ آپ ہی کے تحریر شدہ لٹریچر اور تجویز کردہ تصانیف و تالیفات کی بنیاد پر اور آپ ہی کی زیر سرپرستی و زیر نگرانی انجام پذیر ہورہا ہے۔ بلاشبہ ڈاکٹر صاحب کی باوقار عظیم علمی شخصیت آج کے دور قحط الرجال میں ایک ایسا مینارۂ نور ہے جس سے منزل کی طرف رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

ایسے افراد ملت روز روز نہیں پیدا ہوتے' صدیوں میں قوموں کو یہ خوش نصیبی میسر آتی ہے' ہمیں ان کی قدر کرنی چاہئے' یہ ہماری بڑی قیمتی متاع ہیں۔

نکہت جاں بخش دارد خاک کوئے گل رخاں
عارفاں زانجا مشام عشق مشکیں کردہ اند

(حافظ)

"آئینہ رضویات" حصہ سوم عبقری ملت اسلامیہ امام احمد رضا مجدد بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان کی شخصیت اور کارناموں پر لکھے جانے والے مقالات و رسائل پر مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے اگست ۱۹۹۳ء تا اپریل ۱۹۹۶ء کے دوران تحریر کردہ تقادیم و تقاریظ ر تاثرات کا مجموعہ ہے اس سے قبل ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے ستمبر ۱۹۸۹ء میں آئینہ رضویات کا حصہ اول اور اگست ۱۹۹۱ء میں اس کا حصہ دوم شائع کیا تھا۔

حصہ اول کی ترتیب و پیش کش اس احقر اور محبی و عزیزی پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید مجدہٗ نے کی تھی جبکہ حصہ دوم کے مرتب محترم محمد عبدالستار طاہر مظہری صاحب ہیں۔

حصہ سوم کی بھی تہذیب و ترتیب اور تدوین جناب مظہری صاحب کی کاوش ہے بلکہ اس کی کتابت رکمپوزنگ' پروف ریڈنگ تک کے تمام مراحل کی نگرانی بذات خود آپ ہی نے انجام دی ہے۔ احقر اپنی جانب سے اور ادارہ کے تمام اراکین کی جانب سے محترم محمد عبدالستار طاہر مظہری صاحب کو اس نہایت اہم کتاب کی طباعت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو شرف قبول اور اس کی جزاء جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امید ہے کہ یہ مجموعہ بھی اہل علم و تحقیق خصوصاً" امام احمد رضا پر تحقیق کا کام کرنے والوں کے لئے ایک ریفرنس کی حیثیت سے معین و مددگار ہوگا۔

در شمار ارچہ نیا ورد کسے حافظ را
شکر کان محنت بے حد و شمار آخر شد

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و علی الہ و صحبہ وبارک وسلم

سید وجاہت رسول قادری عفی عنہ
صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
(پاکستان) کراچی
۱۹ ربیع الاول شریف ۱۴۱۷ھ
۵ اگست ۱۹۹۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"آئینہ رضا"

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

"ہم نے جن و انس کو اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا۔"

یہ بندگی کس طرح کی جائے؟ اس کے لئے کامل ترین نمونہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے بندگی بجا لانے والوں کو یہ مژدہ بھی سنادیا کہ اگر تم ہماری بندگی کرنا چاہتے ہو تو ہمارے رسول کے رنگ میں رنگ جاؤ

جس نے (میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ اختیار کیا اور) اطاعت کی اس نے درحقیقت میری ہی بندگی کی۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ اور کامل نمونہ تھے۔ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ مژدہ ملا کہ میرے تمام صحابہ ہدایت کے تارے اور راستے ہیں جس کسی نے ان روشن ستاروں کی پیروی کی اور ان کا رنگ اختیار کیا اس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا اور یہ راستہ اللہ تعالیٰ کی ہی بندگی کا راستہ ہے۔ صحابہ کرام کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین' اس شمع کو جلاتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ یہ شمع ان حضرات کے ہاتھوں میں رہی جن کو ہم

اہل اللہ اور اولیائے کاملین کہتے ہیں۔ اللہ کے یہ دوست دنیا کے ہر خطے میں موجود رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وصحابہ وسلم کی اطاعت کا کامل نمونہ اور آئینہ بنے رہے۔

برصغیر پاک و ہند میں یہ شمع (اسوہ حسنہ کا نمونہ) کبھی حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری نے روشن کی تو کبھی حضرت مجدد الف ثانی نے، کبھی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے روشن فرمائی تو کبھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے، کبھی مفتی شاہ محمد مسعود محدث دہلوی نے روشن کی تو کبھی مفتی شاہ محمد مظہراللہ دہلوی نقشبندی نے روشن کی۔ پچھلی صدی ہجری میں برصغیر پاک و ہند میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین اور نائب، چودھویں صدی ہجری کے مجدد برحق امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہ العزیز چودھویں کے چاند کی طرح چمکے جس نے تمام عالم کو اپنی خداداد صلاحیتوں سے منور کردیا۔ آپ کے علوم و فنون پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہر علم و فن پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ امام احمد رضا کی مہارت جس طرح علوم عقلیہ و نقلیہ میں تھی اسی طرح یہ مہارت سائنس، سوشل سائنس اور عمرانی علوم پر بھی تھی۔ جس کا ثبوت ان کے ہر علم و فن پر قلمی یادگاریں ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق یہ تعداد ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ عالم کا مرجع بن گئے۔ آپ دراصل قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کے مظہر اور پرتو تھے۔

"فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون"

آپ کے ۵۵ سالہ علمی دور میں جب کسی عالم، فاضل، مفتی، مصنف، محقق، دانشور، ماہر تعلیم، سیاست دان، سائنس داں، تاجر، وکیل اور جسٹس وغیرہ نے کسی بھی علم سے متعلق کوئی بھی سوال کیا آپ نے فوراً اس کا

جواب فتوی کی صورت میں یا پھر رسالہ اور فاضلانہ مقالہ کی صورت میں تحریر فرمایا۔ یہ حقیقت آپ کے تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کے پاس دنیا بھر سے ایک وقت میں ۴۔۴ سو استفتا پہنچ جاتے اور آپ یکے بعد دیگرے سب کا جواب تحریر فرماتے یا املا کرادیتے اس طرح یہ عبقری وقت دنیا کے لوگوں کی علمی پیاس بجھاتا رہا۔ آپ نے کبھی کوئی ایسا فتویٰ نہ لکھا جس سے رجوع کیا ہو۔ بلامبالغہ آپ کو اپنے ہم عصروں میں یہ ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔

امام احمد رضا کے علوم و فنون کی اس روشنی سے نہ جانے کتنے لوگوں نے رہنمائی حاصل کی اور رہتی دنیا تک نہ جانے کتنے انسان اس بحر ذخار سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔ چنانچہ جب کوئی اخلاص کے ساتھ اس مجدد دین و ملت کے قلمی افکار کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ آپ کے تبحر علمی کا اعتراف کیئے بغیر نہیں رہتا۔پاکستان کے نامور محقق اور دانشور مولانا کوثر نیازی نے جب امام احمد رضا کی نگارشات و تحقیقات کا مطالعہ کیا تو وہ یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ اگرچہ میں اپنے آپ کو عالم سمجھتے ہوئے یہ گمان کرتا تھا کہ میں نے علم کا سمندر پار کرلیا مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو پڑھ کر اپنے جہل کا احساس ہوا۔ ان تاثرات کا اظہار انہوں نے اسلام آباد میں منعقد امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر کیا۔ آپ کی تقریر مضمون کی شکل میں مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۴ء میں شائع بھی ہوئی ہے' اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے :

> "قرطاس و قلم سے میرا تعلق دو چار سال کی ہی بات نہیں نصف صدی کی بات ہے۔ اس دوران وقت کے بڑے بڑے اہل علم و قلم' مشائخ و علماء کی صحبت میں بیٹھ کر استفادہ کرنے کا موقع ملا اور ان کے درس میں شریک

رہا اور اپنی بساط کے مطابق فیض حاصل کرتا رہا۔ زندگی میں اتنی روٹیاں نہیں کھائیں جتنی کثیر تعداد میں کتابیں پڑھی ہیں۔ میری اپنی ذاتی لائبریری میں دس ہزار سے زیادہ کتابیں ہیں اور یہ سب مطالعہ سے گزری ہیں۔ اس مطالعہ کے دوران امام احمد رضا کی کتب نظر سے نہیں گزری تھیں اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ علم کا خزانہ پالیا اور علم کا سمندر پار کرلیا ہے۔ علم کی ہر جہت تک رسائی حاصل کرلی ہے مگر جب امام اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کیں اور ان کے علم کے دروازے پر دستک دی اور فیض یاب ہوا تو اپنے جہل کا احساس اور اعتراف ہوا۔ یوں لگا کہ ابھی تو علم کے سمندر کے کنارے کھڑے صرف سیپیاں چن رہا تھا۔ علم کا سمندر تو امام کی ذات ہے۔

امام کی تصانیف کا جتنا مطالعہ کرتا جاتا ہوں عقل اتنی ہی حیران ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ کہے بغیر نہیں رہا جاتا کہ امام احمد رضا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اتنا وسیع علم دے کر دنیا میں بھیجا ہے کہ علم کی کوئی جہت ایسی نہیں جس پر امام کو مکمل دسترس حاصل نہ ہو اور اس پر کوئی تصنیف نہ لکھی ہو یقیناً آپ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح جانشین تھے جس سے ایک عالم فیض یاب ہوا۔"

آگے چل کر موصوف فرماتے ہیں۔

"اردو زبان کے تو آپ شہنشاہ تھے۔ کثیر تعداد میں تصانیف اردو زبان میں لکھی ہیں اور عموماً" تمام کتب کا معیار اتنا بلند ہے کہ ان کو صرف اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے کتابیں لکھی ہی اہل علم کے لئے ہیں ....

امام احمد رضا دراصل علماء کے امام تھے یعنی "امام العلماء" تھے۔ اور دعوے سے کہتا ہوں کہ آج عالم کی کسوٹی یہ ہے کہ اگر وہ امام کی کتابوں کو سمجھ لیں تو وہ عالم کہلانے کے مستحق ہیں اور وہ امام کے علم کی تہہ تک پہنچ جائیں تو عالم کہلانے کے حقدار ہیں۔"

(مولانا کوثر نیازی "امام العلماء امام ابوحنیفہ ثانی"
مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۴ء ص ۴۹-۵۰)

امام احمد رضا کے علوم سے متاثر ہونے والے پاکستان کے ایک اور نامور اسکالر حکیم' دانشور اور ماہر تعلیم جناب حکیم محمد سعید صاحب بانی ہمدرد و مدینتہ الحکمت (ہمدرد یونیورسٹی) کے تاثرات بھی ملاحظہ کریں :

"گزشتہ نصف صدی میں طبقہ علماء میں جو جامع شخصیات ظہور میں آئی ہیں ان میں مولانا احمد رضا خاں کا مقام بہت ممتاز ہے۔ ان کی علمی' دینی اور ملی خدمات کا دائرہ وسیع ہے' تفقہ اور دینی علوم میں فاضل بریلوی کی مہارت کے ساتھ ہی ساتھ سائنس اور طب کے علوم میں بھی ان کی بصیرت علماء سلف کے اس ذہن و فکر کی نمائندگی کرتی ہے جس میں دینی و دنیاوی علم کی تفریق نہ

تھی' ان کی شخصیت کا یہ پہلو عصر حاضر کے علماء اور دانش گاہوں کے معلمین دونوں کو دعوت فکر و مطالعہ دیتا ہے۔ ان کی تصانیف ہمارے لئے بیش بہا ورثے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کے تحقیقی مطالعہ سے علوم و فنون کے بہت سے گوشے سامنے آچکے ہیں۔"

(حکیم محمد سعید "پیغام" مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۸ء' ص ۱۵)

امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی کے مختلف علمی گوشوں پر عالم اسلام کے یگانہ روزگار محقق' ماہر تعلیم' مسعود ملت' شیخ طریقت حضرت علامہ مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ابن حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہراللہ دہلوی نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ (سابق ایڈیشنل سیکریٹری محکمہ تعلیم حکومت سندھ و سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج و پوسٹ گریجویٹ سینٹر سکھر) پچھلے ۲۵ سال سے تحقیق میں مصروف ہیں اس کے باوجود ۱۹۹۳ء میں شائع ہونے والی کتاب میں لکھتے ہیں :

"۲۲ سال مسلسل مطالعہ کے بعد یہ راز کھلا کہ ▪ علم و دانش کے ایک سمندر تھے۔ ہم ابھی تک اس سمندر کے ساحل تک بھی نہ پہنچ سکے۔"

(محدث بریلوی ص ۱۱)

آگے چل کر لکھتے ہیں :

"امام احمد رضا کی شخصیت و فکر پر جو پردے پڑے تھے ان کو اٹھانے کے لئے راقم نے ۱۹۷۰ء سے امام احمد

رضا کو موضوع تحقیق بنایا اور امام احمد رضا کی تلاش میں چل پڑا۔ اب تک چل رہا ہوں۔ پانے کی جستجو میں لگا ہوا ہوں۔ ایک منزل آتے ہی دوسری منزل نظر آنے لگتی ہے......"

(محدث بریلوی ص ۱۸)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی' امام احمد رضا کے مختلف علمی پہلوؤں پر متعدد مقالات' کتابیں اور کتابچے اردو میں تحریر کرچکے ہیں۔ متعدد کتب و رسائل کے ترجمے عربی' انگریزی' گجراتی' سندھی وغیرہ میں بھی شائع ہوچکے ہیں۔ جن میں چند کو بہت زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی۔ مثلاً

☆ حیات مولانا احمد رضا بریلوی
☆ اجالا
☆ رہبرو رہنما
☆ گناہ بے گناہی
☆ فاضل بریلوی اور ترک موالات
☆ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں
☆ محدث بریلوی
☆ امام احمد رضا اور عالم اسلام
☆ Neglected Geneous of the East
☆ فقیہہ عصر (عربی)

ڈاکٹر صاحب کے لکھے ہوئے کئی مقالات دنیا کے مختلف اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں بھی شائع ہوئے ہیں اور کچھ زیر طبع ہیں مثلاً پاکستان سے شائع ہونے والے دائرہ معارف اسلامیہ میں امام احمد رضا پر آپ ہی کا لکھا

ہوا مقالہ شائع ہوا ہے اسی طرح ایران اور اردن سے نکلنے والے انسائیکلو پیڈیا میں بھی امام احمد رضا پر لکھے ہوئے ڈاکٹر صاحب کے مقالات فارسی اور عربی میں شائع ہورہے ہیں۔ آپ کی تحریک پر ۱۹۸۰ء سے اب تک نہ صرف پاکستان میں بلکہ انڈیا' بنگلہ دیش' ہالینڈ' انگلینڈ اور افریقہ میں متعدد انجمنیں' ادارے' اکیڈمی اور بیسیوں لائبریریاں قائم ہوچکی ہیں جو امام احمد رضا کی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے میں مصروف عمل ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اہم ترین کارنامہ یہ انجام دیا کہ درس و تدریس سے تعلق رکھنے والے اہل علم و دانش کو تصنیفی اور تخلیقی کاموں کی طرف رغبت دلائی جس کے باعث M.A' B.Ed' M.Ed' کی سطح کے ساتھ ساتھ تنظیم المدارس کے طلبہ نے بھی امام احمد رضا کے مختلف پہلوؤں پر مقالات تحریر کیے اگر ان سب کو اکٹھا کیا جائے تو ایک بڑا ذخیرہ سامنے آسکتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ M.Phil اور Ph.D کی سطح پر بھی ڈاکٹر صاحب نے اساتذہ اور ہونہار طالب علموں کو امام احمد رضا کے مختلف گوشوں پر تحقیق کرنے کے لئے متوجہ کیا جس کے نتیجے میں پچھلے سالوں میں ۳ فضلاء نے انڈیا سے' ۲ فضلاء نے پاکستان سے اور ایک فاضلہ نے امریکہ سے امام احمد رضا پر تحقیق کرکے Ph.D کی اعلیٰ اسناد حاصل کیں۔ڈاکٹر صاحب نہ صرف اس تحقیق کے محرک ہیں بلکہ علمی تعاون کے ساتھ ساتھ اپنے قیمتی مشوروں سے بھی طلبہ کی ہر ممکن مدد فرماتے ہیں۔ اس وقت عالمی سطح پر ۱۵ جامعات میں اسکالرز ڈاکٹر صاحب کی بلاواسطہ یا بالواسطہ نگرانی میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے علوم و فنون پر Ph.D کے تحقیقی مقالات لکھنے میں مصروف ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک شخصیت پر اتنی کثیر تعداد میں Ph.D کے مقالات آج تک نہیں لکھے گئے ہوں گے۔ یہ تعداد مستقبل میں بڑھتی ہی جائے گی انشاء اللہ۔ ڈاکٹر

صاحب کی تحقیق یہ بتاتی ہے کہ ایک موضوع ختم نہیں ہوتا تو دوسرا موضوع نظر آنے لگتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جو شخصیت ۷۰ سے زیادہ علوم و فنون پر ہزار کے لگ بھگ قلمی یادگاریں پیچھے چھوڑ گئی ہو اس کے کام کو سمیٹنے کے لئے بھی ایک دو شخصیت نہیں بلکہ درجنوں تحقیقی ادارے درکار ہیں کہ

جس سمت آگئے ہیں سکے جمادیئے ہیں

راقم الحروف نے جولائی ۱۹۹۳ء میں ڈاکٹر صاحب کی نگرانی میں "کنزالایمان اور دیگر معروف اردو قرآن تراجم" پر جامعہ کراچی سے Ph.D کی سند حاصل کی۔ اس کے علاوہ اوشاسانیال نے کولمبیا یونیورسٹی سے "امام احمد رضا اور تحریک اہل سنت و جماعت" پر انگریزی میں تحقیقی مقالہ پیش کرکے Ph.D کی سند حاصل کی۔ یہ مقالہ ۱۹۹۹ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نئی دھلی نے شائع کردیا ہے۔ اس ہندو خاتون کو تمام تر مواد ڈاکٹر صاحب نے اس وقت فراہم کیا تھا جب وہ اس سلسلے میں پاکستان آئی تھیں اور اردو نہ پڑھنے کی وجہ سے اس کے عشر عشیر سے بھی وہ استفادہ نہ کرسکیں۔ اس کے علاوہ جامعہ ملیہ کالج کے استاد محترم اور ٹھٹھہ کی قدیم شاہی مسجد کے امام و خطیب حضرت علامہ مولانا حافظ ڈاکٹر عبدالباری صدیقی صاحب نے سندھی زبان میں امام احمد رضا کے حالات و افکار پر تحقیقی مقالہ پیش کرکے جولائی ۱۹۹۳ء میں سندھ یونیورسٹی' جام شورو سے Ph.D کی سند حاصل کی۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالباری صاحب نے بھی اپنے مقالے کے سلسلے میں ڈاکٹر مسعود صاحب سے بھرپور رہنمائی حاصل کی اس کے علاوہ پچھلے دو سالوں میں انڈیا سے تین حضرات Ph.D کی سند حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ان کی علمی سرپرستی بھی ڈاکٹر صاحب نے فرمائی اور کئی اسکالرز کی ڈاکٹر صاحب نگرانی اور سرپرستی فرمارہے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے امام احمد رضا محدث بریلوی پر بیسیوں کتابیں اور درجنوں مقالات تحریر فرمائے ہیں اس کام کو آپ کے فرزند طریقت جناب محمد عبدالستار طاہر نے اپنی تالیف ''مسعود ملت اور رضویات'' (مطبوعہ لاہور) میں سمیٹا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریک پر امام احمد رضا کے مختلف علمی پہلوؤں پر لکھی جانے والی متعدد کتب پر آپ کے مقدمات' پیش لفظ' افتتاحیہ' ابتدائیہ وغیرہ کی صورت میں بھی ایک بڑا ذخیرہ تحریری طور پر محفوظ ہوچکا ہے۔ امام احمد رضا پر لکھنے والے قلم کاروں کی یہ شدید خواہش ہوتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب ان کی کتاب پر کچھ نہ کچھ ضرور لکھیں تاکہ ان کا لکھا ہوا بھی سند ہوجائے اور آپ حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ضرور لکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ جب ماضی پر نظر ڈالی تو پچھلے سالوں میں اس قسم کے مقدمات اور پیش لفظ کی ایک کثیر تعداد نظر آتی ہے جو ایک قیمتی علمی سرمایہ ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا پر لکھی جانے والی مختلف کتابوں پر جو مقدمات لکھے ہیں وہ امام احمد رضا کی مختلف جہتوں کا احاطہ کرتے ہیں۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے مناسب سمجھا کہ ان تمام مقدمات کو اکٹھا شائع کیا جائے تاکہ قارئین کو ایک ہی کتاب میں اعلیٰ حضرت کی مختلف علمی جہتوں سے آگاہی حاصل ہوسکے اور ''رضویات'' کے اس آئینہ کو عوام الناس کے سامنے پیش کیا جاسکے۔ چنانچہ راقم الحروف نے ادارہ ھذا کے صدر صاحبزادہ وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی کی سرپرستی میں اس قسم کے ۱۴ مقدمات جمع کئے اور ان کو ''آئینہ رضویات'' (جلد اول) کے نام سے ۱۹۸۹ء میں شائع کیا۔ یہ ۱۴ مقدمات حالات و افکار' تصوف' فقہ' رد بدعات' معقولات' سیاسیات' منظوم اردو ادب اور امام احمد رضا کے خلفاء و تلامذہ جیسے عنوانات پر مشتمل تھے۔ ہماری اس کاوش کو مقبولیت حاصل ہوئی اور جلد ہی اس کی

دوسری جلد ادارہ ھذا کے محب اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے فرزند طریقت جناب عبدالستار طاہر صاحب نے مکمل فرمائی جس میں ڈاکٹر صاحب کے لکھے ہوئے ۳۴ مقدمات شامل کیے گئے تھے۔ یہ جلد دوم ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی' اس میں سیرت اعلیٰ حضرت' قرآن' فقہ' ادبیات' تنقیدات وغیرہ جیسے عنوانات پر مقدمات جمع کیے گئے تھے۔ جناب عبدالستار صاحب کی ہمت بلند نے آئینہ رضویات کی تیسری جلد بھی تیار کرلی ہے اور اس جلد میں ۲۶ مقدمات مختلف عنوانات پر جمع کیے گئے ہیں اور ادارہ ھذا جلد ہی اس کی اشاعت کا بندوبست کررہا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کے تحریر کردہ "مقدمات" امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کے مختلف علوم و فنون کا آئینہ ہیں جب کوئی ان کو پڑھتا ہے تو وہ امام احمد رضا کے مختلف فنون سے آگاہ ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ اعتراف کرتا ہے کہ کون سا علم و فن ایسا ہے جس سے وہ واقف نہ تھے چنانچہ یہ مقدمات اعلیٰ حضرت کی مختلف جہات کی عکاسی کرتے ہیں۔ آئینہ رضویات' جہاں امام احمد رضا کے علوم و فنون کا آئینہ ہیں وہیں آئینہ رضویات کے خالق پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی شخصیت کا بھی آئینہ ہے بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ڈاکٹر صاحب "آئینہ رضا" ہیں۔ جہاں جس محفل میں امام احمد رضا کا ذکر ہورہا ہوگا وہاں ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا ذکر ضرور ہورہا ہوگا بلکہ کوئی محقق جب اعلیٰ حضرت پر تحقیق کرتا ہے تو وہ پہلے اس "آئینہ رضا" کی طرف رجوع کرتا ہے یا کوئی مقرر کوئی تحقیقی بات اعلیٰ حضرت کے حوالے سے کرتا ہے تو وہ ڈاکٹر صاحب کی لکھی جانے والی کتاب کے حوالے ہی سے کرتا ہے اور خود اس "آئینہ رضا" کا یہ حال ہے کہ جہاں کہیں کسی سے بھی گفتگو فرماتے ہیں تو سلام و دعا کے بعد

اعلیٰ حضرت کا ہی ذکر ہوتا ہے۔ فقیر کی، حضرت سے سینکڑوں دفعہ نشست ہوئی ہے مجھے یاد نہیں آتا کہ کسی نشست میں اعلیٰ حضرت کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔ گویا آپ (فنا فی الرضا) کے مقام پر فائز ہیں یعنی اعلیٰ حضرت اور ڈاکٹر صاحب ایک دوسرے کی پہچان بن گئے ہیں کہ اگر ڈاکٹر صاحب کا ذکر کیا جارہا ہو تو اس ذکر میں ڈاکٹر صاحب کی اعلیٰ حضرت سے متعلق کاوشوں کا ذکر ہورہا ہوگا اور اگر اعلیٰ حضرت کے کسی گوشے پر ذکر کیا جارہا ہوگا تو اس کا ماخذ ڈاکٹر صاحب کی ذات یا کتاب ہوگی اس لحاظ سے اگر کوئی آئینہ رضویات کا مطالعہ کرتا ہے اور تحریر کو بغور پڑھتا ہے تو وہ "آئینہ رضا" کا بھی مطالعہ کررہا ہوگا۔ الحاصل ڈاکٹر صاحب "آئینہ رضا" ہیں اور آپ کی تحریر "آئینہ رضویات" اور اس کی تیسری جلد آپ کے سامنے ہے۔

جناب محمد عبدالستار طاہر صاحب ہماری دعاؤں اور شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے یہ آئینہ ہمارے سامنے پیش کرکے ایک عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سیرت و کردار اور علم و دانش کے جلوے دکھائے اور ہمارے دل و دماغ کو روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوبوں کے دامن سے وابستہ رکھے۔ آمین

ڈاکٹر مجید اللہ قادری
استاد شعبہ ارضیات جامعہ کراچی
۲ صفرالمظفر ۱۴۱۷ھ
۲۰ جون ۱۹۹۶ء

مسعود ملت ـــ اک عاشق صادق

از۔ فاطمہ مسعودی، لاہور

"عاشق صادق" کن لوگوں کو کہتے ہیں، وہ جو جنگل وبیاباں میں رہتے ہیں، ـــ وہ جو حق و سچ کی تلاش میں دشت و صحرا کا سفر کرتے ہیں یا وہ جو اپنے عیال کو خیرباد کہہ کر دوسروں کی اصلاح و رہنمائی کو اپنا فرض اولین قرار دیتے ہیں ـــ نہیں، ہرگز نہیں! ـــ ایسے لوگ کچھ بھی ہو سکتے ہیں مگر صادق و صدیق ہرگز نہیں ـــ ذرا نظر دوڑایئے اور دیکھئے کہ ان دو صفات کا چشمہ کن سوتوں سے پھوٹ رہا ہے ـــ "صادق" لقب ہے ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ـــ اور "صدیق" خطاب عاشق رسول اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ـــ ایک نبی آخر الزماں جو عہدہ نبوت پر فائز ہونے سے پہلے بھی صادق و امین کہلائے اور مبعوث ہونے کے بعد دنیا جو ظلمت کدہ بن چکی تھی، کو بقعہ نور بنا دیا ـــ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست راست اور رفیق دو جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ہر ہر مقام پر محبوب خدا کی تائید فرما کر اپنی رفاقت کا ثبوت دیتے رہے اور "صدیق" جیسے منفرد لقب سے نوازے گئے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کائنات آب و گل سے پردہ فرمائے ہوئے چودہ سو برس سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ مگر اہل سنت کا ایمان ہے کہ آپ آج بھی روحانی طور پر ہم میں موجود ہیں۔ اور آپ کی والہانہ محبت دلوں کو گرمائے ہوئے ہے۔ حیات طیبہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہر دو پہلو ذاتی و سماجی نہ صرف ہمارے سینوں اور تاریخ میں محفوظ ہیں بلکہ ایسی برگزیدہ ہستیاں بھی موجود ہیں جن کا

☆ ظاہر شریعت کا مظہر
☆ باطن طریقت و حقیقت کا منبع
☆ اور دل عشق رسول سے معمور ہے ـــ

یہی عاشق صادق ہیں' صالحین کی یہ جماعت ہر دور میں طوفان بدکیش کے خلاف برسر پیکار رہی' اور آج بھی یہ صدیقین و صالحین عوام الناس کو اخلاق حسنہ سے آراستہ و پیراستہ کرنے کی سعی مشکور میں محو ہیں ــــ انہی میں سے اک شمع عالم آفتاب کا نام نامی حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ہے۔

قبلہ محمد مسعود احمد صاحب کا فرمان عرفان ہے کہ عاشق صادق کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ جو کوئی صدق دل سے اس کے دامن سے وابستہ ہو' اللہ رب العزت اس کی توجہ معشوق حقیقی کی طرف مبذول کر دیتا ہے۔ آپ کا یہ فرمان عین حقیقت پر مبنی ہے اور خود آپ کے عاشق صادق ہونے پر دلیل بھی ــــ آپ کی شخصیت عالی کے کئی پہلو ہیں ــــ آپ مشفق پدر بھی ہیں اور ہمدرد بھائی بھی' پیر کامل بھی ہیں اور با مراد مرید بھی' سچے رفیق بھی ہیں اور غریبوں کے غم خوار بھی' عالم بھی ہیں اور عامل بھی' محب بھی ہیں اور محبوب بھی ــــ محب ہیں معشوق برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے اور محبوب ہیں اپنے سینکڑوں مریدین و معتقدین کے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ ابن آدم کے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ اس کے نقصان کی ہوتی ہے' نفع کی نہیں ہوتی' بجز ــ ان صورتوں کے۔

☆ بھلی بات کا حکم دینا

☆ بری بات سے روکنا

☆ اور اللہ کی یاد کرنا

مسعود ملت وہ عاشق صادق ہیں جو لوگوں کو فلاح کی طرف بلاتے ہیں' بد فعلیوں سے تحریری اور تقریری طور پر روکتے ہیں اور یا پھر اللہ اور اس کے رسول کی یاد میں مستغرق رہتے ہیں۔ سنت رسول سے اس قدر محبت ہے کہ ایک بار فرما رہے تھے کہ نیند بھی انسان کو یہ سوچ کر لینی چاہیے کہ یہ فعل نبی ہے۔

ہمارے خاندان کے حضرت مسعود ملت کے خاندان عالیہ سے برس ہا برس پرانے تعلقات ہیں۔ احقر کے والد' حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز سے بیعت ہیں اور یہ میرے والدین کے لئے عین سعادت ٹھہری کہ ان کا نکاح حضرت

نے خود پڑھایا تھا۔ اسی نیک نسبت سے حضرت مسعود ملت جب بھی لاہور تشریف لاتے ہیں' ہمارے غریب خانے کو ضرور رونق بخشتے ہیں' بلکہ تمام پیر بھائیوں کی خیر خبر رکھتے ہیں۔۔۔

گزشتہ برس ۱۹۹۵ء میں مجھ حقیر کو ان سے بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اور پھر دو روز بعد میری والدہ اور ہمشیرہ بھی آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئیں ۔۔۔۔ جون ۱۹۹۶ء میں والد محترم نے محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کرانے کا ارادہ فرمایا۔ اور قبلہ حضرت مسعود ماب کو شرکت کی دعوت دی۔ جسے انہوں نے سنت رسول پر عمل کرتے ہوئے قبول فرما لیا۔(چاہے اس کے لئے حضرت کو کتنی لمبی مسافت طے کرنا پڑی اور کتنا وقت نکالنا پڑا)۔

یوں تو جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی شخصیت مجمع اخلاق اور مجسم درس گاہ ہے' مگر یہاں آپ کی سیرت کے چند پہلو واقعاتی شکل میں نہایت اختصار کے ساتھ پیش کرنا چاہوں گی' جو چند روز قبل' حضرت مسعود ملت کے ہمارے گھر قیام کے دوران مشاہدہ میں آئے۔

ہردلعزیز شخصیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا خاندان ہمیشہ سے قبلہ حضرت صاحب کا معتقد رہا ہے مگر اس بار تو ہم سب حضرت مسعود ملت کے گرد اگرد ایسے رہے جیسے شمع کے گرد پروانے ہوں۔۔۔ صبح نماز فجر کے بعد حضرت مسعود ملت ایک گھنٹے کا بیان فرماتے۔ ہم میں سے اگر کوئی سوال کرتا تو اس کا تسلی بخش جواب مرحمت فرماتے۔ اس درس میں میرے والد سے لے کر نو عمر بچے بھی شرکت کرتے اور جبر سے نہیں بلکہ اپنی لگن اور ذوق و شوق سے۔ میرا چچا زاد بھائی محمد فرحان جس کی عمر گیارہ برس ہے' اپنی ماں سے کہہ کر سوتا کہ صبح فجر کے وقت اٹھانا تا کہ باجماعت نماز ادا کرسکوں۔ ماں کو صبح فجر کے وقت اٹھانے کا خیال تو نہ آیا البتہ درس کے بعد اسکول جانے کے لئے اٹھا دیا۔ فرحان بیدار ہوا تو رونے لگا کہ جب نماز کے لئے نہ اٹھایا تو

اب کیوں اٹھاتی ہو! ـــــ ماں نے سمجھانے کی بہت کوشش کی' مگر نہ سمجھا بالآخر مار پیٹ کر سکول بھیجا۔ اسی طرح میرا پھوپی زاد بھائی جس کی عمر چودہ برس ہے' کئی راتیں نہیں سویا' کیونکہ اسے ڈر ہوتا تھا کہ سو گیا تو فجر کے وقت نہ اٹھ سکے گا۔ اس لئے وہ فجر کی نماز باجماعت پڑھ کر سویا کرتا تھا۔

نوری نظر

میرے چچا محمد مختار شیخ کٹر جماعتی تھے اور کہتے تھے کہ اگر کوئی ایک بار جماعت میں چلا جائے تو بعد میں اگر چھوڑ بھی دے' پھر بھی جماعت کی مخصوص ذہنیت اس پر چھائی رہتی ہے۔ میرے چچا نے رائے ونڈ میں چلے بھی کئے اور دکانداری چھوڑ کر ملک کے قرب و جوار میں تبلیغ کرتے رہے۔ اپنے آپ کو فخراً" دیوبندی کہتے ۔ مگر جب حضرت مسعود ملت کی نظر کرم ہوئی تو جیسے ان کی کایا پلٹ گئی۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

چچا جماعت کے نظم و ضبط اور ان کے تبلیغی سلسلہ کی تعریفیں کرتے نہ تھکتے۔ مگر جب حضرت نے دلائل کے ساتھ حقائق بیان کئے تو چچا خاموش ہو کر سنتے رہے۔ یہ ان کا ادب تھا کہ حضرت کا دبدبہ' مگر وہ ایک لفظ بھی نہ بولے۔ بلکہ اخیر روز اپنی اہلیہ کے ہمراہ بعد نماز فجر حضرت مسعود ملت کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ قبلہ مسعود احمد صاحب نے دریافت فرمایا کہ کہیں آپ نے اپنی اہلیہ کو مجبور تو نہیں کیا؟ ـــــ جواباً چچا نے کہا "میں نے تو انہیں منع کیا تھا کہ تمہاری پرورش وہابی ماحول میں ہوئی ہے' خوب سوچ لو مگر وہ آپ ہی سے بیعت ہونے کی خواہش رکھتی ہیں"۔

سادگی

حضرت مسعود ملت کا پیراہن اور خوراک نہایت سادہ ہے۔ وقت پر جو حاضر ہو'

خوشی سے تناول فرمالیتے ہیں۔ اگر کوئی کھانے کے لئے کوئی چیز پیش کرے تو چاہے ایک نوالہ ہی لیں' لے لیتے ہیں' اور پیش کرنے والے کی دل آزاری نہیں فرماتے ——— دسترخوان پر چاہے دس لوگ ہو چاہے ہیں' سب کا یکساں خیال رکھتے ہیں کہ کون کھا رہا ہے اور کون تکلف کر رہا ہے۔

پیراہن بہت سادہ مگرنہایت پاکیزہ' ایک ہفتہ قیام کے دوران نہ کپڑوں پہ میل دیکھا نہ شکن——— باجماعت نماز کا عین سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اہتمام فرماتے۔

مہمانوں کی تکریم و تعظیم

جس طرح آپ باقی اوصاف میں شریعت کے پابند ہیں اسی طرح مہمانوں کی عزت افزائی میں بھی عین سنت پر عمل پیرا نظر آتے ہیں۔ حضرت کا کمرہ تیسری منزل پر تھا اور ساتھ میں ایک بیٹھک بھی کہ اگر احباب کو اوپر بلانا چاہیں تو بلا تکلف بلوالیں تاکہ آپ کو اتنے زینے اترنے کی زحمت نہ کرنی پڑے۔

ایک دن آپ سے ایک بزرگ ملنے تشریف لائے' حضرت کو اطلاع دی گئی اور ساتھ میں آرام کے خیال سے یہ بھی کہا کہ آپ مہمان کو اوپر بلوالیں۔ مگر آپ نے فرمایا کہ یہ وہ بزرگ ہیں کہ لوگ ان سے ملنے جاتے ہیں نہ کہ یہ لوگوں سے' ان سے ملاقات کے لئے نیچے ہی جانا ہوگا———

ایک روز ناشتے کا اہتمام نیچے کمرے میں کیا گیا۔ اس دوران مہمان آ گئے۔ ناشتے سے فارغ ہو کر والد صاحب آپ کے ہاتھ دھلوانے کے لئے دوسرے کمرے میں لے گئے۔ اس کمرے کے ساتھ ہی مہمان خانہ تھا۔ جہاں لوگ آپ کے منتظر تھے' حضرت نے فرمایا کہ "ان کے سامنے سے گزر کر اور ان سے ملے بغیر ہاتھ دھونے جاؤں گا تو اچھا معلوم نہ ہوگا۔ بہتر ہے میں اوپر کمرے سے ہاتھ دھو آؤں"۔ میرے والد محترم نے عرض کی' "حضرت! اتنے اوپر آپ ہاتھ دھونے جانے کی کیوں زحمت فرماتے ہیں"۔ اس طرح وہ والد صاحب کے اصرار پر مہمانوں کی مخالف سمت چلتے

ہوئے بیسن تک پہنچے' ہاتھ دھوئے اور پھر عزت و احترام کے ساتھ مہمانوں سے مصافحہ کیا۔

احسان و تدبر

اردو میں "احسان" حسن عمل کا نام ہے اور "تدبر" مفہوم کے اعتبار سے وہ عقل یا تفکر ہے جو واقعات کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ (اسلامی نظام حیات' ص ۱۰۹'۱۱۹)

حضرت سعادات لوح و قلم میں یہ دونوں خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں مجلس میں یوں تو آپ سب پر یکساں نظر کرم فرماتے۔ پھر بھی اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ مجھے آپ سے تنہائی میں کوئی بات کرنی ہے تو آپ منع نہ فرماتے بلکہ حاضرین سے اجازت لے کر اٹھ کھڑے ہوتے ـــــ اگر کوئی دعا کے لئے عرض کرتا تو یہ نہ فرماتے کہ "جو تو نے کہا اللہ اسے قبول فرمائے" بلکہ یہ فرماتے "اے اللہ! جو اس کے حق میں بہتر ہو وہی تدبیر فرما" ـــــ یا پھر "اس کی مشکلات دور فرما"۔

الغرض ایسی کونسی خوبیاں و محاسن ہیں جو اس مختصر وقت میں مشاہدہ میں نہ آئے۔ قرآن پاک کے ہر دو بیان ـــــ عبادات و معاملات کا طریقہ آپ سے سیکھا۔ حضرت سعادات لوح و قلم بلاشبہ آج کے نفسا نفسی کے دور میں روشنی پھیلا رہے ہیں۔ یقیناً قرآن مجید فرقان حمید میں آپ جیسے لوگوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا گیا۔

انعم اللہ علیھم من النبین و الصدیقین والشھداء والصلحین و حسن اولئلک رفیقاo (سورہ النساء ۴: ۶۹)

ترجمہ اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیا اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ـــــ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق' جو کسی کو میسر آئیں۔"

آپ کون ہیں؟ ـــــ آپ عاشق صادق ہیں ـــــ آپ کا دل عشق رسول کے لعل و گوہر سے مزین ہے اور یہی وہ چمک ہے جو تشنہ روحوں کو اپنی طرف

پہنچی ہے۔ ہم سب چاہنے والوں کی دلی دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیشہ ہمیشہ آپ پر اپنا انعام واکرام فرماتا رہے اور آپ کی عمر مبارک میں برکت عطا فرمائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ سیراب ہو سکیں اور آپ سے فیض حاصل کر سکیں۔
آمین ثم آمین!

(محررہ ۱۷۔۶۔۱۹۹۶ء)

SYNOPSIS FOR THE PROPOSED PH.D. THESIS IN URDU

1. *Title of the Subjects :*
   Dr. Masood Ahmad ; Life and Works.

2. *Problems to be studied :*
   Life and prose writings.

3. *Justification of the study :*
   Dr. Masood Ahmad apart from being a theologist and philosopher, is a versatile and prolific Urdu writer of the present age. Widely known for his vivid, lucid and racy style of writing his contribution to Urdu literature has definitely been immense and invaluable.

   A critical study of his life and works will, no doubt, bring out the salient features of this eminent scholar by putting him in the right perspective, besides making a useful contribution to the causes of Urdu language and literature.

   To my knowledge, no work has so far been done on this illustrious writer and as such I propose to take up this research work on him in relation to his life and specifically on his works in Urdu.

4. *Theoratical principles involved, if any :* Evaluative.

5. *Hypothesis/sub-hypothesis, if any :* No.

6. (a) *Approach including research design, if any) :* Analytical.
   (b) *Method of study/investigation :* Objective.

7. *Sources of date/information :* Primary and secondary.

8. *Plan of Thesis (Para and Chapters) :*

   Chapter - 1 : Dr. Masood Ahmad : Ahwal O'Asar

   Chapter - 2 : Dr. Masood Ahmad : Ek Dini Mofakkir Aur Danishwar Ki Haisiyat Se

   Chapter - 3 : Dr. Masood Ahmad Ki Nasri Nigarshat

   Chapter - 4 : Dr. Masood Ahmad : Ek Sahib Terz Insha Pardaz Ki Haisiyat Se

   Chapter - 5 : Dr. Masood Ahmad Ki Dini 'O Adabi Khidmat

   Chapter - 6 : Mohakma

   Kitabiyat.

آئینۂ رضویات

(حصّہ سوم)

— مرتّبہ —

محمّد عبدالستّار طاھر


باب ۱


سیرت

۱۔ سیرت

۱۔ الاستمداد علی اجیال الارتداد ۱۹۷۶ء / ۱۳۹۶ھ
از امام رضا خاںؒ

۲۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی
از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۸۱ء

۳۔ حیات امام اہل سنت
از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد فروری ۱۹۸۱ء

۴۔ اُجالا
از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۸۲ء

۵۔ دائرہ معارف امام احمد رضا
از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۸۳ء

۶۔ الدولۃ المکیہ
از: امام احمد رضا خاں ۱۹۸۷ء

الاستمداد علی اجیاد الارتداد

از امام احمد رضا خاں بریلوی

"امام احمد رضا نے دیوبندی عقائد کے بارے میں بارگاہ خداوندی میں استغاثہ پیش کیا۔ جس پر مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی نے حواشی لکھے۔۔۔۔۔۔۔

"الاستمداد" کی اولین طباعت 1337ھ میں ہوئی۔ اور طباعت ثانی' 1396ھ میں ادارہ "مظہر فیض رضا" کے زیر اہتمام فیصل آباد سے ہوئی۔



فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نسباً "پٹھان" مسلکاً "حنفی" مشرباً" قادری اور مولداً "بریلوی تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ (م۔1297ھ /1880ء) اور جد امجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ (م۔1282ھ /1866ء) بلند پایہ عالم اور صاحب دل تھے۔1

فاضل بریلوی نے اپنے نعتیہ دیوان میں ان دونوں بزرگوں کا اس طرح ذکر فرمایا

احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا2



فاضل بریلوی کی ولادت باسعادت' 10/۔ شوال المکرم 1272ھ مطابق 4۔ جون 1856ء کو بریلی (یو۔پی) میں ہوئی۔3 خود فاضل بریلوی نے اس آیہ کریمہ سے اپنا سنہ ولادت نکالا ہے۔

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ4

(ترجمہ) وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنی طرف سے روح کے ذریعے ان کی مدد فرمائی۔

فاضل بریلوی کا اسم گرامی "محمد" رکھا گیا اور تاریخی نام "المختار" (1272ھ /1856) لیکن جد امجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ نے "احمد رضا" تجویز فرمایا' بعد میں فاضل بریلوی نے خود اس اسم شریف کے ساتھ "عبدالمصطفیٰ" کا اضافہ فرمایا' چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے۔5



1۔ رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند (ترجمہ اردو) مطبوعہ کراچی (1381ھ /1961ء) ص 58' 193' 531
2۔ احمد رضا خاں: حدائق بخشش (1325ھ /1907ء) حصہ دوم' مطبوعہ کراچی' ص 58
3۔ رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند' ص 98
4۔ بدر الدین احمد: سوانح اعلیٰ حضرت' مطبوعہ لاہور' ص 85
5۔ احمد رضا خاں: حدائق بخشش' حصہ اول' مطبوعہ کراچی ص 80

فاضل بریلوی نے اپنی فطری ذکاوت کی بنا پر 13 سال 10 مہینے اور 5 دن میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی' ایک جگہ خود تحریر فرماتے ہیں:

> وذالک لمنتصف شعبان 1286ھ الف وماتین وست وثمانین وانا اذ ذاک ابن ثلثہ عشر عاما وعشرہ اشھر وخمسۃ ایام وفی ھذا التاریخ فرضت علی الصلوۃ وتوجھت الی الاحکام 1
>
> (ترجمہ) وسط شعبان 1286ھ /1869ء میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی اور اس وقت میں 13 سال 10 ماہ اور 5 دن کا ایک نو عمر لڑکا تھا اور اسی تاریخ کو مجھ پر نماز فرض ہوئی اور میں احکام شرعی کی طرف متوجہ ہوا۔

علوم عربیہ سے فراغت کے بعد ہی آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ نے افتاء کی ذمہ داریاں بھی آپ کو تفویض کر دیں اور اس چھوٹی سی عمر میں فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا۔ مولانا ظفرالدین بہاری کے نام ایک مکتوب میں خود تحریر فرماتے ہیں۔

> بحمدہ تعالیٰ فقیر نے 14۔ شعبان 1282ھ کو 13 برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اور 7 دن اور زندگی بالخیر ہے تو دس شعبان 1336ھ /1917ء کو اس فقیر کو فتوی لکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے' اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کر سکتا ہے۔ 2



فاضل بریلوی نے علوم درسیہ کے علاوہ دیگر علوم وفنون کی بھی تحصیل کی اور بعض علوم وفنون میں تو خود آپ کی طبع سلیم نے رہنمائی کی۔ ایسے تمام علوم وفنون کی تعداد 45 ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

1۔ احمد رضا خاں: الاجازۃ الرضویہ مکہ المبجلہ (1332ھ /1905ء)

2 ظفرالدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت' جلد اول' مطبوعہ کراچی' ص 280 مکتوب بنام مولانا ظفرالدین بہاری محررہ 7/ شعبان 1336ھ /1917ء

1۔ علم قرآن' 2- علم حدیث 3'3-اصول حدیث' 4- فقہ (جملہ مذاہب)' 5-اصول فقہ' 6- جدل' 7-تفسیر' 8- عقائد' 9- کلام' 10-نحو' 11- صرف' 12- معانی' 13-بیان' 14-بدیع' 15- منطق' 16-مناظرہ' 17- فلسفہ' 18-تکسیر' 19- هیاۃ' 20- حساب' 21- ہندسہ 22[1]- قرأۃ' 23- تجوید' 24- تصوف' 25- سلوک' 26-اسماء الرجال' 28- سیر' 29- تاریخ' 30- نعت' 31- ادب 2۔' 32-ارثماطیقی' 33- جبرو مقابلہ' 34-حساب ستینی' 35-لوگارثمات' 36-توقیت' 37- مناظرو مرایا' 38-اکر' 39- زیجات' 40-مثلث کروی' 41- مثلث مسطح' 42-هیاۃ جدیدہ' 43- مربعات' 44- جفر' 45-زائرچہ۔ 3

مندرجہ بالا علوم کے علاوہ علم الفرائض' عروض و قوافی' نجوم' اوفاق' فن تاریخ (اعداد) نظم و نثر فارسی' نثرو نظم ہندی' خط نسخ اور خط نستعلیق وغیرہ میں بھی کمال حاصل کیا۔ اس طرح فاضل بریلوی نے جن علوم وفنون پر دسترس حاصل کی' ان کی تعداد 45 سے متجاوز ہو جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں عالم اسلام میں مشکل ہی سے کوئی ایسا عالم نظر آئے گا جو اس قدر علوم و فنون پر دستگاہ رکھتا ہو۔

پھر یہی نہیں کہ فاضل بریلوی نے ان علوم کی تحصیل کی بلکہ ہر ایک علم و فنون میں اپنی کوئی نہ کوئی یادگار چھوڑی' خود تحریر فرماتے ہیں:

---

3 فاضل بریلوی نے سند حدیث مسلسل تین واسطوں سے حاصل کی جس کا موصوف نے الاجازۃ الرضویہ میں تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ (ص۔58 تا 62) دو واسطے قابل ذکر ہیں' ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے اور دوسرا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے وابستہ ہے

1 ان 21 علوم و فنون کے متعلق فاضل بریلوی نے یہ صراحت کی ہے:
فہذہ احدی و عشرون علما اخذت جلہا ان کلہا عن امام المناظرۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد' (الاجازات المتینہ' ص 32)
یہ 21 علوم میں نے اپنے والد ماجد (مولانا نقی علی خان) سے حاصل کئے۔ (ترجمہ و تلخیص)

2 نمبر شمار 22 سے 31 تک کے علوم و فنون کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ ان اساتذہ سے حاصل کئے
(1) شاہ آل رسول مارہروی (م۔1296ھ, 1879ء)
(2) مولانا محمد نقی علی خاں (1297ھ, 1579ء)
(3) احمد بن زین دحلان مکی (م۔1304ھ /1886ء)
(4) شیخ عبدالرحمن مکی (م۔1301ھ /1883ء)
(5) شیخ حسین بن صالح (م۔1302ھ /1884ء)
(6) شاہ ابوالحسین احمد النوری۔ (1324ھ /1906

3 احمد رضا خاں: الاجازۃ المتینہ لعلماء بکہ والمدینہ' (1324ھ' ص 39,35

ولی فی کلھا اوجلھا تحریرات و تعلیقات من زمن طلبی الی ھذا الحین 1۔(1223ھ /1905ء)

ہم تصانیف کے ذیل میں مختصراً" اس پر روشنی ڈالیں گے۔

☆

جن علوم و فنون کا اوپر ذکر کیا گیا ان میں سے بعض کو فاضل بریلوی نے خود ترک فرما دیا اور بعض کو اپنایا۔ اس ترک و قبول پر موصوف نے خود روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

فمنذ ذالک ترکتہ الفلسفتہ الاولی لانی لم ارفیھا الزخرفتہ ورایت ظلمتھا تاتی بالرین و تجلب الشین و تسلب الدین فخفت منھا علی الدین خوف الدین اعقل من نقل الدین و اشتغالی بالھیاۃ والھندسۃ والزیج وللوغار رثمات و فنون الریاضی لیس لیکون فیہ ارتیاضی بد انما التوجہ ترویحا" للقلب علی جھتہ التفکہ نعم ربما اقصد حاالعلم التوقیت و تحدید الاوقات نفعا" للمسلمین فی الصوم والصلوۃ

اماتونی التی اتاھا ولھا ورزقت لعبھا شغفا وولھا فاحمد للہ ______ حمایتہ جانب سید المرسلین صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین من الطالتہ لسان کل وحابی مھین بکلام مھین وھذا وھو حسبی ان یتقبد ربی وھذا ھو ظنی رحمتہ ربی وقد قال انا عند ظن عبدی بی' ثم کابتہ بقیتہ المبتد عین ممن یدعی الدین وما ھم الا المفسدین' ثم الافتاء بقدر الطاقتہ علی المذھب الحنفی المتین المبین۔ 2

(نوٹ): فاضل بریلوی کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خان نے قیام حرمین شریفین کے زمانے (24۔1223ھ) میں فاضل بریلوی کے سندات اجازت جو علمائے حرمین کو عنایت فرمائیں' علمائے عرب کے مکتوب (جو فاضل بریلوی کو ارسال کئے گئے) اس کے علاوہ دیگر تفصیلات کو اجازات المتینہ میں جمع کر دیا ہے۔ یہ مجموعہ سوانحی حیثیت سے بہت اہم ہے۔

حاشیہ صفحہ گزشتہ

احمد رضا خان: الاجازۃ الرضویہ لمبجل المکتہ البھیتہ' (قلمی) ص 37،38

(نوٹ): الاجازۃ الرضویہ الخ الاجازات المتینہ (مرتبہ مولانا حامد رضا خان) میں شامل دوسری سند کا تاریخی نام ہے جو شیخ اسمٰعیل خلیل وغیرہم کو فاضل بریلوی نے عنایت فرمائی تھی۔ الاجازات المتینہ کا ایک قلمی نسخہ مرتبہ محمد صدیق اکبر صاحب جو جناب مفتی اعجاز ولی صاحب (لاہور) کے نسخہ پر مبنی ہے۔ جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی عنایت سے ملا ہے جس کے لئے ان کا شکر گزار ہوں۔ محمود

(ترجمہ و تلخیص) میں نے اس وقت سے فلسفہ اولیٰ کو ترک کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس میں سوائے طبع کاری کے کچھ نہیں۔ اس کی ظلمت اور زنگ ایسا چھاتا ہے کہ دین سلب کر لیتا ہے اور اس ظلمت کی وجہ سے قیامت کا خوف ہلکا ہو جاتا ہے اس لئے میں نے اپنی دینی ذمہ داریوں پر غور کیا ـــــــ اور ہیئت، ہندسہ، نجوم، لوگاشات اور فنون ریاضی سے میرا شغف اس لئے نہیں کہ اس میں مجھے مزید مشق حاصل ہو بلکہ یہ توجہ تو محض تفریح طبع کے لئے ہے اس کے علاوہ اس سے وقت کی تعیین اور تعدیل میں مدد ملتی ہے جس سے مسلمانوں کو نماز روزے میں فائدہ پہنچتا ہے۔

مجھے تین کاموں سے دلچسپی ہے اور ان کی لگن مجھے عطا کی گئی ہے۔ تفصیل یہ ہے:

(1) سید المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین کی حمایت کرنا کیونکہ ہر ذلیل وہابی آپ کی شان میں توہین آمیز کلام سے زبان درازی کر رہا ہے ـــــــ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا رب اسے قبول فرمائے گا اور رب کی رحمت کے بارے میں میرا یہی ظن ہے کہ اس نے خود فرمایا ہے:

"میں اپنے بندے سے اس کے حسن ظن کے مطابق معاملہ فرماتا ہوں"۔

(2) ان کے علاوہ دیگر بدعتیوں کی بیخ کنی جو دین کے دعویدار ہیں حالانکہ وہ مفسد محض ہیں۔

(3) حسب استطاعت اور واضح مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی

☆

فاضل بریلوی 1294ھ / 1877ء میں اپنے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خاں علیہ الرحمہ کے ہمراہ حضرت شاہ آل رسول علیہ الرحمہ (م 1297ھ / 1879ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہو کر اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے ـــــــ فاضل بریلوی نے اپنے دیوان میں اپنے مرشد طریقت کی شان میں ایک منقبت لکھی ہے جس کا مطلع ہے۔

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول

خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول

1۔ احمد رضا، الاجازات المتینہ، مکمل حصہ دوم، ص 25

فاضل بریلوی کو جن سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت حاصل تھی اس کی تفصیل خود موصوف نے اس طرح لکھی ہے۔

(1) قادریہ برکاتیہ جدیدہ' (2) قادریہ آبائیہ قدیمہ' (3) قادریہ اھدلیہ' (4) قادریہ رزاقیہ' (5) قادریہ منوریہ' (6) چشتیہ نظامیہ قدیمہ' (7) چشتیہ محبوبیہ جدیدہ' (8) سہروردیہ واحدیہ' (9) سہروردیہ فضلیہ' (10) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ (11) نقشبندیہ علائیہ علویہ' (12) بدیعیہ' (13) علویہ منامیہ 1 وغیرہ وغیرہ۔

مندرجہ بالا سلاسل میں اجازت کے علاوہ فاضل بریلوی کو مصافحات اربعہ کی سندات بھی ملیں جس کی تفصیل موصوف نے اس طرح تحریر فرمائی ہے:

(1) مصافحۃ الجنیہ (2) مصافحۃ الخضریہ (3) مصافحۃ المعمریہ

(4) مصافحۃ المنامیہ۔ 2

ان مصافحات و اجازات کے علاوہ مختلف اذکار' اشغال و اعمال وغیرہ کی بھی آپ کو اجازت حاصل تھی مثلاً "خواص القرآن' اسماء الٰہیہ' دلائل الخیرات' حصن حصین' حزب البحر' حزب البر' حزب النصر' حرز الامیرین' حرز ایمانی' دعاء مغنی' دعاء حیدری' دعاء عزرائیل' دعاء سریانی' قصیدہ غوثیہ' صلوٰۃ الاسرار' قصیدہ بردہ وغیرہ وغیرہ۔

☆

1295ھ /1878ء میں فاضل بریلوی اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کی معیت میں زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے۔ اس سفر مبارک میں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ روانگی کے وقت ایک نظم تحریر فرمائی جو واردات و کیفیات قلبیہ کی آئینہ دار ہے اور جسکے حرف حرف سے بوئے محبت پھوٹ رہی ہے۔ اس نظم کا مطلع ہے۔

1- حامد رضا خاں: الاجازات المتینہ' ص 41,40
2- ایضاً' ص 42
3 احمد رضا خاں' حدائق بخشش' حصہ اول ص 75

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے' کعبہ کا کعبہ دیکھو۳

اس سفر مقدس میں حرمین شریفین کے اکابر علماء مثلاً "مفتی شافعیہ سید احمد دحلان (م۔1304ھ /1886ء) اور مفتی حنفیہ شیخ عبدالرحمن سراج مکی (م 1301ھ /1883ء) وغیرہم سے حدیث' تفسیر' فقہ اور اصول فقہ میں سندیں حاصل کیں۔ اور اس سفر مبارک میں حرم شریف میں نماز مغرب کے بعد ایک روز امام شافعیہ شیخ حسین بن صالح (م 1302ھ /1884ء) بغیر کسی سابقہ تعارف کے آگے بڑھ کر فاضل بریلوی کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور اپنے گھر لے جاتے ہیں' فرط محبت سے دیر تک آپ کی نورانی پیشانی دیکھتے رہتے ہیں اور جوش عقیدت میں فرماتے ہیں:

انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین ۲

"بیشک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور محسوس کر رہا ہوں"

شیخ حسین بن صالح موصوف نے فاضل بریلوی کو صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے عنایت فرمائی اور آپ کا نام ضیاء الدین احمد رکھا۔

☆

1323ھ / 1905ء) میں فاضل بریلوی دوسری بار حج بیت اللہ اور زیارت "حرمین شریفین" کے لئے تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر ایک نظم لکھی تھی جو ان کے نعتیہ دیوان میں شامل ہے اور جس کا مطلع ہے:

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پہ نثار جان فلاح و ظفر کی ہے۱

1۔ رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند ص 99
(نوٹ): مولانا رحمان علی نے اس سفر حج کے واقعات و حالات کو تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے ہم نے یہ تمام تفصیلات اس کتاب میں مناسب جگہ درج کر دی ہیں۔

1۔ احمد رضا خاں: حدائق بخشش' حصہ اول' ص 92

اس سفر مبارک میں علمائے حجاز نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی جس کا بخوبی اندازہ حسام الحرمین (1324ھ /1906ء) الدولۃ المکیہ (1324ھ /1906ء) اور کفل الفقیہ (1324ھ /1906ء) وغیرہ کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ چونکہ یہ ہماری کتاب کا موضوع ہے اس لئے ہم نے اصل کتاب میں اس پہلو پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ یہاں مختصراً کچھ عرض کرتے ہیں۔

مکہ معظمہ میں فاضل بریلوی کی جو قدر و منزلت ہوئی اس کا آنکھوں دیکھا حال شیخ اسماعیل خلیل علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اہل مکہ جوق در جوق آپ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ بہت سے حضرات نے آپ سے التجا کی کہ ان کو سند اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ چنانچہ ان کے اصرار کی وجہ سے ایسا ہی کیا گیا۔

مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ اس سفر میں فاضل بریلوی کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے "الاجازات المتینہ" کے مقدمے میں لکھا ہے کہ اجازت طلبی کے لئے سب سے پہلے مولانا سید عبدالحیٔ مکی (م 1332ھ /1913ء) تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ ایک جوان صالح شیخ حسین جمال بن عبدالرحیم بھی تھے۔ دونوں حضرات کو سندات اجازت مرحمت فرمائیں۔ ان کے بعد مولانا شیخ صالح کمال (م۔ 1325ھ /1907ء) اور بعض دوسرے اہل علم آئے اور اجازت سے مشرف ہوئے۔ پھر مولانا سید اسماعیل خلیل (م 1331ھ /1920ء) تشریف لائے' چنانچہ موصوف کو اور ان کے بھائی سید مصطفیٰ خلیل (م 1339ھ /1920ء) کو اجازت سے نوازا گیا۔ ان کے بعد شیخ احمد خضراوی تشریف لائے پھر اور لوگ بھی آنے لگے سب کو اجازت سے مشرف فرمایا۔ بعض حضرات رہ گئے تو ان سے وعدہ فرمایا کہ وطن عزیز واپسی کے بعد سندات ارسال کر دی جائیں گی۔ قیام مکہ ہی کے زمانے میں شیخ عبدالقادر کردی (م 1346ھ /1927ء) اور ان کے صاحب زادے شیخ فرید (م۔ 1335ھ /1916ء) اور سید محمد عمرو غیرہم کو بھی اجازت سے مشرف فرمایا۔ اس کے بعد فاضل بریلوی دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے یہاں جس اکرام و اعزاز سے نوازا گیا اس کا آنکھوں دیکھا حال مولانا عبدالکریم مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ (م۔ 1333ھ) کی زبانی سنئے۔ وہ اپنے ذاتی تاثرات کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

انی مقیم بالمدینۃ الامنتہ منذ سنین ویاتیھا من الھند الوف من العلمین۔ فیھم علماء وصلحاء واتقیاء رایتھم یدورون فی سکک البلد

لايلتفت اليهم من اهله احدواری العلماء الکبار العظماء الیک مهرعین و باجلالک مسرعین ذالک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم1

(ترجمہ وتلخیص) میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں' ہندوستان سے ہزاروں صاحب علم آتے ہیں ان میں علماء' صلحاء' اتقیا سب ہی ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ شہر کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں اور کوئی بھی ان کو مڑکر نہیں دیکھتا' لیکن فاضل بریلوی (کی شان عجیب ہے) یہاں کے علماء اور بزرگ سب ہی ان کی طرف جوق در جوق چلے آرہے ہیں اور ان کی تعظیم میں بعجلت تجیل کوشاں ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

مدینہ طیبہ میں بھی فاضل بریلوی سے بہت سے علماء نے اجازت حاصل کی' بہت سوں کو زبانی اجازت مرحمت فرمائی اور بعض حضرات سے وعدہ کیا کہ وطن عزیز واپسی کے بعد سندات ارسال کردی جائیں گی مثلاً "شیخ عمر بن حمدان المحرسی' سید مامون البری' شیخ الدلائل شیخ محمد سعید وغیرہ ہم۔ چنانچہ وطن واپسی کے بعد سندات کی ترسیل میں تاخیر ہوئی تو ان حضرات نے یاد دہانی کرائی۔ سید اسماعیل خلیل (م۔ 1331ھ /1920ء) اسی قسم کے ایک وعدے کی یاد دہانی اپنے مکتوب محررہ 16/ ذی الحجہ 1325ھ /1907ء میں اس طرح کراتے ہیں۔

وو عدتم الحقیر واخاہ بارسال الاجازۃ بمرویاتکم فلم تات' فکان اقرب الناس الیکم ابعد ھم اوکنا نسیا "منسیا"2

(ترجمہ) آپ نے حقیر اور اس کے بھائی سے اپنی مرویات کی اجازت بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا' لیکن ابھی تک اجازت موصول نہیں ہوئی جو آپ سے زیادہ قریب تھا وہ بہت دور ہو گیا' یا ہمیں بالکل ہی بھلا دیا گیا ہے؟

اسی طرح سید مامون البری مدنی اپنے مکتوب محررہ محرم الحرام 1326ھ /1908ء میں اس طرح یاد دہانی کراتے ہیں۔

1۔ حامد رضا خاں: الاجازۃ المتینہ' ص۔ 7

2۔ حامد رضا خاں: الاجازۃ المتینہ' ص 9' 10

وقد وقع منكم الوعد عند وصولكم الی المدینۃ الطیبۃ بان تمنحوا من فضائلکم الاجازۃ فی علوم الحدیث والتفسیر وغیرھا للفقیر' والفقیر منتظر انجاز ذالک الوعد وکتابتہ وارسالہ الخیر خیر باو عد ۲

(تلخیص) مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ علوم حدیث اور تفسیر وغیرہ میں حقیر کو سند اجازت تحریر فرماکر ارسال کریں گے۔ فقیر ایفائے وعدہ کا منتظر ہے۔

☆

وطن عزیز واپسی کے بعد فاضل بریلوی کی خدمت میں علمائے عرب نے جو خطوط ارسال فرمائے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں محبت و عظمت راسخ ہو چکی تھی۔ چنانچہ سید اسماعیل خلیل حافظ کتب الحرام اپنے ایک مکتوب محررہ 12 رجب الرجب 1324ھ /1906ء میں فاضل بریلوی کے مکتوب گرامی موصول ہونے پر اپنی مسرت وانبساط کا اس طرح اظہار فرماتے ہیں:

وصلنا عزیز مشرفکم علی طراز فخار علماء المدینۃ المنورۃ علی صاحبھا افضل الصلوۃ والسلام فقراناہ والسرور والحبور حزایدات وتلوناہ والدموع والزافرات تتابعات۔ فما علمنا ھل ذالک لشدۃ الاشتیاق ام لعدم حصول الوصال والتلاق ا

(ترجمہ و تلخیص) ہمیں آپ کا گرامی نامہ ملا' اس کو پڑھا تو خوشی پر خوشی میسر آئی اور آگے پڑھا تو آنسو بہنے لگے اور آہوں سے ہچکیاں بندھ گئیں۔ نہ معلوم یہ کیفیت شدت اشتیاق کی وجہ سے پیدا ہوئی یا وصل و ملاقات سے حرماں نصیبی کی وجہ سے!

اسی طرح ایک مکتوب محررہ 16 ذی الحجہ 1325ھ /1907ء کا اس طرح آغاز فرماتے ہیں:۔

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعد بعدہ شیخ الاسلام بلا مدافع' وحید العصر بلا منازع' شیخنا واستاذنا وملاذنا

2۔ ایضاً: ص13و14
1۔ حامد رضا خاں: الاجازۃ المتینۃ' ص 11

و قدوتنا و عمدتنا لیر بنا و معادنا المولوی احمد رضا خان سلمہ المنان المنان ۲

(ترجمہ و تلخیص) تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو یکتا ہے اور درود و سلام اس مقدس ہستی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں' بے بدل شیخ الاسلام' بلا تردید یکتائے روزگار ___ ہمارے محبوب شیخ اور آقا' ہمارے پسندیدہ تاکہ اور دین و دنیا میں ہمارا سہارا مولوی احمد رضا خاں ___ خدائے حنان و منان انہیں سلامت رکھے۔

اسی طرح مولانا سید مامون البری المدنی علیہ الرحمہ اپنے مکتوب محررہ محرم الحرام 1326ھ /1908ء کا اس طرح آغاز فرماتے ہیں' اس تحریر کے حرف حرف سے جوش عقیدت و محبت نمایاں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد اللہ والصلوۃ علی رسول اللہ الی الاستاذ العلامۃ البارع والملاذ الفہامۃ اللامع' صاحب القلم السیال والکلم الفائق لطلھا نعیم الاسمار' ذاالکمالات العالیۃ التی لاتتصور کنھھا بر سم وحد' فھوا لحقیق بان یقال انہ فی عصرہ اوحد' کیف وفضلہ اشھر من نار علی علم' والمنبور علی عالی ھممہ عند الامم ______ اعنی بہ حضرۃ الجناب الکرم المحترم وحید الاوان الشیخ سیدی احمد رضا خان ابقی اللہ عزہ و جلالہ عن الزوال ماموناو عن آفات الدھر مصونا آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ا

(ترجمہ) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ والصلوۃ علی رسول اللہ بنام نامی استاذ العلامہ' جو شیریں بیان' خوش فکر' روشن ضمیر اور صاحب تقریر و تحریر ہیں۔ ان کی حلاوت بیان شب خیز و اطلین کی تاثیر رکھتی ہے۔ (ان کی) تحریریں بلند کمالات کی آئینہ دار ہیں' ہاری النظر میں ہم ان کے کمالات عالیہ کے حقائق کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ حقیقت میں یوں کہنا چاہئے کہ موصوف اپنے زمانے میں یکتا ہیں اور ان کا علم و فضل مشہور ہے اور وہ اقوام کے نزدیک اپنی عالی ہمتی کی وجہ سے معروف ہیں۔ (کون؟) اس سے میرا اشارہ حضرت

1۔ حامد رضا خاں: الاجازۃ المتینہ' ص 13

جناب مکرم و محترم یکتائے روزگار سیدی احمد رضا خاں کی طرف ہے۔ اللہ عزوجل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انہیں زوال و نکبت اور آفات زمانہ سے بچائے رکھے (آمین)۔

فاضل بریلوی کی علمیت و فقاہت اور روحانی عظمت سے عرب و عجم کے بیشتر علماء متاثر تھے۔ ہم نے ان تمام تاثرات کو آئندہ اوراق میں قلم بند کیا ہے۔



فاضل بریلوی نے 25 صفرالمظفر 1340ھ/1921ء یوم جمعۃ المبارک دوپہر دو بج کر 38 منٹ پر بریلی میں وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ___ مولانا حسنین رضا خاں جنہوں نے اس الوداعی سفر کا روح پرور نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ تحریر فرماتے ہیں کہ فاضل بریلوی نے:

وصیت نامہ تحریر کرایا پھر اس پر خود عمل کرایا۔ وصال شریف کے تمام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ارشاد ہوتے رہے' جب 2 بجنے میں 4 منٹ باقی تھے وقت پوچھا' عرض کیا گیا۔ "اس وقت 1 بج کر 56 منٹ ہو رہے ہیں" فرمایا۔ "گھڑی رکھ دو" _______ یکایک ارشاد فرمایا "تصویر ہٹا دو" _____ حاضرین کے دل میں خیال گزرا کہ یہاں تصاویر کا کیا کام' یہ خطرہ گزرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا "یہی کارڈ' لفافہ' روپیہ' پیسہ" _____ پھر ذرا وقفے سے برادر معظم حضرت مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب سے ارشاد فرمایا' "وضو کر آؤ' قرآن عظیم لاؤ" _____ ابھی وہ تشریف نہ لائے تھے کہ برادرم مولانا مصطفیٰ رضا خاں سے پھر ارشاد فرمایا" "اب بیٹھے کیا کر رہے ہو' سورہ یٰسین شریف اور سورہ رعد شریف تلاوت کرو" _____

اب آپ کی عمر شریف سے چند منٹ رہ گئے ہیں' حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں' ایسے حضور قلب اور تیقظ سے سنیں کہ جس آیت میں اشتباہ ہوا یا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقت زبان سے زیر و زبر میں اس وقت فرق ہوا' خود تلاوت فرما کر بتادی

سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے تمام و کمال بلکہ معمول شریف سے زائد پڑھیں پھر کلمہ طیبہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پورا پڑھا۔ جب اس کی طاقت نہ رہی اور

سینے پر دم آیا' ادھر ہونٹوں کی حرکت اور ذکر پاس انفاس کا ختم ہونا تھا کہ چہرہ مبارک پر ایک لمعہ نور کا چمکا جس میں جنبش تھی جس طرح آئینے میں لمعان خورشید جنبش کرتا ہے اس کے غائب ہوتے ہی وہ جان نور جسم اطہر حضور سے پرواز کر گئی انا للہ وانا الیہ راجعون ____خود اسی زمانے میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا "جنہیں ایک جھلک دکھا دیتے ہیں وہ شوق دیدار میں ایسے جاتے ہیں کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا۔1

مولانا عبد العزیز محدث مراد آبادی (استاذ دارالعلوم اشرفیہ' اعظم گڑھ) درگاہ اجمیر شریف کے سجادہ نشین دیوان سید آل رسول صاحب کے عم محترم علیہ الرحمہ (جو ایک بلند پایہ بزرگ تھے) کی زبانی ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جس سے فاضل بریلوی کی ساعت وصال کی حقیقی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے' راوی معتبر ہے اور بات خواب کی ہے' اس لئے تنگ دلی یا تعصب سے کسی کا جھٹلانا نامناسب اور غیر معقول ہے جن کو اللہ تعالٰی نے بصیرت قلبی سے نوازا ہے وہ اس واقعہ سے ضرور روشنی حاصل کریں گے۔

فاضل' موصوف فرماتے ہیں:

ماہ ربیع الثانی 1340ھ /1921 میں ایک شامی بزرگ دہلی تشریف لائے' ان کی آمد کی خبر پاکر' ان سے ملاقات کی۔ بڑی شان و شوکت کے بزرگ تھے' طبیعت میں بڑا ہی استغناء تھا' مسلمان جس طرح عربوں کی خدمت کیا کرتے تھے' ان کی بھی خدمت کرنا چاہتے تھے' نذرانہ پیش کرتے تھے مگر وہ قبول نہیں کرتے تھے' اور فرماتے تھے کہ بفضلہ تعالٰی میں فارغ البال ہوں' مجھے ضرورت نہیں' ان کے اس استغناء اور طویل سفر سے تعجب ہوا' عرض کیا "حضرت یہاں تشریف لانے کا سبب کیا ہے؟" ____فرمایا "مقصد تو بڑا زریں تھا لیکن حاصل نہ ہوا جس کا افسوس ہے"۔

"واقعہ یہ ہے کہ 25 صفر 1340ھ کو میری قسمت بیدار ہوئی' خواب میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی زیارت نصیب ہوئی' دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین حاضر دربار ہیں' لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے' قرینے سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی کا انتظار ہے' میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا "فداک ابی

1۔ بدر الدین احمد: سوانح اعلٰی حضرت' مطبوعہ لاہور' ص 361و 362

والی' کس کا انتظار ہے؟" ______ ارشاد فرمایا "احمد رضا کا انتظار ہے" میں نے عرض کیا' "احمد رضا کون ہیں؟" ______ فرمایا "ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں" ______ بیداری کے بعد میں نے تحقیق کی' معلوم ہوا مولانا احمد رضا خان صاحب بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں' اور بقید حیات ہیں' مجھے مولانا کی ملاقات کا شوق ہوا۔ میں ہندوستان آیا' بریلی پہنچا' معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا اور وہی 25 صفر ان کی تاریخ وصال تھی۔ میں نے یہ طویل سفر صرف ان کی ملاقات کے لئے ہی کیا لیکن افسوس کہ ملاقات نہ ہو سکی۱۔

از در دوست چہ گویم بچہ عنواں رفتم
ہمہ شوق آمدہ بودم' ہمہ حرماں رفتم

شہر بریلی محلہ سوداگران میں دار العلوم منظر اسلام کے شمالی جانب ایک پر شکوہ عمارت میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ کا عرس ہر سال 24 اور 25 صفر کو ہوا کرتا ہے اور اکناف ہند کے علماء و مشائخ اس میں شریک ہوتے ہیں۔



فاضل بریلوی کی باقیات صالحات میں ان کی لاتعداد تصانیف اقابل ذکر ہیں ____ ایک اندازے کے مطابق یہ تصانیف و تعلیقات پچاس مختلف علوم و فنون پر ایک ہزار کے قریب ہیں۔۲ مولانا رحمان علی نے اپنی تالیف "تذکرہ علمائے ہند" میں (جو 1305ھ / 1887ء میں لکھنی شروع کی) فاضل بریلوی کی پچاس تصانیف کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے۔

تصانیف وے تا ایں زماں ہفتاد و پنج مجلد رسیدہ اند۔۳

1۔ بدر الدین احمد: سوانح اعلیٰ حضرت' ص 366 تا 368 (بحوالہ ماہنامہ پاسبان (الہ آباد) شمارہ مارچ و اپریل 1922ء ص 4)

1۔ یوسف الیادر سرکیس نے معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ میں "الشیخ احمد رضا" کے ذیل میں مندرجہ ذیل دو کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ غالباً یہ بھی فاضل بریلوی کی تصانیف ہیں۔
(ا) ہدیۃ المعلمین الی ما یجب فی الدین (1330ھ / 1911ء)
(ب) الغراقیات۔ (1331ھ / 912ء)
(معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ' مطبوعہ مصر۔ 1346ھ / 1928ء) جلد اول ص 939

1۔ ضمیمہ المعتقد المنتقد (مع المعتمد المستند) مطبوعہ لاہور (از مفتی محمد اعجاز ولی خاں) ص 666

3۔ رحمان علی (تذکرہ علمائے ہند' مطبوعہ لکھنؤ' 1332ھ / 1914ء)' ص۔ 18

اس وقت فاضل بریلوی کی عمر تقریباً 31 سال ہوگی اور چودہ برس کی عمر میں فتویٰ نویسی کا آغاز فرما کر علمی دنیا میں قدم رکھا' اس طرح یہ 75 تصانیف تقریباً 18 سال کی کاوش کا نتیجہ ہیں' اس کے بعد 35 سال حیات رہے۔ جب ابتدا کا یہ عالم ہے تو انتہاء کیسی شاندار ہوگی۔

1323ھ /1904ء میں جب کہ آپ دوسری بار زیارت حرمین شریفین اور حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں اپنی تصانیف کی تعداد دو سو تحریر فرمائی ہے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً 41 سال ہوگی۔

اس قدر تصانیف کے علاوہ فاضل بریلوی نے مختلف علوم و فنون کی تقریباً اسی کتابوں پر تعلیقات و حواشی تحریر فرمائے اور اس سارے علمی سرمایہ کے علاوہ آپ کا فقہی شاہکار "فتاویٰ رضویہ" ہے جس کا پورا نام "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" ہے 1324ھ /1904 تک فاضل بریلوی نے اس کی سات مجلدات کا ذکر فرمایا ہے جو بعد میں بارہ مجلدات تک پہنچ گئیں اور جن میں پانچ شائع بھی ہوگئیں۔ ہر ایک جلد جہازی سائز کے ہزار سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے۔ تاریخ الفتاوی میں یہ مجموعہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔

فاضل بریلوی نے اس کے چند اوراق بطور نمونہ مکہ معظمہ کے فاضل سید اسماعیل خلیل حافظ کتب الحرام کو ارسال فرمائے تھے۔ موصوف نے اپنے مکتوب محررہ 16 ذی الحجہ 1325ھ /1907ء میں ان اوراق فتاوی پر اس طرح تبصرہ فرمایا ہے۔

تفضل علمنا سیدنا بعدۃ اوراق من فتاویہ الموجزۃ نرجو اللہ عزشانہ ان یسھل ویقارب لکم الاوقات لاتمامھا اقرب حین فاخاحرۃ بان یعتنی بما جملھا اللہ تعالی لکم ذخرا لیوم المعاد واللہ اقول والحق اقول انہ لوراھا ابو حنیفۃ النعمان لاقرات عینہ ویجعل مولفھا من جملۃ الاصحاب۔ 1

(ترجمہ) ہمارے آقا نے فتاوی پر مشتمل ہمیں نمونے کے طور پر چند اوراق عنایت فرمائے ہیں۔ ہمیں اللہ عزشانہ سے امید ہے کہ وہ ان کی تکمیل کے لئے آپ کے اوقات میں آسانی اور جلدی کے مواقع عطاء فرمائے گا۔ چونکہ خالص علمیت پر مبنی ہیں۔ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو آخرت میں سرخروئی

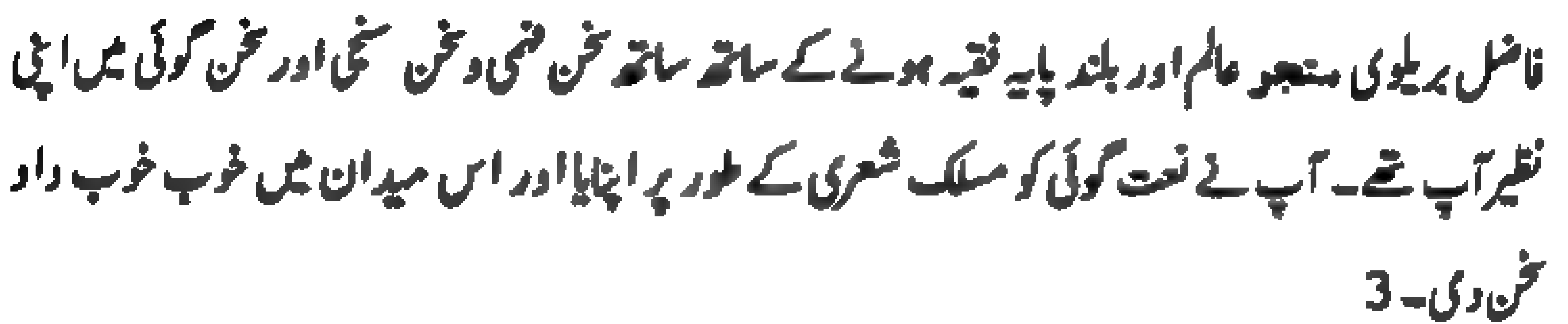
(ب) نظامی بدایونی: قاموس المشاہیر' جلد اول' ص 66
1- حامد رضا خاں: الاجازت المتینہ' ص۔ 9

عطا فرمائے گا اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں ان فتووں کو اگر ابو حنیفہ
نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی اور
اس کے مؤلف کو اپنے (اجلہ) تلامذہ میں شامل فرماتے۔

دوسرا علمی شاہکار قرآن کریم کا اردو ترجمہ ہے جو "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے 1330ھ /1911ء میں منظر عام پر آیا۔ فاضل بریلوی کے خلیفہ اور جلیل القدر عالم مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے "خزائن العرفان" کے نام سے اس پر تفسیری حواشی تحریر فرمائے۔ قرآن کریم کے اردو میں بیشمار ترجمے ہوئے ہیں گو اولیت شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کے ترجمہ موضح قرآن (1205ھ /1790ء) کو حاصل ہے لیکن نگاہ عشق و مستی سے اگر دیکھا جائے تو فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور اپنی مثال آپ ہے۔

فاضل بریلوی کی تصانیف اور تعلیقات ______ کے متعلق تفصیلات مختلف کتابوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ 2ان کی تصانیف کا تعارف بجائے خود ایک تحقیقی مقالے کا محتاج ہے۔

☆


فاضل بریلوی متبحر عالم اور بلند پایہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ سخن فہمی و سخن سنجی اور سخن گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ نے نعت گوئی کو مسلک شعری کے طور پر اپنایا اور اس میدان میں خوب خوب داد سخن دی۔ 3

1۔ مولوی سرفراز گکھڑوی نے ان حواشی پر چند اعتراضات وارد کیے ہیں جن کا مسکت جواب مولانا غلام رسول سعیدی نے "توضیح البیان لخزائن العرفان" کے نام سے تحریر کیا ہے۔

2 تفصیلات کے لئے ان ماخذ کی طرف رجوع کیا جائے۔
(ا) رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند' ص 16، 17
(ب) قاموس الکتب اردو' جلد اول۔ مطبوعہ کراچی 1961ء ص 1' 146, 218, 382, 463, 883, 910, 923, 924, 1064
(ج) بدر الدین احمد: سوانح اعلیٰ حضرت' ص 369تا381
(د) ظفر الدین بہاری: المجمل المعدد لتالیفات المجدد 1327ھ /1909ء
(نوٹ): یہ رسالہ مرکزی مجلس رضا لاہور کی طرف سے 1974ء میں شائع ہو گیا ہے۔

3 ملک شیر محمد خاں اعوان کا ایک مقالہ بعنوان "مولانا احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری" مرکزی مجلس رضا نے 1393ھ /1973ء میں لاہور سے شائع کر دیا ہے ------ ماہنامہ قاران (کراچی) ستمبر 1973ء میں (ص 44تا48) اس مقالے پر تبصرہ (بانداز تنقیص و تنقید) پڑھ کر افسوس ہوا' صرف خامیوں پر نظر رکھنا اور خوبیوں کو نظر انداز کر دینا اہل دانش کو زیب نہیں دیتا۔ مسعود

آپ کی نعتیں جذبات قلبیہ کا بے سروپا اظہار نہیں بلکہ آداب عشق و محبت کی آئینہ دار ہیں' اس حیثیت سے اردو ادب میں آپ نعت گو شعراء کے سرتاج ہیں۔

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند ہیں واصف شاہ ھدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

فاضل بریلوی کی وسعت علمی کے سامنے شعر گوئی کوئی حیثیت نہیں رکھتی لیکن یہاں اس پہلو پر مجملاً اس لئے روشنی ڈالی گئی کہ شعر گوئی میں نعت گوئی اپنا ایک مخصوص مقام رکھتی ہے اور وہ ایک عالم کے شایان شان بھی ہے بشرطیکہ حدود ادب کے اندر رہ کر کی جائے۔ فاضل بریلوی کا کمال نعت گوئی دیکھنا ہو تو یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں جس کا راوی ایک صاحب نسبت بزرگ ہے:

پشاور سے راقم کے ایک کرم فرما محترم تاج محمد صدیقی القادری دام عنایتہ' نے اپنے مرشد طریقت حضرت حافظ سید احمد شاہ صاحب قادری علیہ الرحمہ کے حوالے سے یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ جب وہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مسجد نبوی کے باہر ایک مجلس جمی ہے' سب روضہ مبارک کی طرف متوجہ بیٹھے ہیں۔ نواب رام پور بھی ہیں' ایک نعت خواں فاضل بریلوی کی یہ نعت پڑھ رہا ہے جس کا مطلع ہے۔

حاجیو! آو' شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے! کعبے کا کعبہ دیکھو

ایک کیف و سرور کا عالم ہے' مجلس پر رقت طاری ہے۔

علماء مدینہ فاضل بریلوی کی معجز کلامی کو دیکھ کر بیساختہ پکار اٹھے:

کان صاحب المشاھدۃ و صاحب مقام الفنافی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ماخوذ از مکتوب محررہ 24/ نومبر 1971ء پشاور۔

اولاد امجاد

فاضل بریلوی کے یہاں دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تولد ہوئیں (حیات اعلیٰ حضرت' ص 18) دونوں صاحبزادگان اپنے وقت کے عالم جلیل ہوئے ___ بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں ماہ ربیع الاول 1292ھ /1875ء میں بریلی میں پیدا ہوئے' محمد نام رکھا گیا اور عرف حامد رضا تجویز کیا گیا کتب معقول و منقول والد ماجد سے پڑھیں۔ 19 سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے' عربی ادب پر بڑا عبور حاصل تھا چنانچہ رسالہ الاجازۃ المتینہ کا عربی مقدمہ اس حقیقت پر شاہد ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ الدولتہ المکیہ اور الفیوضات المکیہ کا کامیاب اردو ترجمہ کیا ہے۔۔۔۔۔ 70 برس کی طویل عمر پائی' 23 سال والد ماجد کے جانشین رہے برسا برس دارالعلوم منظر اسلام میں درس حدیث دیا۔ علم و فضل میں اپنے والد ماجد کا آئینہ تھے فاضل بریلوی آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ "حامد منی انا من حامد"

مولانا حامد رضا خاں صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ مسئلہ ختم نبوت پر رسالہ "الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی" مسئلہ اذان پر "سد الفرار" طبع ہو چکے ہیں رسالہ "ملا جلال" کا حاشیہ قلمی صورت میں محفوظ ہے' نعتیہ دیوان اور مجموعہ فتاویٰ حال ہی میں شائع ہو چکے ہیں۔ مولانا حامد رضا خان نے 17/ جمادی الاول 1362ھ /1942ء کو عین حالت نماز میں وصال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دوسرے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خان 22 ذی الحجہ 1310ھ /1892ء کو پیدا ہوئے ان کا نام محمد رکھا گیا اور عرفی نام مصطفیٰ رضا تجویز کیا گیا۔ ابتداء میں برادر بزرگ سے تعلیم حاصل کی' پھر مولانا شاہ رحیم الٰہی منگلوری سے خاص طور پر مستفید ہوئے۔ 1 اس بعد والد ماجد سے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔

مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے اشاعت و تبلیغ اسلام اور تحریک پاکستان کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا۔ چنانچہ 1343ھ /1924ء میں شروھا نند کے فتنہ ارتداد کا مقابلہ کیا اور تبلیغی مشن میں مقیم رہے۔ 1362ھ /1942ء میں تحریک پاکستان کی حمایت کے سلسلے میں آل انڈیا سنی کانفرنس (جمہوریت اسلامیہ مرکزیہ) کے اجلاس میں شریک ہوئے اور اسلامی حکومت کے لائحہ عمل کی تشکیل کے لئے جو کمیٹی بنائی گئی تھی اس کے ایک اہم رکن تھے۔ 1

1۔ محمود احمد قادری: "تذکرہ علماء اہل سنت" مطبوعہ اسلام آباد۔ بھوانی پور (مظفر پور) ص 223

1۔ غلام معین الدین نعیمی: حیات صدر الافاضل' مطبوعہ لاہور' ص 180 و 190

1 یہاں تک تمام تفصیلات مولانا بدر الدین احمد کی تالیف سوانح اعلیٰ حضرت (ص۔ 306) سے ماخوذ ہیں۔ مسعود

مولانا مصطفیٰ رضا خاں بفضلہ تعالیٰ بقید حیات ہیں اور بریلی میں بیعت وارشاد اور فتویٰ نویسی کے فرائض بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں "الفتاوی المصطفویہ" آپ کی علمی یادگار ہے۔

☆

فاضل بریلوی کے بیشمار خلفاء تھے جو پاک و ہند اور حرمین شریفین میں پھیلے ہوئے تھے ......

"الاجازات المتینہ" کے مطالعہ سے حرمین شریفین میں آپ کے خلفاء کی تعداد کا ایک سرسری اندازہ ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی نے سات مختلف سندیں تحریر فرمائیں جو صاحب اجازت کے نام اور مرتبے کے لحاظ سے معمولی ترمیم واضافہ کے ساتھ عنایت کی گئیں۔

(ا) پہلی سند شیخ محمد عبدالحیٰ ابن الشیخ الکبیر السید عبدالکبیر الکتانی الحسنی کو عنایت فرمائی۔

(ب) دوسری سند شیخ اسماعیل خلیل کے لئے مرحمت فرمائی۔ پھر معمولی ترمیم واضافے کے ساتھ ان حضرات کو مرحمت فرمائی۔

2شیخ مصطفیٰ خلیل	3شیخ مامون البری المدنی	4شیخ اسعد الدھان
5شیخ عبدالرحمان	6شیخ عابد حسین مفتی مالکیہ	7شیخ علی بن حسین
8شیخ جمال بن محمد الامیر	9شیخ عبداللہ بن ابی الخیر	10شیخ عبداللہ دحلان
11شیخ بکر رفیع	12شیخ ابی حسین مرزوقی	13شیخ حسن العجیمی
14شیخ الدلائل سید محمد سعید	15شیخ عمر المعروسی	16شیخ عمر بن حمدان

(ج) تیسری سند شیخ احمد خضراوی المکی کو عنایت فرمائی۔

(د) چوتھی سند ضروری ترمیم واضافے کے ساتھ ان حضرات کو عنایت فرمائی۔

18شیخ ابوالحسن محمد المرزوقی	19شیخ حسین المالکی	20شیخ علی بن حسین
21شیخ محمد جمال	22شیخ صالح کمال	23شیخ عبداللہ میرداد
24شیخ احمد ابی الخیر میرداد	25سید سالم بن عیدروس	26سید علوی بن حسن
27سید ابوبکر بن سالم	28شیخ محمد بن عثمان دحلان	29شیخ محمد یوسف

(ہ) پانچویں سند شیخ عبدالقادر درکردی (30) کو عنایت فرمائی۔

(و) چھٹی سند شیخ محمد بن سید ابی بکر الرشیدی (31) کو مرحمت فرمائی۔

(ز) ساتویں سند شیخ محمد سعید (32) بن سید محمد المغربی کو عنایت فرمائی۔

یہ ۔۔ علماء حرمین ہیں جن کو تحریری اجازت نامے عنایت فرمائے۔ بہت سے حضرات کو زبانی اجازت مرحمت فرمائی کہ ان کی تعداد کا علم نہیں۔

☆

حرمین شریفین کے علاوہ پاک و ہند میں بھی فاضل بریلوی کے بکثرت خلفاء ہیں۔ جن حضرات کے اسمائے گرامی معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں:۔

1مولانا حامد رضا خاں　2مولانا مصطفیٰ رضا خاں　3مولانا محمد ظفر الدین بہاری
4مولانا سید دیدار علی شاہ　5مولانا امجد علی اعظمی　6مولانا نعیم الدین مراد آبادی
7مولانا احمد اشرف اشرفی جیلانی　8مولانا احمد مختار صدیقی　9مولانا عبد الاحد قادری
10مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی　11مولانا محمد رحیم بخش آروی　12مولانا لعل محمد خاں مدارسی
13مولانا عمر بن ابوبکر　14مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی
15مولینا محمد شفیع بیسلپوری
16مولانا محمد حسنین رضا خاں　17مولینا محمد شریف کوٹلی لوہاراں
18مولانا امام الدین کوٹلی لوہاراں
19مولینا مفتی غلام جان ہزاروی　20مولانا احمد حسین امروہوی　21مولینا عبد السلام جبل پوری
22مولانا عبد الباقی　23مولانا برہان الحق جبلپوری　24سید فتح علی شاہ
25مولینا ابو البرکات سید احمد قادری　26مولانا عمر الدین ہزاروی
27مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری (والد ماجد مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری) وغیرہ وغیرہ۔

☆

فاضل بریلوی کے تلامذہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے۔ بیشتر تلامذہ پاک و ہند میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور ملک کے طول و عرض میں پھیل کر فاضل بریلوی کے پیغام کو دور دور پہنچایا۔ تحریک پاکستان میں بھی آپ کے تلامذہ نے مثبت اور اہم کردار ادا کیا ہے۔ کسی فاضل کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ فاضل بریلوی کے جن تلامذہ کے اسماء گرامی معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں:

1مولانا حسن رضا خاں　2مولانا محمد رضا خاں　3مولانا حامد رضا خاں
4مولانا سید احمد اشرف کچھوی　5مولانا سید محمد جیلانی کچھوچھوی　6مولانا ظفر الدین بہاری

7 مولانا عبدالواحد پیلی بھیتی 8 مولانا حسنین رضا خاں 9 مولانا سلطان احمد خاں
10 مولانا سید امیر احمد 11 مولینا حافظ یقین الدین 12 مولانا حافظ عبدالکریم
13 مولانا سید نور احمد چاٹگامی 14 مولانا منور حسین 15 مولانا ہدایت الدین
16 مولانا عبدالرشید عظیم آبادی 17 مولانا شاہ غلام محمد بہاری 18 مولانا حکیم عزیز غوث
19 مولانا نواب مرزا وغیرہ وغیرہ۔

سابقہ صفحات میں آپ کی نظروں سے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے تین عظیم مقاصد کا تذکرہ گزرا ہے۔ جس میں سے آپ کا اولین مقصد سید المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کی حمایت کرنا اور گستاخان رسول کی توہین آمیز زبان درازیوں کا جواب دینا تھا۔ برصغیر کی نظریاتی تاریخ کو زیر نگاہ رکھنے والے حضرات اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ موجودہ صدی کے آغاز میں دینی فتنوں نے مسلمانوں کے افکار و عقاید کو بری طرح متاثر کیا تھا۔ مغربی ممالک کے متعصب پادریوں کی فوج انگریز کے اقتدار کے پرچم کے نیچے اسلام پر تابڑ توڑ حملے کر رہی تھی۔ ہندو اور آریہ سماجی ایک عرصہ کی غنودگی کے بعد فضا کو ہموار پاکر میدان مناظرہ میں نظر آنے لگے تھے۔ پنجاب میں قادیانی نبوت مسلمانوں کے نظریات کو ایک نئی نبوت سے آشنا کرانے میں مصروف عمل تھی۔ پادری' آریہ سماجی' قادیانی اور نیچری تو مسلمانوں کے نظریات و افکار کے حصن حصین کی دیواروں سے سر پھوڑ رہے تھے مگر سب سے قابل افسوس اور مکروہ کردار ان علماء قسم کے گستاخان رسول کا تھا جو مسلمانوں کے قلعہ کے اندر بیٹھ کر ذہنی اور اعتقادی انتشار کا کھیل کھیل رہے تھے۔ ان لوگوں نے اپنوں کی شکل و صورت میں ملت اسلامی میں عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت رسول اکرم فداہ امی ابی پر شکوک و شبہات کی فضاء پیدا کر دی تھی۔ نظریات اور اعتقادیات کی اس جنگ میں بیرونی جارحیت تو انگریز کی حکمت عملی کا ایک حصہ تھی۔ مگر گستاخان رسول نے بھی ففتھ کالمسٹ کا کردار ادا کر کے ملت کی شیرازہ بندی کے بھیانک اثرات مرتب کئے۔ فاضل بریلوی اور آپ کے رفقائے کار نے ابتداءً تو ان لوگوں کو خط و کتابت سے ان نتائج سے خبردار کیا جو ان کی نادان دوستی سے رونما ہونے والے تھے۔ پھر کتابوں کی شکل میں ان سے احتجاج کیا گیا۔ کہ وہ اپنے ان مذموم نظریات پر نظر ثانی کریں۔ مگر یہ لوگ باز نہ آئے تو آپ 1323ھ میں علماء حرمین الشریفین کے پاس پہنچے۔ اور بھرپور کوشش کی کہ شاید اس پاک سرزمین کے علماء کرام کی رائے سے ہی یہ لوگ کوئی سبق حاصل کرلیں۔ مگر برصغیر کے بر خود غلط وہابی' دیو بندی علماء نے کچھ اثر قبول

کرنے کی بجائے اپنی گستاخانہ عبارات کی عجیب و غریب تاویلیں کرنا شروع کر دیں۔ جو بدتر از "ارتکاب گناہ" تھیں۔

اندریں حالات 1325ھ میں فاضل بریلوی نے ایک دردناک فریاد' ایک پر آشوب استغاثہ اور ایک خوں چکاں نظم بعنوان "الاستمداد" (زیر نظر) شائع کی۔ جس میں ان لوگوں کے ظلم و ستم۔ بارگاہ خداوندی میں زبان درازیاں' بارگاہ رسالت میں گستاخیاں اور مسلمانوں کے پاکیزہ نظریات پر جارحانہ حملوں کی داستان مرتب کر دی۔ فاضل بریلوی کی یہ کوشش آسان نظم میں اہل دل کو خون کے آنسو رلائے گی۔ اعتقادی سفر کے قافلہ والوں کے ڈگمگاتے قدموں کے لئے سہارا بنے گی۔ اور پھر ان نقاب پوشوں کے سیاہ عزائم کو بے نقاب کرے گی۔ جو اہل سنت کے ایمان و ایقان کی دولت کے خلاف نقب زنی کر رہے ہیں۔ اشعار چھوٹی بحر میں ہیں مگر ایک ایک مصرع دیو بندیوں کے پر فریب عقیدے کی مکمل تصویر ہے۔ اگرچہ نظم کے نشتر بعض سادہ لوح اور نو آموز دیو بندی حضرات کے لئے باعث تکلیف ضرور ہوں گے مگر ان کے پرانے اور محروم صلاحیت حضرات تو جانتے ہیں کہ ___

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے جو عدو کے سینے میں غار ہے



عام مسلمانوں کے سامنے اپنے زخم دکھاتے پھریں گے اور کہتے پھریں گے کہ لوگو! دیکھو! ہمیں کیا ہو گیا ہے۔ مگر زخم دیکھنے والے ان کی دشنہ زبانی سے واقف ہیں انہیں شاید یاد دلانے کی ضرورت نہ ہو کہ ان لوگوں کی زبان درازیوں نے عصمت مصطفوی اور کمالات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک پر جو زخم لگائے ہیں وہ صدیوں تک ہرے نہیں ہو سکیں گے۔

فاضل بریلوی کی تالیفاتی جدوجہد خط و کتابت کا طویل سلسلہ اور پھر وعظ و نصیحت کی شبانہ روز کوششیں ان لوگوں کے اپنے کلمات فاسدہ سے رجوع کرنے کے لئے تیار نہ کر سکیں۔ آیئے ہم اس استغاثہ (فریاد خونچکاں) الاستمداد کو لے کر بارگاہ رسالت میں ہاتھ اٹھائیں اور اشکبار آنکھوں سے جھولیاں پھیلا کر ان کے لئے اپنے خیالات پر نظر ثانی کرنے کی توفیق طلب کریں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی

۱۹۸۳ء میں سیالکوٹ سے شائع ہونے والی یہ کتاب امام احمد رضا کی وسیط سوانح پر مشتمل ہے۔ تحریک تحقیق رضویات ۱۹۷۰ء سے شروع ہوئی' جسے حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے پروان چڑھایا' اور ان کی شبانہ روز محنت سے اندرون ملک و بیرون ملک بہت سے تحقیقی مراکز وجود میں آ گئے۔ یہ کتاب سیرت رضا کے باب میں گویا کوزے میں سمندر کو سمیٹے ہوئے ہے' اور یہ کام ایک عام آدمی کے بس کا نہیں' قدرت خاص کاموں کے لئے خاص افراد کا ہی انتخاب کرتی ہے۔ امام احمد رضا کی سیرت سمندر ان معنوں میں کہ ۱۹۸۲ء ان کی ایک ہزار کتب میں سے فقط چوتھائی حصہ ہی منظر عام پر آسکا تھا' اور جدید طبقے میں ان کا کماحقہ تعارف نہ ہو سکا۔ اتفاق سے یہ چوتھائی حصہ بھی تنقیدات و تعاقبات پر مشتمل تھا۔ اگر ایک ہزار کتب میں سے نصف بھی منظر عام پر آچکی ہوتیں تو آج حالات کچھ اور ہوتے۔

اور پھر سمندر ان معنوں میں بھی کہ حضرت مسعود ملت نے حیات امام احمد رضا کا خاکہ مرتب فرمایا تو یہ ایک جلد سے ۱۵ جلدوں پر پھیل گیا۔ "دائرہ معارف امام احمد رضا" کے مطالعہ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان مجوزہ جلدوں میں ایک ایک جلد کئی جلدوں پر پھیل سکتی ہے"۔

طاہر

تقدیم

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

بے نشانوں کا نشان مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

رضا

ہمارے علمی اور تحقیقی رسائل مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تذکرے سے یکسر خالی نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خود مولانا بریلوی کے متبعین نے ان کے آثار علمیہ کی تدوین کی طرف توجہ نہ کی اور دوسرے حضرات نے اس لئے توجہ نہ کی کہ جن تحریکوں اور اداروں سے ان کا تعلق رہا وہ کسی نہ کسی صورت میں مولانا بریلوی کے ہدف تنقید رہے' اس لئے ان حضرات نے یا تو بالکل نظر انداز کر دیا اور اگر ذکر بھی کیا ہے تو اس طرح کہ مولانا بریلوی کی بھاری بھرکم شخصیت دب کر رہ گئی ہے۔

حقیقت میں مولانا بریلوی کی شخصیت اتنی ہمہ گیر ہے کہ سیرت کے تمام پہلوؤں کو سمیٹنا شخص واحد کے بس کی بات نہیں' اس کے لئے ایک ادارے کی ضرورت ہے جو خلوص و لگن کے ساتھ کام کرے اور مخیر حضرات یا حکومت کا اس کو تعاون حاصل ہو۔ گزشتہ دس برسوں میں راقم نے مولانا بریلوی پر کچھ کام کیا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز ساحل سمندر تک بھی رسائی حاصل نہ ہو سکی' مطالعہ کے ساتھ ساتھ مولانا بریلوی کی شخصیت تابناک ہوتی جا رہی ہے اور حیرت بڑھتی جاتی ہے۔

مولانا بریلوی پر راقم کے مندرجہ ذیل مقالات و رسائل اور کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

(۱) فاضل بریلوی اور ترک موالات' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء (برائے مرکزی مجلس رضا' لاہور)

(۲) فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء (برائے مرکزی مجلس رضا لاہور)

(۳) رضا بریلوی' مؤلفہ ۱۹۷۴ء (برائے شعبہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ' پنجاب یونیورسٹی لاہور)

(۴) عاشق رسول' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء (برائے مرکزی مجلس رضا' لاہور)

(۵) حیات فاضل بریلوی۔۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء (برائے مرکزی مجلس رضا' لاہور)

(۶) عبقری الشرق (انگریزی)۔۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء (برائے مرکزی مجلس رضا' لاہور)

(۷) کلام الامام۔۔ مؤلفہ ۱۹۷۹ء (برائے مرکزی مجلس رضا' لاہور)

(۸) مولانا احمد رضا خاں بحیثیت سیاستدان' مؤلفہ ۱۹۷۹ء

برائے قومی کمیٹی برائے تقریبات پندرہویں صدی ہجری اسلام آباد)

(۹) مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔۔ مؤلفہ ۱۹۷۹ء (برائے ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد)

(۱۰) امام احمد رضا خاں بریلوی۔۔ مؤلفہ ۱۹۷۹ء (برائے مجدد الامۃ از مفتی سید شجاعت علی قادری)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے متعلق مندرجہ ذیل کتابوں پر مقدمے لکھے گئے۔

(۱) اختر الحامدی: امام نعت گویاں' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

(۲) محمد مرید احمد چشتی: خیابان رضا جلد اول مؤلفہ ۱۹۷۷ء

(۳) محمد مرید احمد چشتی: خیابان رضا جلد دوم' مؤلفہ ۱۹۷۷ء

(۴) محمد صادق قصوری: خلفائے اعلیٰ حضرت مؤلفہ ۱۹۷۷ء

(۵) احمد رضا خاں: دوام العیش فی الائمۃ من قریش مؤلفہ ۱۹۷۷ء

(۶) احمد رضا خاں: حاشیہ سالہ در علم لوگارثم' مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء

راقم الحروف اور دوسرے فضلاء و محققین نے مولانا بریلوی کے حالات و افکار پر جو کچھ کام کیا اس کی آواز بازگشت پاکستان و ہندوستان اور بیرونی ممالک میں سنی گئی اور محققین اس طرف متوجہ ہوئے چنانچہ

☆ کیلیفورنیا یونیورسٹی (امریکہ) کی فاضلہ ڈاکٹر باربرمٹکاف نے اپنے مقالے میں مولانا بریلوی کا مفصل ذکر کیا ہے'

☆ لیڈن یونیورسٹی (ہالینڈ) کے پروفیسر ڈاکٹر جے' ایم' ایس بلیان' فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ کا ارادہ رکھتے ہیں'

☆ ازہر یونیورسٹی (قاہرہ) کے پروفیسر ڈاکٹر محی الدین الوائی کا مقالہ تو عرصہ ہوا' قاہرہ سے شائع ہو چکا ہے۔

☆ پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) سے مولانا حسن رضا خاں صاحب نے مولانا بریلوی پر ڈاکٹریٹ کیا ہے'

☆ سید حامد علی قادری نے حیات طیبہ کے عنوان سے مولانا بریلوی کی ایک مختصر سوانح سنگاپور سے شائع کی۔

یہ تمام تفصیلات اس مقالے کے آخر میں کسی مناسب مقام پر دے دی گئی ہیں۔ ان کوششوں کے باوجود مولانا بریلوی کی مفصل' مبسوط سوانح کی ضرورت محسوس کی گئی' چنانچہ اہل علم کے اصرار پر راقم الحروف اس طرف متوجہ ہوا' دس برس مسلسل سعی کے بعد ضروری مواد فراہم کر لیا گیا مگر مفصل و مبسوط سوانح کے لئے جو فرصت درکار تھی وہ عنقا نظر آئی۔ چنانچہ مجمل سوانح ہی کو سردست غنیمت خیال کیا گیا اور مفصل سوانح کو آئندہ کے لئے اٹھار کھا گیا' جس کی تفصیل یہ ہے:

۱۹۷۹ء پروفیسر محمد مظہر الدین صدیقی (مدیر "فکر و نظر" ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد) کے ایماء پر مولانا بریلوی پر ایک تحقیقی مقالے کا آغاز کیا' مگر یہ مقالہ کافی طویل ہو گیا' اس لئے پروفیسر موصوف کو اس مقالے کا خلاصہ بھیج دیا گیا اور اصل مقالے کو کتابی صورت میں اشاعت کے لئے اٹھار کھا گیا۔ حسن اتفاق کہ انھی دنوں سیالکوٹ سے مولانا محمد

اشرف صاحب مجددی (مالک مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ) سکرنڈ تشریف لائے، جب مقالہ ملاحظہ فرمایا تو اشاعت کے لئے اجازت چاہی جو اسی وقت دے دی گئی۔ اب انہی کی مخلصانہ کوششوں سے یہ مقالہ کتابی صورت میں شائع ہو کر آپ کے سامنے آرہا ہے۔ مولی تعالی اس کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم۔

پیش نظر مقالے کے لئے مواد کی فراہمی میں تو برسوں لگ گئے مگر تسوید تبیض کا کام ۱۹۷۹ء میں مکمل ہوا۔ فالحمد للہ علی ذلک

اس سلسلے میں پاکستان و ہندوستان اور بیرونی ممالک کے جن کرم فرماؤں نے تعاون فرمایا ان سب کا بصمیم قلب شکر گزار ہوں۔

کرم کردی الہی زندہ باشی!

احقر محمد مسعود احمد
پرنسپل
گورنمنٹ سائنس کالج
سکرنڈ (ضلع نواب شاہ، سندھ) پاکستان

۲۵ صفر المظفر ۱۴۰۰ء
۱۴ جنوری ۱۹۸۰ء

حیات امام اہلسنّت

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

"یہ مقالہ جدید تعلیم یافتہ طبقے میں امام احمد رضا کے تعارف کی غرض سے لکھا گیا۔ اسلام آباد سے شائع ہونے والے پرچے "فکر و نظر" میں تین قسطوں میں ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا۔ بعد ازاں اگست ۱۹۸۴ء میں کتاب کی صورت میں مرکزی مجلس رضا' لاہور نے شائع کیا۔ اب تک اس کے متعدد اداروں سے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اسے امام احمد رضا کی مجمل سوانح کہا جاسکتا ہے۔"

حرف آغاز

پیش نظر مقالہ اگست ۱۹۷۹ء میں مکمل ہوا اور ۱۹۸۰ء میں حکومت پاکستان کے تحقیقی ادارے' ادارہ تحقیقات اسلامی (اسلام آباد) نے اپنے ماہنامے "فکر و نظر" میں تین اقساط (اپریل' مئی' جون ۱۹۸۰ء) میں شائع کیا ——— ملک کے طول و عرض میں اس کی پذیرائی ہوئی۔ فالحمدللہ علی ذلک۔ قارئین کرام کے طلب و ذوق کو دیکھتے ہوئے یہ طے کیا کہ مقالے کو کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں مذکورہ ادارے سے رابطہ کیا گیا۔ ڈاکٹر عبدالواحد ہالی پوتہ (ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی) اور ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی (مدیر "فکر و نظر") کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اجازت کے ساتھ ساتھ مقالے کی کتابت شدہ کاپیاں بھی بھیج دیں جب کہ وہ خود کتابی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

مرکزی مجلس رضا' لاہور نے اس کی اشاعت میں دلچسپی ظاہر کی۔ چنانچہ یہ کام اس کے سپرد کر دیا گیا۔ پاک و ہند میں مجلس ہی ایسا واحد ادارہ ہے جس نے سب سے پہلے نامساعد حالات کے باوجود امام احمد رضا سے متعلق صالح لٹریچر بلا قیمت پیش کیا اور پاک و ہند کے علاوہ مختلف ممالک میں متعارف کرایا۔ مجلس کے روح رواں مکرمی حکیم محمد موسیٰ امرتسری اہل علم کے شکریہ کے مستحق ہیں' مگر ع

صلہ شہید کیا ہے تب و تاب جاودانہ؟

امام احمد رضا کی سوانح پر متعدد حضرات نے قلم اٹھایا اور کتابیں لکھیں مثلاً مولانا محمد ظفرالدین بہاری' مولانا بدر الدین احمد رضوی' شاہ مانا میاں قادری' سید حامد علی قادری' محمد صابر القادری' علامہ نور احمد قادری وغیرہ وغیرہ اور مقالات و مضامین لکھنے والوں کی تو ایک طویل فہرست ہے۔ "اشاریہ امام احمد رضا" کے عنوان سے ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

امام احمد رضا کی شخصیت کا ہر پہلو ایک تحقیقی مقالے کا متقضی ہے شخص واحد کے بس کی بات نہیں کہ وہ ایک کتاب میں تمام پہلو سمیٹ لے۔ ایسی ہمہ گیر شخصیت کم از کم چودھویں صدی ہجری میں عالم اسلام میں نظر نہیں آتی۔ فکر و نظر اور علم و دانش میں اپنے معاصرین پر بھاری نظر آتے ہیں۔ یہ حقائق دس سال تحقیق کے بعد معلوم ہوئے۔ ورنہ خود راقم بھی بے خبر تھا ——— مختلف محققین کام کر رہے ہیں۔

☆ چنانچہ پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) سے امام احمد رضا کی فقاہت پر مولانا حسنین رضا خاں نے ڈاکٹریٹ کیا ہے۔

☆ جبل پور یونیورسٹی (بھارت) سے ایک فاضلہ نعتیہ شاعری پر ڈاکٹریٹ کر رہی ہیں۔

☆ سندھ یونیورسٹی (حیدر آباد) میں ایک اور فاضلہ امام احمد رضا کی شخصیت اور افکار پر ڈاکٹریٹ کر رہی ہیں ——

نصف صدی گزر جانے کے بعد پاک و ہند کی جامعات کو یہ احساس ہوا ہے کہ جس کو انہوں نے بھلا دیا تھا' وہ یاد رکھنے کے قابل تھا۔ سندھ یونیورسٹی نے اپنے ہاں ایم۔ اے کے نصاب میں امام احمد رضا کے نعتیہ قصائد شامل کئے ہیں اور ایم۔ اے کے پرچوں میں سوالات بھی آتے ہیں۔

پاک و ہند میں مختلف ادارے امام احمد رضا پر تحقیق کے سلسلے میں اپنی سی کوشش کر رہے ہیں۔ مثلاً

☆ مرکزی مجلس رضا (لاہور)

☆ رضا اکیڈمی (کراچی)

☆ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی)

☆ رضا ریسرچ سنٹر (علی گڑھ)

☆ رضا اکیڈمی (رام پور)

☆ ادارہ اشاعت تصنیفات امام رضا (بریلی)

☆ المجمع الرضوی (مبارک پور)

☆ ادارہ المیزان (بمبئی)' وغیرہ وغیرہ۔

اور مولانا محمد ابراہیم خوشتر (مبلغ اسلام) نے تو خوشخبری سنائی ہے کہ کراچی میں ایک وسیع و عریض رقبے پر رضوی سوسائٹی کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا ہے جہاں خالص علمی اور تحقیقی کام ہو گا۔ خدا کرے ایسا ہی ہو —— اگر یہ تمام ادارے آپس میں تعاون کریں تو کام کو بہت آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ امام احمد رضا کی شخصیت و افکار پر ادارہ تحقیقات اسلامی کی توجہ دینی چاہئے۔ اپنے ہاں شعبہ تحقیقات رضا قائم کر کے ریسرچ اسکالرز کو تحقیق کے لئے عنوانات دینے چاہئیں اور نادر و نایاب تصانیف کی فراہمی کی پوری سعی کرنی چاہئے۔ ایسی

شخصیت پر کام کرنا ملی فریضہ ہے جو ہم کو اسلام اور نظریہ پاکستان سے قریب تر کردے اور دل میں خود شناسی کا جوہر پیدا کر کے ملت کو زندہ پائندہ بنادے۔

اہل سنت کے علمی ادارے بہت کچھ کام کر سکتے تھے مگر مالی بحران کی وجہ سے بہت کم کام ہوا ہے۔ گزشتہ صدی میں بے شمار کتابیں اسی بحران کی وجہ سے شائع نہ ہو سکیں۔ اور دور جدید کے قلم کاروں کی نگارشات بھی اس بحران کی وجہ سے منتظر طباعت ہیں۔ تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ علمائے اہل سنت نے بکثرت کتابیں یادگار چھوڑی ہیں' شائع نہ ہونے کی وجہ سے مخالفین کو یہ پروپیگنڈہ کرنے کا موقع مل گیا کہ علمائے اہل سنت نے علمی میدان میں کچھ نہیں کیا۔ حال ہی میں مولانا محمد عبدالستار قادری کی تالیف مرآۃ التصانیف مولانا عبدالحکیم شرف صاحب کے فاضلانہ مقدمے کے ساتھ مکتبہ قادریہ (لاہور) نے شائع کی ہے۔ اس میں تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے ۸۷۹ اہل سنت علماء و دانشوروں کی تقریباً ۷۰ علوم و فنون پر ۵۴۳۳ تصانیف کی تفصیلات موجود ہیں۔ مزید تحقیق کی جائے تو یہ تعداد چھ ہزار تک پہنچ سکتی ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب اس خیال باطل کی تغلیط و تکذیب کرتی ہے کہ اہل سنت کے قلم کاروں نے بہت کم لکھا ہے۔ حقیقت میں انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے صرف امام احمد رضا کی تصانیف کی تعداد ہی ہزار سے متجاوز ہے۔ مگر ان میں سے بہت کم شائع ہوئی ہیں۔ اس لئے اہل علم بے خبر ہے۔ اہل سنت کے متمول حضرات کو متوجہ ہونا چاہئے اور علمی اداروں کی سرپرستی کرنی چاہئے۔

اس وقت علوم جدیدہ میں امام احمد رضا کی نگارشات پر کام کرنے کی سخت ضرورت ہے لیکن اکثر کتابیں عربی اور فارسی میں ہیں' جدید فضلاء کے لئے یہ ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ مگر یہ مسئلہ علماء کے تعاون سے حل ہو سکتا ہے۔ ان کو متوجہ ہونا چاہئے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (شعبہ علوم اسلامی' اسلام آباد) کے ڈاکٹر صادق ضیاء صاحب ریاضی میں امام احمد رضا کی نگارشات پر تحقیق کرنا چاہتے ہیں اور اول الذکر تو مصروف عمل ہیں ——— یہ حضرات اہل علم کی توجہ اور علمی اعانت کے مشتاق ہیں۔ تعاون کے سلسلے میں امام احمد رضا کے مخالفین بھی توجہ فرمائیں تو مناسب ہے' کیونکہ یہ ایک علمی خدمت ہے۔ مزید برآں ان کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ جس شخص کو کم علم اور جاہل کہا گیا تھا وہ ایسا صاحب علم نکلا کہ دور جدید کے اہل علم اس کی بعض نگارشات سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ایسی نگارشات راقم کے پاس محفوظ

ہیں جو علم عقلیہ سے متعلق ہیں۔

پیش نظر مقالے میں امام احمد رضا کی شخصیت و افکار کی بس ایک جھلک دکھائی گئی ہے۔ اس کی تفصیل "حیات امام احمد رضا" میں مطالعہ کی جاسکتی ہے جو سیالکوٹ (پاکستان) سے شائع ہوئی ہے۔ یہ مختصر سوانح اس لئے پیش کی گئی تاکہ ہمارے محققین و دانشور حقائق سے باخبر ہوں۔ پھر اپنی بساط کے مطابق امام احمد رضا کی فکر و شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کا آغاز کریں اور دنیا کو دکھائیں کہ عالم اسلام اب بھی ایسے عبقریوں سے خالی نہیں جو علم و دانش کے لئے باعث افتخار ہیں ——— اللہ تعالیٰ ہم کو سلف صالحین کی سیرتوں کو اجاگر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے تاکہ آنے والی نسلیں تاریک راہوں میں چراغ روشن کرسکیں اور دربدر بھٹکتی نہ پھریں۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ وسلم۔

۲۷۔ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ — احقر

۳۔ فروری ۱۹۸۱ء — محمد مسعود احمد عفی عنہ

اجالا

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

''حضرت مسعود ملت نے اجالا کی صورت جدید خطوط پر سوانح امام احمد رضا پیش کی' عہد حاضر کے تعلیم یافتہ طبقے کے لئے خصوصاً اس میں وہ سب کچھ پیش کیا گیا ہے' جس کی انہیں عرصہ سے ضرورت تھی۔ موجودہ نسل کے فکری تقاضوں کے پیش نظر تحریر کردہ یہ مقالہ ۱۹۸۳ء میں کراچی سے منظر عام پر آیا۔

مختلف اشاعتی اداروں سے اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔''

حرفِ آغاز

رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ کی ایک نورانی صبح برادرِ عزیز ملنے آئے ـــــ وہ برسوں سے لندن میں رہتے ہیں' لندن سے آئے ہوئے تھے ـــــ دل میں اسلام کا درد رکھتے ہیں ـــــ باتوں باتوں میں احمد رضا کا ذکر نکل آیا ـــــ فرمایا تحقیقی کتابیں تو بہت شائع ہو چکیں' کوئی ایسی کتاب بھی ہونی چاہیے جس کو عام پڑھا لکھا مسلمان پڑھ سکے ـــــ اس کو دلیلوں کی حاجت نہیں ـــــ وہ سیدھا سادا مسلمان ہے ـــــ پڑھنا چاہتا ہے ـــــ مگر سچی باتیں ـــــ دل لگتی باتیں۔

الحمدللہ گذشتہ تیرہ برس سے اب تک جو کچھ لکھ گیا' دلیل و برہان کے ساتھ لکھا گیا۔ بے دلیل کوئی بات نہیں لکھی گئی ـــــ اس مقالے میں قلم برداشتہ جو کچھ لکھا جا رہا ہے وہی ہے جو گذشتہ تیرہ سالوں میں مطالعہ کیا گیا' تحقیق کیا گیا' پرکھا گیا' جانچا گیا ـــــ کوئی بات ایسی نہیں جس کی دلیل و حجت نہ ہو' پھر بھی آخر میں ان کتابوں کی فہرست دیدی گئی ہے جس کے مطالعہ یہ حقائق معلوم ہو سکتے ہیں ـــــ تو عزیز موصوف کی خواہش پر جو ان کی خواہش نہ تھی بلکہ پاک و ہند اور بیرون ملک رہنے والے ہزاروں' لاکھوں مسلمانوں کی خواہش تھی یہ مقالہ لکھا گیا اور رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ میں ہی اس کا مسودہ تیار ہو گیا' پھر تبیض و تدوین کا کام ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ میں ہوا' اور امید ہے کہ یہ مقالہ صفر ۱۴۰۴ھ تک منظرِ عام پر آجائے گا۔ حقیقت یہ ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج' ٹھٹھہ

(سندھ ـ پاکستان)

۱۶ر ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ

۲۴ر ستمبر ۱۹۸۳ء

دائرہ معارف امام احمد رضا

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

"حیات امام احمد رضا کا پندرہ مبسوط جلدوں پر مشتمل ایک جامع منصوبہ' جس کا خاکہ برائے عالمی جامعات و ادارہ ہائے تحقیقات اسلامی' پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے ترتیب دیا۔

یہ سوانحی خاکہ ۱۹۸۴ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی نے مشتہر کیا۔ اس کی اشاعت کے بعد اب تک متعدد موضوعات پر اہل قلم نے لکھا ہے اور لکھ رہے ہیں۔ اس کی اشاعت سے آج تک ۱۵ طلبہ نے حضرت رضا بریلوی کے حالات اور علمی و ادبی خدمات پر ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ لیکن جو ریسرچ ورک اس حوالے سے حضرت مسعود ملت نے کیا۔ اسکے تمام فائیل پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کو سونپ دیئے ہیں کہ وہ کام کو آگے بڑھائیں ــــــ

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کے صدر صاحبزادہ وجاہت رسول قادری صاحب نے اسلام آباد میں منعقدہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۳ء کے خطبہ استقبالیہ میں بتلایا کہ اس وقت دنیا کی ۲۵ جامعات میں ادارہ کی نگرانی میں امام احمد رضا پر ڈاکٹریٹ پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالات لکھے جا رہے ہیں۔

اس خاکہ کی اشاعت ثانی کی اشد ضرورت ہے۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی کو چاہئے کہ "دائرہ معارف امام احمد رضا" چھوٹے سائز پر ہی سہی' لیکن بارد گر شائع ہونا چاہئے۔"

نوٹ: "دائرہ معارف امام احمد رضا" کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر رضا اکیڈمی۔ لاہور نومبر ۱۹۹۶ء میں شائع کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

حرف آغاز

راقم السطور نے ۱۹۷۰ء میں امام رضا (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء) کے حالات و افکار کی طرف توجہ کی اور امام احمد رضا کے سیاسی افکار پر پہلی کتاب "فاضل بریلوی اور ترک موالات" پیش کی جو ۱۹۷۱ء میں مرکزی مجلس رضا' لاہور' پاکستان نے شائع کی' اس کے بعد اس کے پانچ ایڈیشن اور شائع ہوئے ــــ امام احمد رضا کے حالات و افکار سے متعلق دوسری کتاب " فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" پیش کی جو ۱۹۷۳ء میں مرکزی مجلس رضا' لاہور نے شائع کی' اس کے بعد چار ایڈیشن لاہور سے شائع ہوئے اور چھٹا ایڈیشن المجمع الاسلامی (مبارک پور' بھارت) نے شائع کیا۔

ان دونوں کتابوں کی اشاعت کے بعد پاک و ہند اور بیرونی ممالک کے دانشوروں کی طرف سے پے در پے تقاضے آنے لگے کہ امام احمد رضا کی جدید انداز پر ایک مبسوط سوانح لکھی جائے۔ راقم السطور نے اس مہم کو سر کرنے کا وعدہ کیا اور مواد کی فراہمی شروع کر دی جس کو اب دس برس ہوتے ہیں ــــ ابتداء میں یہ اندازہ نہ تھا کہ امام احمد رضا کی شخصیت اتنی وسیع و ہمہ گیر ہے اور اس کے لئے اتنی وافر مقدار میں مواد مل جائیگا۔ جس کا سنبھالنا مشکل اور سمیٹنا اس سے زیادہ مشکل ہو جائے گا' خیال یہی تھا کہ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار صفحات پر سوانح لکھ لی جائے گی لیکن دس برس مسلسل تلاش و جستجو کے بعد اب یہ انکشاف ہوا کہ جس کام کو اتنا آسان سمجھتا تھا وہ اتنا آسان نہیں تھا ــــــ

بہرکیف مواد کی فراہمی کے ساتھ ساتھ مطالعہ جاری رکھا۔ امام احمد رضا کی شخصیت اور عہد کے جس پہلو پر نظر جاتی وہ اپنی طرف کھینچتا ہوا معلوم ہوتا' چنانچہ ایک سوانح کی جستجو میں مطالعہ کے دوران کئی کتابیں' مقالات اور مضامین قلمبند کیے جو شائع ہو چکے۔ مذکورہ بالا دو کتابوں اور مضامین کے علاوہ امام احمد رضا اور ان کے متوسلین و خلفاء وغیرہ سے متعلق مندرجہ ذیل کتابیں اور مقالات بھی شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔ رضا بریلوی' مقالہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' جلد دہم' پنجاب یونیورسٹی' لاہور

۲۔ عاشق رسول' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۳۔ کلام الامام' مرتبہ ۱۹۷۸ء (غیر مطبوعہ)

۴۔ عبقری الشرق (انگریزی) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء
۵۔ عاشق الرسول مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء
۶۔ حیات فاضل بریلوی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء
۷۔ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء
۸۔ تقسیم ہند کی پہلی مفصل تجویز اور اس کا مصنف مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء
۹۔ اکرام امام احمد رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء
۱۰۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی زیر طبع لاہور ۱۹۸۱ء
۱۱۔ گناہ بے گناہی لاہور ۱۹۸۱ء (زیر طبع)
۱۲۔ امام احمد رضا اور عالم اسلام کراچی ۱۹۸۱ء (زیر طبع)
۱۳۔ عالمی جامعات اور امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۱ء (زیر طبع)

امام احمد رضا کی سوانح کے مختلف پہلو مستقل کتابوں کے متقضی ہیں، یہ کوئی مبالغہ نہیں۔

☆ محمد صادق قصوری نے خلفائے اعلیٰ حضرت کے عنوان سے امام احمد کے خلفاء کے حالات دو جلدوں میں مرتب کیے ہیں۔

☆ اسی طرح مولانا محمد مرید احمد چشتی نے صرف پاکستان کے دانشوروں کے تاثرات خیابان رضا اور جہان رضا کے عنوانات سے دو جلدوں میں مدون کئے ہیں۔

☆ پروفیسر بشیر احمد قادری نے امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر جو تحقیقی مقالہ پنجاب یونیورسٹی (لاہور، پاکستان) میں پیش کیا تھا وہ تقریباً ۴۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

☆ اسی طرح ڈاکٹر حسن رضا خاں نے امام احمد رضا کی فقاہت پر پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) میں جو مقالہ ڈاکٹریٹ پیش کیا تھا وہ ۱۹۸۱ء میں پٹنہ سے شائع ہو گیا ہے اور ۴۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

☆ مولانا محمود احمد قادری (بھارت) نے امام احمد رضا کے ۵۰۰ مکتوبات اور ۵۳۵ عربی اشعار جمع کیے ہیں ــــــــ ایسے اور بہت سے نگارشیں ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کی شخصیت کا ہر پہلو وسیع وہمہ گیر ہے۔

بہرحال "حیات امام احمد رضا" کے لئے راقم السطور نے جب خاکہ مرتب کرنا چاہا تو محسوس ہوا کہ یہ حیات ایک انسائیکلوپیڈیا کی شکل اختیار کر جائیگی، چنانچہ یہی ہوا اور پندرہ

مجلدات کا خاکہ مرتب ہوا جو اس وقت پیش کیا جا رہا ہے' عالمی پیمانے پر اس کی انگریزی اور عربی ترجمے بھی شائع کئے جائیں گے' انشاء اللہ تعالیٰ ——— پیش نظر خاکہ دس سال مسلسل مطالعہ کے بعد ذہن میں آیا' مزید مطالعہ و تحقیق سے افق پھیلتا جائے گا اور امکانات بڑھتے جائیں گے' مجوزہ ۱۵ مجلدات میں بعض مجلدات تو ایسی ہیں کہ اگر ان کو وسعت دی جائے تو ایک جلد کی کئی کئی جلدیں بن جائیں گی مگر سر دست اختصار و اجمال کو پیش نظر رکھا ہے ——— راقم نے ابواب کے جلی اور بعض مقامات پر ذیلی عنوانات بھی دے دیئے ہیں' مزید عنوانات محققین اپنی صوابدید کے مطابق خود قائم کرسکتے ہیں اور چاہیں تو ترمیم و اضافہ بھی کرسکتے ہیں۔

پندرہ مجلدات کو مرتب کرنے کے لئے ایک زمانہ چاہئے' یہ کام کوئی فرد نہیں بلکہ ادارہ ہی کر سکتا ہے' سرکاری اور غیر سرکاری مصروفیات کی وجہ اس منصوبے کی تکمیل راقم کے لئے ممکن نہیں اس لئے اس وقت یہی مناسب خیال کیا کہ اس منصوبے کا خاکہ محققین کے لئے شائع کر دیا جائے ——— راقم نے حیات امام احمد رضا ارتقائی صورت میں پیش کی ہے' پہلے پہل ایک مختصر سوانح "حیات فاضل بریلوی" کے عنوان سے شائع ہوئی اور ایک متوسط سوانح' "حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی" کے عنوان سے شائع ہونے والی ہے' اس کے بعد بسیط سوانح پیش کی جائے گی جو تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

امام احمد رضا کی متعدد سوانح شائع ہوئیں مثلاً:

۱۔ مولانا محمد ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت (۱۹۳۸ء)' چار مجلدات' جلد اول' مطبوعہ کراچی

۲۔ مولانا محمد صابر قادری نسیم بستوی: مجدد اسلام' مطبوعہ کانپور ۱۹۹۰ء

۳۔ مولانا بدر الدین احمد قادری: سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی (۱۹۹۳ء)' مطبوعہ لاہور۔

۴۔ شاہ مانا میاں احمد قادری: سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی (۱۹۷۰ء)' مطبوعہ کراچی۔

۵۔ مفتی غلام سرور قادری: الشاہ احمد رضا خاں بریلوی' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۶۔ ابو المنصور حافظ محمد انور قادری: اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء

۷۔ مفتی سید شجاعت علی قادری: مجدد الامہ (عربی)، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء

ان کتب سوانح میں کوئی بھی ایسی نہیں جس کو فنی اعتبار سے امام احمد رضا کی مکمل سوانح کہا جاسکے، امام احمد رضا کی شخصیت جتنی عظیم ہے اتنی عظیم کوئی سوانح شائع نہیں ہوئی ——— ضرورت ہے کہ اس جامع منصوبے پر عمل کیا جائے جو اس وقت پیش کیا جارہا ہے، اس پر عمل کے لئے مندرجہ ذیل مختلف طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ پاکستان اور ہندوستان کی جامعات باہمی تعاون سے اپنے اپنے ریسرچ اسکالرز سے ایک ایک جلد بطور مقالہ ڈاکٹریٹ لکھوائیں ——— اس سلسلے میں پٹنہ یونیورسٹی (بھارت)، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (بھارت)، جبل پور یونیورسٹی، جبل پور (بھارت)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور (پاکستان)، سندھ یونیورسٹی (پاکستان) وغیرہ میں کام ہوا ہے اور بعض یونیورسٹیوں میں ہو رہا ہے۔

۲۔ پاکستان اور ہندوستان اور یورپ و امریکہ وغیرہ کے جو فضلاء انفرادی طور پر کام کر رہے ہیں وہ منتشر موضوعات پر کام کرنے کے بجائے ان مجلدات کو اپنا موضوع تحقیق بنائیں ——— اس سلسلے میں کسی علمی ادارے کو فضلاء کے درمیان رابطہ کے فرائض انجام دینے چاہئیں۔

۳۔ پاکستان اور ہندوستان کے جو ادارے امام احمد رضا پر کام کر رہے ہیں وہ باہمی تعاون سے ان مجلدات کو آپس میں تقسیم کرکے اپنے اپنے محققین کے ذریعہ اس منصوبے کو عملی جامہ پہنائیں۔

۴۔ حکومت پاکستان اور حکومت ہند سرکاری سطح پر اپنے تحقیقی اداروں میں اسکالرز کا تقرر کریں اور اس منصوبے کو مکمل کروائیں۔ اس سلسلے میں ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد (پاکستان) اور انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، نئی دہلی (بھارت) کو پیش قدمی کرنی چاہئے اور سردست کم از کم امام احمد رضا کی قلمی تصانیف کے عکس اپنے ہاں محفوظ کرالینے چاہئیں۔

مجوزہ مجلدات میں بعض مجلدات تو آسانی سے مرتب ہو سکتی ہیں اور وہ اس طرح کہ اب تک امام احمد رضا پر جو کتابیں اور مقالات شائع ہوئے ہیں ان میں جو تحقیقی تقاضوں کو پورا کرتے ہوں ان کو کسی نہ کسی جلد کا جز بنادیا جائے۔ بہرکیف جو ادارہ یا جامعہ اس

منصوبے کو عملی جامہ پہنانا چاہے' راقم السطور علمی مواد کی فراہمی میں اس سے تعاون کرے گا' ایسے حضرات یا ادارے جو تعاون کے خواہشمند ہوں اور وہ حضرات جن کے پاس امام احمد رضا کی قدیم مطبوعات' رسائل یا نوادرات ہوں وہ مندرجہ ذیل پتے پر راقم سے رجوع فرمائیں۔

۱۷/۲۰ اسی۔ پہلی منزل

پی۔ ای۔ سی۔ ایچ سوسائٹی' کراچی۔ ۲۹ (پاکستان)

پوسٹ کوڈ نمبر ۷۵۴۰۰

آج ہماری ہمتیں اتنی پست ہیں کہ پندرہ مجلدات پر مشتمل امام احمد رضا کا سوانحی انسائیکلوپیڈیا مرتب کرنا دشوار نظر آرہا ہے لیکن امام احمد رضا کی ہمت بلند کو مرحبا کہئے کہ انہوں نے صرف فتاوی کی جہازی سائز کی بارہ جلدیں مرتب کرڈالیں اور ان کے حوصلے کو حبذا کہئے کہ پچاس سے زیادہ علوم وفنون پر ہزار سے زیادہ کتب و رسائل لکھ ڈالے۔

تحقیقی اور تاریخی نقطہ نظر سے چودھویں صدی ہجری میں عالم اسلام میں امام احمد رضا کی نظیر نہیں ملتی ——— عقیدت کی بنا پر جسے چاہئے بڑا کہہ دیجئے اور جس کے ساتھ چاہئے مبالغہ آمیز جھوٹی سچی باتیں منسوب کردیجئے مگر تاریخ و تحقیق میں عقیدت کا گزر نہیں' یہاں سنی سنائی باتوں پر بھروسہ نہیں کیا جاتا ——— یہاں دیکھا جاتا ہے' یہاں پرکھا جاتا ہے ——— تو جب دیکھنے اور پرکھنے کی بات آتی ہے تو وہی کھرا نظر آتا ہے اور اپنے معاصرین کا امام معلوم ہوتا ہے ——— اس کی بیشتر نگارشات کے مخطوطات موجود ہیں اس لئے کوئی عقیدت مند شوق مسابقت میں کوئی کتاب لکھ کر ان سے منسوب کرنے کی طفلانہ حرکت نہیں کرسکتا اور مصنفات پر تحقیق کرنے والا کوئی محقق' تلاش و جستجو میں اصل متون سے مایوس و محروم نہیں رہ سکتا۔ اس کو امام احمد رضا کے ہاں اہتمام سنین کے ساتھ مخطوطات کا ایک عظیم ذخیرہ نظر آئے گا جو ان کے معاصر کسی بھی عالم کے ہاں شاید ہی نظر آئے ——— الحتصر اہل تحقیق متوجہ وہاں گئے تو قدم قدم پر یہ عالم پائیں گے۔ ع

مجبور یک نظر آ' مختار صد نظر جا

احقر	پرنسپل	
مسعود احمد	گورنمنٹ ڈگری کالج	۱۴۰۳ھ
	ٹھٹھہ (سندھ' پاکستان)	۱۹۸۳ء

الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ

"زیر نظر کتاب کا پہلا ایڈیشن بریلی شریف سے 1910ء/1328ھ میں شائع ہوا۔ اور دوسرا ایڈیشن' لاہور سے 1987ء/1407ھ میں شائع ہوا۔ اصل کتاب عربی میں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ صاحبزادہ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے کیا تھا۔ اشاعت ثانی کے موقع پر پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب نے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق مرتب کیا۔ اور اس جدید ایڈیشن کے لئے حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے افتتاحیہ لکھا۔

یہ کتاب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے صرف آٹھ گھنٹوں میں فصیح و بلیغ عربی میں تحریر فرمائی۔ برصغیر کے چند علماء نے ایک سوال نامہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کے متعلق استفسار کیا تھا۔ یہ کتاب 1323ھ/1905ء میں لکھی گئی۔ اس میں علم ذاتی' علم عطائی' علم ذاتی محیط اور علم عطائی غیر محیط' علم متناہی' علم واجب لذات اور علم عطائی ممکن' ازلی ابدی مخلوق' واجب البقا جائز الفنا' علم کل' علم بعض' مخالفین کا بغض اور اہل محبت کا بعض' لوح محفوظ کے علوم' لوح مبین پر نگاہ' جیسے سینکڑوں موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

غرض کہ یہ کتاب حضور نبی کریم صاحب کوثر و تسنیم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ پر ایک شاندار مرقع ہے' جسے پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور حضور کے کمالات سے قلب و ذہن فروغ پاتے ہیں"۔

افتتاحیہ

عالم اسلام میں امام احمد رضا کا پہلا تعارف اس وقت ہوا جب وہ 1295ھ /1878ء میں اپنے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خاں کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے' اس موقع پر مفتی شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل مکی نے بغیر کسی سابقہ تعارف کے امام احمد رضا کی پیشانی دیکھ کر بے ساختہ فرمایا:۔

انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین

"میں اس پیشانی میں اللہ کا نور محسوس کر رہا ہوں"

اس کے ساتھ اور واقعات بھی پیش آئے جن کی تفصیل آگے آتی ہے۔۔۔۔ عالم اسلام میں اس مجمل تعارف کے تقریباً" 22 سال بعد 1317ھ /1899ء میں قدرے تفصیلی تعارف اس وقت ہوا جب رہ ندوہ میں امام احمد رضا کا فتویٰ تصدیق و توثیق کے لئے علماء اسلام کے سامنے پیش ہوا اور انہوں نے اپنی تصدیقات عنایت فرمائیں' پھر چھ برس بعد 1323ھ /1905ء میں پچھلے تعارفوں کی تکمیل ہوئی' جب امام احمد رضا دوسری بار حج بیت اللہ کے لئے حرمین طیبین حاضر ہوئے اور وہاں علماء نے آپ سے فتوے لئے اور سندیں حاصل کیں اور آپ کی عربی تصانیف المستند المعتمد اور الدولتہ المکیہ پر تقاریظ لکھیں اور تصدیقات ثبت کیں' ایک نہیں بلکہ 70' 80 علماء اسلام نے اپنے تاثرات بڑی فراخ دلی کے ساتھ تحریر فرمائے۔ تفصیلات آگے آتی ہیں۔

الغرض امام احمد رضا کی شخصیت و علمیت جس کا تعارف 1295ھ /1878ء میں ہوا تھا' 1324ھ /1906ء تک 30 سال کے اندر اندر دور و نزدیک اس کا چرچا

"و در سال نو دو پنجم صدی مذکور (1295ھ) بہ معیت والد ماجد خود بہ زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا" مشرف شدہ از اکابر علمائے آں دیار اعنی سید احمد دحلان مفتی شافعیہ و عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ سند حدیث و فقہ و اصول و تفسیر و دیگر علوم یافتہ___ روزے نماز مغرب بمقام ابراہیم علیہ السلام خواند' بعد نماز امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بلا تعارف سابق' دست صاحب ترجمہ گرفتہ بخانہ خود برد و تادیر پیشانی وے گرفتہ فرمود:۔

انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین

سپس سند صحاح ستہ و اجازت سلسلہ قادریہ بہ دستخط خاص دادہ فرمودند کہ نام تو ضیاء الدین احمد است۔۔۔۔ و سند مذکورہ امام بخاری علیہ الرحمہ یازدہ وسائط اند و ہم در مکہ معظمہ بہ ایمائے شیخ جمل اللیل موصوف شرح رسالہ "جوہرۂ مضیہ" در بیان مناسک حج مذہب شافعیہ کہ از تصانیف شیخ سابق الوصف است' اندر دو یوم نوشتہ و نام "آل النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ" مقرر کردہ پیش شیخ برد' شیخ بہ تحسین و آفرین وے لب کشاد' در مدینہ طیبہ مفتی شافعیہ یعنی صاحبزادۂ مولانا محمد بن محمد عرب ضیافت صاحب ترجمہ کردہ۔۔ ۔۔ بعد نماز عشاء صاحب ترجمہ در مسجد خیف تنہا توقف نمود' در آں جا بشارت مغفرت یافت[1]

(ترجمہ)۔ "1295ھ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حرمین شریفین حاضر ہوئے اور وہاں کے اکابر علماء مفتی شافعیہ سید احمد دحلان' مفتی حنفیہ عبدالرحمٰن سراج سے حدیث و فقہ و اصول و تفسیر اور دوسرے علوم میں سند لی۔

ایک روز نماز مغرب مقام ابراہیم علیہ السلام پر ادا کی' نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل نے سابقہ تعارف کے بغیر مولانا احمد رضا خاں کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے' وہاں دیر تک آپ کی پیشانی تھامے رہے اور فرمایا:۔

"میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں"

1۔ رحمٰن علی: تذکرہ علمائے ہند (فارسی)' مطبوعہ لکھنؤ 1914ء' ص 15' 16

ہونے لگا' علماء اسلام نے امام احمد رضا سے جس وابستگی اور شیفتگی کا ثبوت دیا وہ باعث حیرت ہے۔۔۔ چند تاثرات ملاحظہ ہوں:۔

حافظ کتب الحرم شیخ اسماعیل بن خلیل مکی جو مکہ معظمہ کے ایک جید عالم تھے' ایک مکتوب میں امام احمد رضا کو لکھتے ہیں:۔

لکن الفقیر اعد نفسی ثالث اولادکم ۱

"لیکن فقیر آپ کی اولاد میں خود کو تیسرا بیٹا شمار کرتا ہے"۔

یہی بزرگ امام رضا کی تصنیف الدولتہ المکیہ پر تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

شیخنا العلامہ المجدد ۲

اور امام رضا کی دوسری تصنیف المستند المعتمد پر تقریظ لکھتے ہوئے کہتے ہیں:۔

بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقا و صدقا ۳

شیخ موسیٰ علی شامی الازہری احمدی درویری الدولتہ المکیہ اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:۔

حامی ملتہ المحمدیہ امام الائمہ المجدد لھذہ الامہ ۴

اور حسین بن علامہ سید عبدالقادر طرابلسی "الدولتہ المکیہ" ہی پر تقریظ لکھتے ہوئے کہتے ہیں:۔

الظاھرۃ و مجدد المائۃ الحاضرۃ ۵

امام احمد رضا کے معاصرین میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا رحمٰن علی اپنی فارسی تصنیف "تذکرۂ علمائے ہند" میں امام احمد رضا کے حالات میں لکھتے ہیں:۔

۱۔ مکتوب محررہ 1330ھ / 1912
۲۔ احمد رضا خاں: الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ مطبوعہ کراچی 1955ء ص 6
۳۔ احمد رضا خاں: حسام الحرمین' مطبوعہ لاہور 1978ء ص 51
۴۔ احمد رضا خاں: الدولتہ المکیہ' ص 642
۵۔ احمد رضا خاں: الدولتہ المکیہ 82

اس کے بعد امام شافعیہ نے آپ کو صحاح ستہ میں اور سلسلہ قادریہ میں اپنے دستخط خاص سے اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد رکھا' سند مذکور میں امام بخاری علیہ الرحمہ تک گیارہ واسطے ہیں۔

مکہ معظمہ میں شیخ جمل اللیل موصوف کے ایماء پر مذہب شافعیہ میں مناسک حج پر ان کے رسالے "جوہرۂ مضیہ" کی دو روز میں شرح لکھی اور اس کا نام "النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ" رکھا' جب یہ شرح شیخ موصوف کے پاس لے گئے تو شیخ نے تحسین و آفرین کی۔

مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ صاحبزادۂ مولانا محمد بن محمد عرب نے آپ کی دعوت کی' اسی روز نماز عشاء کے بعد مسجد خیف میں تنہا قیام کیا' اور یہاں آپ کو مغفرت کی بشارت ملی"۔

خود امام احمد رضا نے یہ حالات اپنی تصنیف "النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ" میں اس طرح لکھے ہیں:۔

"1295ھ میں فقیر سراپا تقصیر عبدالمصطفیٰ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی غفراللہ لہ۔۔ ہمراہی رکاب۔۔۔ حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی مدظلہم العالی۔۔۔ خلف۔۔۔ حضرت مولانا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب قادری قدس سرہ العلی نعمت حاضری بلدۂ معظمہ مکہ مکرمہ۔۔۔ ہاتھ آئی۔ حسن اتفاق کہ ایک روز جناب مولانا سیدی حسین بن صالح جمل اللیل علوی فاطمی قادری مکی امام و خطیب شافعیہ سے مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قریب کہ فقیر رکعات طواف اور وہ جناب امامت نماز مغرب سے فارغ ہوئے تھے' ملازمت حاصل ہوئی۔ سبحان اللہ! عجب بزرگ خوش اوقات و برکات ہیں۔ اکثر عرب' جاوہ و داغستان وغیرہا بلاد نزدیک و دور کے ہزاروں آدمی ان کے بلکہ ان کے مریدوں کے مرید اور شرف بیعت' سلسلہ تلمذ سے مستفید ہیں۔

اول نیاز میں حد سے زیادہ لطف فرمایا' فقیر کا ہاتھ دست مبارک میں لئے دولت خانہ تک کہ نزدیک باب صفا واقع ہے' لے گئے اور تاقیام مکہ معظمہ حاضری کا تقاضا فرمایا' فقیر حسب وعدہ حاضر ہوا' مسائل حج میں ایک ارجوزہ اپنا مسمی بہ "بالجوہرۃ المضیہ" فقیر کو سنایا'

پھر فرمایا' اکثر اہل ہند اس سے مستفید نہیں ہو سکتے' ایک تو زبان عربی' دوسرے مذہب شافعی اور ہندی اکثر حنفی' میں چاہتا ہوں کہ تو اس کی بزبان اردو تشریح اور اس میں مذاہب حنفیہ کی توضیح کردے' فقیر نے باعث اجر جزیل و ثواب جمیل سمجھ کر قبول کیا' اگرچہ وہاں نہ فرصت تھی اور نہ کتابیں پاس۔

روز اول دو بیت کے متعلق صرف تفصیل مسائل میں تین ورق طویل سے زائد لکھے گئے' جب بطور انموذج حاضر کئے' جناب مولانا نے فرمایا میرا مقصد تطویل اور اس قدر تفصیل نہیں کہ عوام اس سے کم منتفع و متمتع ہوتے ہیں' صرف ہمارے کلام کا ترجمہ و خلاصہ مطلب اور جہاں حنفیہ کا اختلاف ہو' ان کا بیان مذہب ہو جائے۔۔۔ فقیر نے امتثال امر لازم اور یہی امر فرصت حاصلہ کے ملائم دیکھ کر بتاریخ ہفتم ذی الحجہ (1295ھ) روز جاں افروز دوشنبہ یہ مختصر جملے لکھ دیئے اور "النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ" سے ملقب کئے۔ 7

الغرض حرمین شریفین میں امام احمد رضا کا جو ابتدائی شاندار تعارف ہوا اس نے مستقبل کے لئے راہ ہموار کردی اور پھر علماء عرب امام احمد رضا کی نگارشات سے برابر مستفید ہوتے رہے اور اپنے اپنے تاثرات قلمبند کرتے رہے' اس سلسلے میں امام احمد رضا کی مندرجہ ذیل تصانیف خاص طور پر قابل توجہ ہیں:۔

1۔ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین (1294ھ/1877ء)

2۔ المستند المعتمد فی بناء نجاۃ الابد (1320ھ/1902ء)

7۔ احمد رضا: النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ' مطبوعہ لکھنؤ 1308ھ/1890ء' ص 2-3
نوٹ: الجوہرۃ المضیہ' عربی میں منظوم رسالہ ہے اور النیرۃ الوضیہ اس کی اردو شرح اور الطرۃ الرضیہ' نیرۃ الوضیہ کے حواشی ہیں' اس کے مصنف بھی امام احمد رضا ہیں' یہ تینوں یک جا مطبع انوار محمدی' لکھنؤ 13 جمادی الاخریٰ 1308ھ کو طبع ہوئے ___ راقم کو یہ مطبوعہ نسخہ محترم ریاست علی قادری عنایت سے ملا' اس کی تفصیل یہ ہے کہ
صفحہ 1 سے 27 تک الجوہرۃ المضیہ مع شرح النیرۃ الوضیہ' پھر زیارت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق امام احمد رضا نے اپنے رسالے الہارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ کا خلاصہ شامل کیا ہے' یہ صفحہ 27 سے 32 تک پھیلا ہوا ہے' پھر امام احمد رضا کے حواشی الطرۃ الرضیہ صفحہ 33 سے 47 تک پھیلے ہوئے ہیں۔
امام احمد رضا نے حواشی باندازِ جدید آخر میں جمع کئے ہیں جس طرح آج کل تحقیقی مقالات میں درج کئے جاتے ہیں' امام احمد رضا کی طبع ایجاد پسند نے وہ طرز ایجاد کیا جو آج کل رائج ہے ___ ان کی نگارشات دور جدید کے معیار سے بہت اونچی ہیں' ہمارے محققین نے جن کا لحاظ توجہ نہیں کی۔ مسعود

3۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (1323ھ/1905ء)

4۔ الاجازۃ الرضویہ لمجبل مکۃ البہیہ (1323ھ/1905ء)

5۔ الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ (1324ھ/1906ء)

6۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (1324ھ/1906ء)

7۔ الفیوض المکیہ لمحب الدولۃ المکیہ (1325ھ/1907ء)

ان میں بعض تصانیف کے بارے میں مجملاً یہاں عرض کیا جاتا ہے تاکہ عالم اسلام سے امام احمد رضا کے تعلق پر روشنی پڑ سکے اور عالم اسلام کی طرف سے ان کے افکار کی پذیرائی کے متعلق حقائق معلوم ہو سکیں۔

1۔ فتاوی الحرمین' ندوۃ العلماء (بھارت) کے بارے میں امام احمد رضا کے 28 سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ یہ جوابات بقول امام احمد رضا 20 گھنٹے میں قلمبند کئے گئے' یعنی 16 شوال 1317ھ کو بعد نماز صبح سے لے کر 7 شوال 1317ھ طلوع فجر سے پہلے پہلے مسودہ اور مبیضہ مکمل کر لیا گیا۔ امام احمد رضا اپنے عربی اشعار میں اس کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں۔

لماھو للشغل عشرین ساعۃ
وعنھا الی لسجدت وذاکل بفرد
فما کان ذا الا بتوفیق ربنا
لہ الحمد حمدا دائما ابدا[8]

یہ استفتاء و فتوی تقریباً 40 صفحات پر مشتمل ہے۔ جب یہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا تو مکہ معظمہ کے 16 اور مدینہ منورہ کے 7 علماء اسلام نے اس کی تصدیق و توثیق فرمائی۔ حافظ کتب الحرم شیخ اسماعیل بن خلیل مکی کی تصدیق 22 صفحات پر مشتمل ہے

۸۔ عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری: رسائل رضویہ' ج 1' مطبوعہ لاہور 1947ء' ص 40

جس میں سوالات پر بحث اور جوابات کی تصدیق کے علاوہ امام احمد رضا کو ان کے علم و فضل کی بناء پر خراج عقیدت پیش کیا ہے اور بلند القاب و آداب سے نوازا ہے۔۹

2۔ شاہ فضل رسول بدایونی (م 1289ھ /1872ء) کی عربی تصنیف "المعتقد المنتقد" (1270ھ /1853ء) پر امام احمد رضا نے "المعتمد المستند" کے نام سے عربی میں تعلیقات و حواشی کا اضافہ کیا ہے۔۔۔۔ 1324ھ /1906 میں یہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا جس پر 37 علماء نے اپنی اپنی تقاریظ اور تصدیقات ثبت کیں۔۱۔۔ ان تعلیقات میں امام احمد رضا نے اپنے بعض معاصرین کی قابل اعتراض نگارشات کا تعاقب کیا ہے اور اپنا مطمح نظر پیش کیا ہے۔ اسی پس منظر میں 1326ھ /1908ء کو امام احمد رضا نے ایک کتاب "تمہید ایمان بآیات قرآن" تصنیف فرمائی جس میں قرآنی آیات و احادیث نبویہ کی روشنی میں شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک دکھائی ہے۔

3۔ "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" چند سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جو قیام مکہ مکرمہ کے زمانے میں 1323ھ کو پیش کئے گئے تھے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں' پہلے حصے میں مسئلہ علم غیب پر فاضلانہ بحث کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت کرتے ہوئے بڑے معقول اور دل نشیں انداز سے اپنا موقف بیان کیا ہے' دوسرے حصے میں دیگر چار سوالات ہیں۔

جب یہ کتاب علمائے عرب کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے بڑی پذیرائی کی اور تقریباً 77 علماء نے اس پر اپنی تصدیقات لکھیں۔۔۔۔ پیش نظر کتاب انہیں تقاریظ کی

۹۔ فتاوی الحرمین: رسائل رضویہ' ج 1' مطبوعہ لاہور 1947ء میں شامل ہے' عربی متن کے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے' تفصیلات کے لئے اس طرف رجوع کریں۔

۱۰۔ سب سے پہلے الآئے حرمین کا تازہ عطیہ (1328ھ /1910ء' بریلی) کے عنوان سے الدولۃ المکیہ کا خلاصہ شائع ہوا اور اس میں 20 تقاریظ کا خلاصہ شامل کیا گیا۔ بعض مخالفین نے الدولۃ المکیہ کی عدم اشاعت کی وجہ سے عوام و خواص میں اس کے مندرجات کے متعلق غلط فہمیاں پھیلادی تھیں' اس لئے ضروری ہوا کہ فوری طور پر اس کا خلاصہ مع تقاریظ پیش کر دیا جائے' چنانچہ مندرجہ بالا عنوان سے 17 شعبان 1328ھ کو یہ خلاصہ مدرسہ اہل سنت و جماعت' منظر اسلام (بریلی) کے اجلاس میں تقسیم کیا گیا۔ الدولۃ المکیہ کا اصلی متن اور تقاریظ بعد میں بریلی سے شائع ہوئے' چنانچہ 1374ھ /1955ء میں پہلی بار کراچی (پاکستان) سے الدولۃ المکیہ کا جو متن شائع ہوا ہے اس میں علماء عرب کی 60 تقاریظ اور امام احمد رضا کے حواشی شامل ہیں پھر 1976ء میں کراچی ہی سے دوسرا ایڈیشن شائع ہوا' اس میں تقاریظ نہیں' صرف متن اور حواشی ہیں۔ مسعود

تقویب رونمائی سمجھتے۔۔۔۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس کتاب میں مندرج مسئلہ غیب سے متعلق امام احمد رضا کے افکار کا خلاصہ پیش کر دیا جائے کیونکہ یہی مسئلہ وجہ نزاع و اختلاف ہے لیکن اگر حقیقتاً "سمجھ لیا جائے تو کم از کم ایک معقول انسان اختلاف نہیں کر سکتا۔

امام احمد رضا کے افکار کا خلاصہ یہ ہے:۔

1۔ علم ذاتی محیط 'اللہ کے لئے ہے' علم عطائی غیر محیط 'مخلوق کے لئے۔

2۔ علم مخلوقات متناہی 'علم الٰہی غیر متناہی۔۔۔۔ دونوں میں نسبت ناممکن 'کجا مساوات کا دعویٰ

3۔ علم ذاتی واجب للذات اور علم عطائی ممکن۔

4۔ وہ ازلی' یہ حادث۔۔۔۔ وہ غیر مخلوق' یہ مخلوق۔۔۔۔ وہ زیر قدرت نہیں' یہ زیر قدرت الٰہی۔۔۔۔ وہ واجب البقاء' یہ جائز الفناء۔۔۔۔ اس کا تغیر محال' اس کا ممکن۔

5۔ علم کل اللہ کو سزاوار ہے اور علم بعض' رسول اللہ کو۔۔۔۔ مگر بعض بعض میں فرق ہے۔۔۔۔ پانی کی بوند بھی' بعض ہے اور سمندر کے مقابلے میں دریا' بھی بعض ہے۔۔۔۔ تو بعض بعض میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

6۔ مخالفین کا بعض' بغض و توہین کا ہے اور ہمارا بعض' عزت و تمکین کا جس کی قدر خدا ہی جانے اور جن کو عطا ہوا۔

7۔ جس طرح علم ذاتی پر ایمان لانا ضروری ہے' اسی طرح علم عطائی پر ایمان لانا ضروری ہے کہ قرآن کریم نے دونوں علوم کی خبر دی ہے۔۔۔۔ پورے قرآن پر ایمان لانے والا دونوں علوم میں سے کسی علم کا منکر نہیں ہو سکتا' جو منکر ہے وہ پورے قرآن پر ایمان نہیں لایا اور جو پورے قرآن پر ایمان نہیں لایا اس کا حکم معلوم۔

8۔ کسی عالم کے علم کی اس لئے نفی کرنا کہ وہ استادوں کے پڑھائے سے پڑھا ہے' کسی صاحب عقل سے متوقع نہیں۔۔۔۔ صاحب عقل اس کے علم کا اعتراف کرے

گا اور کبھی یہ کہہ کر اس کے علم کو ہلکا نہ کرے گا کہ اس کے علم میں کیا خوبی ہے' یہ تو پڑھائے سے پڑھا ہے اور سب اسی طرح پڑھتے ہیں۔

الغرض امام احمد رضا خاں' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو متناہی غیر محیط' خالق' زیر قدرت الٰہی اور حادث مانتے ہیں مگر اسی کے ساتھ آپ کی وسعت علم کو وہی نسبت دیتے ہیں جو ایک سمندر کو پانی کی بوند سے ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی کہیں کم۔

الدولتہ المکیہ 1323ھ میں مکہ معظمہ میں تصنیف فرمائی۔ ہندوستان واپسی کے بعد 1325ھ میں اس پر حواشی تحریر فرمائے' جس کا تاریخی عنوان یہ ہے:۔

الفیوض الملکیہ لمحب الدولتہ المکیہ 11 ھ

5'4 "الاجازات الرضویہ لمبجل مکتہ البہیہ" (1323ھ /1905ء) اور "الاجازات المتینہ لعلماء بکتہ والمدینہ (1324ھ /1906ء) ان سندات پر مشتمل ہیں جو امام احمد رضا نے علماء اسلام کو عنایت فرمائیں' اس میں وہ خطوط بھی شامل ہیں جو علماء اسلام نے امام احمد رضا کو لکھے۔ ۲۲

6۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (1324ھ /1906ء) کی تفصیل یہ ہے کہ قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں امام مسجد الحرام مولانا عبداللہ میرداد اور ان کے استاد مولانا حامد محمود جداوی نے نوٹ کے متعلق ایک استفتاء امام احمد رضا کے سامنے پیش کیا' امام احمد رضا نے اس کے جواب میں ڈیڑھ دن سے کم مدت میں عربی میں رسالہ "کفل الفقیہ الفاہم" تحریر فرمایا۔ جب یہ رسالہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے قدر کی نگاہ سے

ھ الفیوض الملکیہ کا ایک قلمی نسخہ سید ریاست علی قادری (کراچی) اور مولانا خالد علی خاں (بریلی) کی عنایات سے راقم کو ملا' اس کے بعض صفحات کا عکس اس کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ یہ دونوں مجموعے "رسائل رضویہ" ج 2 مطبوعہ لاہور 1976ء میں شائع ہو گئے ہیں۔ مسعود

—— اس میں شک نہیں کہ یہ مقالہ نہایت ہی وقیع ہے اور قابل مطالعہ' خصوصاً' ان حضرات کے لئے جو امام احمد رضا کی فقاہت اور علمیت سے باخبر نہیں۔ مسعود

—— مفتی شجاعت علی قادری (دارالعلوم نعیمیہ) نے "مجدد الامہ" کے نام سے امام احمد رضا کے حالات زندگی پر ایک نہایت ہی وقیع مقالہ عربی زبان میں لکھا ہے جو 1399ھ میں کراچی سے شائع ہو گیا ہے۔ اس مقالے میں امام احمد رضا کی زندگی اور فکر سے متعلق تقریباً" تمام پہلوؤں پر جامعیت کے ساتھ بحث کی گئی ہے' بلاشبہ عربی زبان میں امام احمد رضا پر یہ پہلی کامیاب تصنیف ہے لیکن اس کے بعد ضرورت ہے کہ امام احمد رضا کے ہر پہلوئے زندگی پر مستقل تصانیف پیش کی جائیں۔ ان کی زندگی ایک بحر ناپید اکنار ہے۔ مسعود

ھ۔ حامد رضا خاں: الاجازات المتینہ' مشمولہ رسائل رضویہ' ج 2۔ ص 256-267

دیکھا اور اس کی نقلیں لیں، مثلاً "شیخ الائمہ احمد ابوالخیر میرداد حنفی، قاضی مکہ شیخ صالح کمال حنفی، حافظ کتب الحرم سید اسماعیل بن خلیل حنفی، مفتی حنفیہ شیخ عبداللہ صدیق وغیرہم۔۔۔۔

امام احمد رضا سے قبل آپ کے استاذ الاساتذہ مفتی اعظم مکہ معظمہ مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر حنفی سے بھی نوٹ کے متعلق سوال کیا گیا تھا کہ اس پر زکوۃ ہے یا نہیں لیکن انہوں نے جواب سے اعراض فرمایا مگر امام احمد رضا نے شافی جواب دیا جس پر مفتی حنفیہ عبداللہ بن صدیق پھڑک اٹھے۔

الغرض امام احمد رضا کی شخصیت حرمین شریفین اور عالم اسلام میں جانی پہچانی تھی اور ان کے علم و فضل کا عوام و خواص میں چرچا تھا جس کا اندازہ عالم عرب اور اسلامی ممالک میں ہوا۔ ہم علمائے عرب کی تقاریظ کا خلاصہ آخر میں ہدیہ قارئین کریں گے۔

بلاشبہ علم و فضل میں امام احمد رضا کا ان کے معاصرین میں کوئی ہم پلہ نہ تھا اگر کوئی محقق بغیر کسی تعصب و تنگدلی کے معاصرین کے آثار علمیہ اور امام احمد رضا کے آثار علمیہ کا تقابلی مطالعہ کریں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ امام احمد رضا کا ان کے عہد میں کوئی ثانی نہ تھا اور پھر کثرت علوم پر امام احمد رضا کو جو عبور اور مہارت حاصل تھی اس کی نظیر ان کے عہد میں کیا ماضی میں بھی شاذ ہی نظر آتی ہے۔

علماء حرمین شریفین میں نہ صرف علمی حیثیت سے بلکہ شخصی حیثیت سے بھی امام احمد رضا کا پایہ بہت بلند تھا جس کا اندازہ ان سندات اجازت حدیث و بیعت سے ہوتا ہے جو امام احمد رضا نے علماء حرمین کو جاری کیں اور ان مکتوبات سے جو علمائے حرمین نے آپ کو بھیجے [13] نیز خود امام احمد رضا کے ملفوظات [14] صاحبزادے کی نگارشات [15] اور علماء عرب کی تصدیقات کے مطالعہ سے بھی ہوتا ہے۔[16]

حافظ کتب الحرم شیخ اسماعیل بن سید خلیل نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

13- حامد رضا خاں: الاجازات المتینہ مشمولہ رسائل رضویہ، ج2)، ص 256-267
14- احمد رضا خاں: الملفوظ، ج2 مطبوعہ کراچی، ص 2تا41
15- حامد رضا خاں: کفل الفقیہ الفاہم، مطبوعہ لاہور، ص 4تا8
16- احمد رضا خاں: رسائل رضویہ، ج1(1394ھ)، ج2(1396ھ)، مطبوعہ لاہور

(ا) بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقا و صدقا۱۷

"بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بیشک یہ بات سچی و صحیح ہو"۔

اور شیخ موسیٰ علی شامی ازہری احمدی دردیری مدنی فرماتے ہیں:۔

(ب) امام الائمہ المجدد لھذہ الامۃ۱۸

"اماموں کے امام اور اس امت مسلمہ کے مجدد"

مجدد امت، شخصی اور علمی دونوں خوبیوں کا جامع ہوتا ہے تو مندرجہ بالا اقتباسات امام احمد رضا کی جامعیت کاملہ کے آئینہ دار ہیں۔۔۔ مجدد وقت اپنے عہد کی اصلاح کے لئے آتا ہے اور چہار دانگ عالم میں اس کا شہرہ ہوتا ہے۔۔۔ آیئے دیکھیں مولانا سید مامون البری مدنی کیا فرما رہے ہیں:۔

(ج) فھو الحقیق بان یقال انہ فی عصرہ اوحد کیف و فضلہ اشھر من نار علی علم۱۹

"وہ اس لائق ہیں کہ کہا جائے کہ ان جیسا ان کے زمانے میں کوئی نہیں کیونکہ ان کا فضل و کمال اس آگ سے زیادہ مشہور ہے، جو پہاڑ کی چوٹی پر جلائی جاتی ہے"۔

اور مولانا تفضل الحق مکی، امام احمد رضا کے تعمق و تفکر اور دلائل و براہین کو دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں:۔

(د) الدالۃ علی رسوخ علوم المئولف العالم العلامۃ الفھامۃ الذی ھو فی الاعیان بمنزلۃ العین فی الانسان۲۰

یہ جوابات بتا رہے ہیں کہ مولف عالم علامہ، فاضل فہامہ ہے اور عمائد میں ایسا ہے جیسے بدن میں آنکھ"۔

۱۷۔ احمد رضا خاں، حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص 51
۱۸۔ احمد رضا خاں: الدولۃ المکیہ، مطبوعہ کراچی، ص 462
۱۹۔ مکتوب سید مامون البری مدنی، رسائل رضویہ، ج 1 ص 136
۲۰۔ احمد رضا خاں: رسائل رضویہ، ج 1 ص 136

واقعی مجدد عصر کی حیثیت اپنے اعیان واقران میں ایسی ہی ہوتی ہے جیسے جسم انسان میں آنکھ بلکہ انسان کی مناسبت سے یہ کہا جائے کہ آنکھ کی پتلی تو زیادہ مناسب ہو گا۔

اجلہ علماء حرمین شریفین امام احمد رضا کی جو قدر و منزلت کرتے تھے اس کا کچھ اندازہ ان واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

(ا) مکہ معظمہ میں شیخ الخطباء، کبیر العلماء مولانا شیخ احمد ابوالخیر میرداد ضعیفی کی وجہ سے امام احمد رضا کے پاس نہ آسکے چنانچہ انہوں نے یاد فرمایا اور امام احمد رضا کی زبانی رسالہ "الدولۃ المکیہ" سماعت فرمایا، رخصت ہوتے وقت امام احمد رضا نے ان کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا تو بے ساختہ ارشاد فرمایا:۔

انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم[1]

"ہم آپ کے پیروں کو بوسہ دیں، ہم آپ کی جوتیوں کو چومیں"۔

(ب) 1324ھ میں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ روانگی سے ایک روز قبل امام احمد رضا نے شوق زیارت روضہ انور میں یہ جملہ ارشاد فرمایا:۔

"روضہ انور پر ایک نگاہ پڑ جائے پھر دم نکل آئے"۔

اس وقت سابق قاضی مکہ معظمہ شیخ صالح کمال موجود تھے، یہ سنتے ہی بے تابانہ انہوں نے فرمایا:۔

تعود ثم تعود ثم تعود ثم تکون[2]

"ہرگز نہیں، روضہ انور حاضر ہو کر پھر حاضر ہو، پھر حاضر ہو، پھر مدینہ طیبہ میں وفات نصیب ہو"۔

(ج) مولانا محمد کریم اللہ صاحب مدنی اپنی عینی شہادت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

انی مقیم بالمدینۃ المنیرۃ منذ سنین ویاتیھا من الھند الوف من الناس فیھم علماء وصلحاء واتقیاء رایتھم یدورون فی سکک البلد لا یلتفت الیھم

1۔ احمد رضا خاں: "الملفوظ"، ج 1، ص 10
2۔ ایضاً، ص 23

من اهله واری العلماء والکبار العظماء الیک سهرعین وبالا جلال مسرعین ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۲۳

"میں سالہا سال سے مدینہ منورہ میں رہتا ہوں' ہندوستان سے ہزاروں انسان آتے ہیں' ان میں علماء صلحاء' اتقیاء سب ہوتے ہیں' میں نے دیکھا کہ یہ لوگ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں گھومتے پھرتے ہیں' کوئی ان کی طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھتا لیکن ان کی مقبولیت کی عجب شان دیکھتا ہوں کہ بڑے بڑے علماء و بزرگ آپ کی طرف دوڑے چلے آ رہے ہیں اور تعظیم بجالانے میں جلدی کر رہے ہیں"۔

امام احمد رضا کی محبوبیت اور مرجعیت کا جو اس وقت عالم تھا' اس کے کچھ آثار اب بھی نظر آتے ہیں ---- آیئے مولانا غلام مصطفیٰ (مدرس مدرسہ عربیہ اشرف العلوم' راجشاہی' بنگلہ دیش) کی زبانی سنئے:

نحن تلامیذ تلامیذ اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان البریلوی رحمتہ اللہ علیہ ۲۴

تو سید محمد علوی سروقد کھڑے ہو گئے اور ایک ایک سے معانقہ و مصافحہ کیا اور فرمایا:۔

نحن نعرفہ بتصنیفاتہ و تالیفاتہ حبہ علامتہ السنتہ و بغضہ علامتہ البدعتہ ۲۵

"ہم امام احمد رضا کو ان کی تصانیف اور تالیفات کے ذریعہ جانتے ہیں ان سے محبت سنت کی علامت ہے اور ان سے عناد بدعت کی نشانی ہے"۔

(ب) اسی طرح مولانا غلام مصطفیٰ اپنے رفقاء کے ساتھ عمر رسیدہ بزرگ علامہ شیخ محمد مغربی الجزائری سے ملے اور ان سے اپنا تعارف کرایا تو وہ بھی اٹھ کر ایک ایک سے بغلگیر ہوئے اور مصافحہ کیا اور فرمایا:۔

"حضرت علامہ فاضل بریلوی (رحمتہ اللہ علیہ) میرے ہمعصر اور میرے دوست تھے' ہم آج بھی ان کے علم و فضل کے مداح ہیں اور ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں"۔

۲۳۔ احمد رضا خاں: رسائل رضویہ' ص 254
۲۴۔ غلام مصطفیٰ: سفرنامہ حرمین طیبین (بنگلہ دیش) مطبوعہ 1960ء' ص 66
۲۵۔ بدر الدین احمد رضوی: سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی' مطبوعہ لاہور' ص 198

(ج) 80 سالہ بزرگ مولانا عبدالرحمٰن سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے امام احمد رضا کے تبرکات دکھائے جو ان کے پاس محفوظ تھے اور فرمایا:۔

"میں اس وقت چھوٹا تھا اور ذی ہوش تھا' مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علمائے حرم شریف جب اعلیٰ حضرت سے ملتے تو ان کی دست بوسی کرتے اور اتنا احترام فرماتے کہ میں نے اتنا احترام کسی ہندوستانی عالم کا نہیں دیکھا"۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد
پرنسپل
گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ' سندھ



ادبیات

۲۔ ادبیات

۱۔ شرحِ سلام رضا

از: مفتی محمد خاں قادری ۱۹۹۳ء

۲۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری

از: پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ۱۹۹۴ء

۳۔ جذبات برہان

از: مفتی بُرہان الدین جبل پوری ۱۹۹۴ء

۴۔ ارمغانِ رضا

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۹۴ء

۵۔ شرح حدائق بخشش

از: علامہ فیض احمد اویسی ۱۹۹۵ء

۶۔ انتخاب حدائق بخشش

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۹۵ء

شرح سلام رضا

از مفتی محمد خاں قادری

"مفتی محمد خاں قادری، شیخ الجامعہ، جامعہ اسلامیہ، لاہور بڑے فعال ہیں — ان کی ذات میں ایک انجمن آباد ہے۔ دین کا درد رکھتے ہیں۔ محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ جس کا منہ بولتا ثبوت ان کی شخصیت اور ان کی مطبوعہ کتب ہیں۔" شرح سلام رضا" کے بعد وہ "شرح حدائق بخشش" لکھ رہے ہیں —— ترجمہ ان کا خاص میدان ہے حال ہی میں ان کا ترجمہ "فضائل نعلین پاک" منظر عام پر آئی ہے۔

سلام رضا جس محبت کا مظہر ہے، یہ شرح اسی محبت کا آئینہ ہے۔ جس میں بلاشبہ خلوص کا چہرہ دیکھا جا سکتا ہے۔"

طاہر

تقدیم

امام احمد رضا علم و فضل اور عشق و محبت میں یگانہ روزگار تھے۔۔۔ان کی نگارشات میں علوم و فنون چھلکتے نظر آتے ہیں بالخصوص قصائد میں وہ اپنے جوہر دکھاتے ہیں۔۔۔ان کو قرآن و حدیث پر حیرت انگیز عبور تھا۔۔۔ان کا ترجمہ قرآن "کنزالایمان" تمام تفسیروں کی جان ہے اور تراجم کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل۔۔۔۔۔۔ وہ قرآن کی تفسیر سیل رواں کی طرح بیان کرتے اور آب رواں کی طرح لکھتے۔۔۔۔۔۔ انکی ہر تحریر میں قرآن و حدیث کی جلوہ سامانیاں ہیں جس کے نظارے آپ اس شرح میں کریں گے۔ امام احمد رضا نے اپنی منظوم اور منثور نگارشات میں احادیث کا ایک عظیم ذخیرہ سمو دیا ہے' جس کو انکے شاگرد محمد ظفرالدین قادری رضوی نے چھ ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے۔۔۔۔۔۔ ایک ریسرچ اسکالر خالد الحامدی (جامعہ ملیہ' دہلی) نے امام احمد رضا کی فن حدیث میں چالیس سے زیادہ کتب و رسائل حواشی و شروح کا سراغ لگایا ہے۔۔۔۔۔۔ افسوس یہ علمی خزینہ' دفینہ بن گیا تھا۔ نکالنے والے اب نکال رہے ہیں' اور پہلی مرتبہ یہ احساس بیدار ہو رہا ہے' کہ امام احمد رضا تاریخ اسلام کی ایک عدیم النظیر عبقری شخصیت کا نام ہے جس کو ہم نے بھلا دیا تھا۔

امام احمد رضا فن شاعری میں بھی بے مثال تھے۔ وہ تلمیذ رحمٰن تھے' ان کا کوئی استاد نہ تھا۔۔۔۔۔۔ انہوں نے اردو شاعری کا قبلہ درست فرمایا اور غزل کو اتنا بلند کیا کہ نعت بنا دیا' ان کا مشہور اسلام ؎

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں ایک عظیم قصیدہ ہے' شاعری کی پوری تاریخ میں جس کی مثال نہیں ملتی۔۔۔ یہ قصیدہ سیرت رسول اللہ علیہ وسلم پر ایک دل آویز خراج عقیدت بھی ہے۔۔۔ یہ قصیدہ اہل دل کا محبوب' اہل عشق کا مطلوب اور اہل ادب کی آنکھ کا تارا ہے۔۔۔۔۔۔ اس کی مقبولیت و محبوبیت اب جہاں گیر اور عالم گیر ہو گئی ہے۔۔۔۔۔۔ دنیا کا کونہ کونہ اس کی آواز سے گونج رہا ہے۔۔۔۔۔۔ جہاں جہاں عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسکن گزیں ہیں' یہ قصیدہ ان کے دم کے ساتھ ساتھ ہے۔

سلام رضا پر بہت سے باکمال شاعروں نے بڑی بلند پایہ تضمینیں بھی قلم بند کی ہیں' مثلاً

صابر القادری، اختر الحامدی، عبد الغنی سالک اور بشیر حسین ناظم وغیرہ وغیرہ۔ سلام کے تقریباً ۱۹۲ اشعار ہیں یہ تضمین مکمل ہیں اور ہر بند ایک سے ایک خوب تر ———— ایک فاضل نے فرمایا تھا کہ امام احمد رضا کے ہر شعر پر ڈاکٹریٹ کیا جاسکتا ہے، یہ بات مبالغہ معلوم ہوتی تھی مگر حضرت شارح مفتی محمد خاں صاحب زید لطفہ نے اس دعوے کو اس حد تک ثابت کر دیا کہ ایک ایک شعر پر نہ سہی ایک ایک نظم پر ضرور ضخیم مقالہ قلم بند کیا جاسکتا ہے، یہ شرح ۴۵۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے ————

علم و دانش اور مطالعہ و مشاہدہ جتنا وسیع ہوتا جاتا ہے، دائرہ فکر اتنا ہی پھیلتا چلا جاتا ہے ———— ایک ہی پھول میں ہر آنکھ مختلف بہاریں دیکھتی ہے اور ایک ہی ذرے میں مختلف جہاں ———— اس شرح سے ایک طرف امام احمد رضا کے وسعت علم و فضل کا پتا چلتا ہے تو دوسری طرف حضرت شارح کی وسعت علم و دانش کا ———— وہ ایک ممتاز عالم دین، بے مثال معلم اور ممتاز مصنف ہیں ——— دین و مسلک کے لئے انہوں نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں ———— امام احمد رضا نے سمندر کو کوزے میں سمویا اور حضرت شارح نے اس سمندر کو کوزے سے نکالا ———— امام احمد رضا نے آبدار موتیوں کو ڈبیوں میں بند کیا اور حضرت شارح نے بند ڈبیوں سے ایک ایک موتی نکال کر ہمارے سامنے رکھا اور نگاہوں کو خیرہ کردیا ———— حضرت شارح محترم المقام مفتی محمد خاں صاحب قادری زید لطفہ ہر عاشق رسول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تحسین و آفریں کے مستحق ہیں ——— فقیر بھی دلی مبارکباد پیش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کے درجات بلند فرمائے اوران کے علمی فیوض سے ایک عالم مستفیض ہو۔ آمین!

۱۹ر محرم الحرام ۱۴۱۴ھ
۱۰ر جولائی ۱۹۹۳ء

احقر
محمد مسعود احمد عفی عنہ
کراچی

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری

ازپروفیسرڈاکٹرغلام مصطفیٰ خاں

"پروفیسرڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نقشبندی کی ذات محتاج تعارف نہیں۔۔۔ آپ نے شخصیات کو بنایا ہے۔۔۔ آپ نے ایک آئینہ گر کی حیثیت سے بہت سے ہیروں کی تراش خراش کی ہے۔

"اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری"۔۔۔۔ یہ مقالہ ۱۹۹۳ء میں "معارف رضا" کراچی میں شائع ہوا تھا' اور اس سے بہت پہلے اخبارات میں بھی شائع ہوا تھا۔۔۔ کتابچے کی صورت میں حال ہی میں حیدر آباد' سندھ سے شائع ہوا ہے۔

پروفیسرڈاکٹرغلام مصطفیٰ خاں صاحب ملک کے ممتاز محقق اور دانشور ہیں۔ ان کے متعدد مقالات انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں شامل ہیں۔ ان کی بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان کی علمی کاوشیں ڈاکٹریٹ کے مقالے کی مقتضی ہیں۔۔۔ وہ پاکستان کا ایک عظیم علمی اثاثہ ہیں"۔

طاہر

تقدیم

مخدومی واستاذی پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

(ایم۔ اے' ایل۔ ایل۔ بی' پی۔ ایچ۔ ڈی' ڈی لٹ) ملک کے مایہ ناز محقق اور صاحب شریعت و طریقت ہیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے پیر کامل اور رہبورہنما ہیں' ان کا حلقہ ارادت و بیعت ملک و بیرون ملک پھیلا ہوا ہے۔ بحیثیت معلم' ادیب' محقق اور مرشد کامل اپنی نظیر آپ ہیں۔ سو سے زائد کتب و رسائل اور سینکڑوں تحقیقی مقالات تحریر فرما چکے ہیں۔

آج سے تقریباً پندرہ سولہ برس قبل استاذ محترم نے امام احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری پر ایک فاضلانہ مقالہ قلم بند کیا تھا۔ اور امام احمد رضا کے کلام کی روشنی میں مختلف خصوصیات کا جائزہ لیا تھا—— یہ مقالہ اخبار جنگ میں شائع ہوا مگر افسوس قطع و برید کے بعد شائع کیا گیا' اس مقالے کی نقل بھی محفوظ نہ رکھی جا سکی' جس کا قلق رہے گا۔ یہ مقالہ مختلف اخبارات و رسائل میں چھپتا رہا—— چھپتے چھپتے اس کے متن میں بھی کمی بیشی ہوتی رہی—— اس وقت راقم کے سامنے اس کے دو ایڈیشن ہیں۔ ایک "معارف رضا" مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء میں شامل ہے اور دوسرا سراج البیان' مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء میں شامل ہے۔ پیش نظر مقالہ "سراج البیان" سے لیا گیا ہے۔ لیکن راقم نے معارف رضا سے استفادہ کیا ہے——

استاذ محترم پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے امام احمد رضا پر اس دور میں قلم اٹھایا۔ جب یونیورسٹیوں کے اساتذہ امام احمد رضا کے مقام و مرتبہ سے نا آشنا تھے۔۔ جو آشنا تھے وہ تنگ نظر تھے—— تنگ نظری کے اس تاریک ماحول میں ڈاکٹر صاحب نے وسعت نظری کی شمع روشن کی اور امام احمد رضا پر کھل کر لکھا' جو کچھ لکھا وہ آج تک کسی یونیورسٹی کے استاد نے نہ لکھا۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

> "اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں ان کے فضل و کمال' ذہانت و فطانت' طباعی و دراکی کے سامنے بڑے بڑے علماء و فضلا' یونیورسٹیوں کے اساتذہ' محققین اور مستشرقین

نظروں میں نہیں جچتے۔ مختصر یہ کہ وہ کونسا علم ہے جو انہیں
نہیں آتا تھا؟ وہ کونسا فن ہے جس سے وہ واقف نہیں
تھے؟؟"

(معارف رضا، کراچی، ۱۹۹۳ء ص ۱۷۳)

استاذ محترم کا تعلق جبل پور (بھارت) سے ہے۔ امام احمد رضا کے خلفاء عبد الاسلام مولانا عبد السلام جبل پوری اور برہان الملت والدین مفتی محمد برہان الحق جبل پوری علیہما الرحمہ کا تعلق بھی اسی شہر سے تھا۔ استاذ محترم کو ان دونوں حضرات سے عقیدت و محبت ہے۔ ان دونوں حضرات کی صحبت میں استاذ محترم نے بہت کچھ سیکھا ہے ——— انہیں کی صحبت میں استاذ محترم نے امام احمد رضا کے تمام مطبوعہ رسائل و کتب کا مطالعہ فرمایا جس سے آپ کے مطالعہ میں گہرائی اور نظر میں وسعت پیدا ہوئی ——— امام احمد رضا کے ایک اور خلیفہ پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری (صدر شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) سے استاذ محترم کو شرف تلمذ بھی حاصل ہے۔ ان کا مفصل تذکرہ استاذ محترم نے "سراج البیان" صفحہ ۲۹۳ تا ۲۹۵ میں تحریر فرمایا ہے۔ ان حضرات کی صحبت اور ذاتی مطالعہ نے استاذ محترم کو امام احمد رضا کی طرف متوجہ کیا اور ان کی عظمت کا سکہ دل میں بیٹھ گیا۔ استاذ محترم نے ۳۶ سال قبل خود راقم کو ہدایت فرمائی کہ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن "کنز الایمان" مطالعہ کیا جائے کہ قرآنی تراجم میں بہترین ترجمہ ہے ——— ایک مرتبہ قصیدۂ معراجیہ کی خوب تعریف فرمائی اور فرمایا کہ یہ قصیدہ پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ نے مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے چھپوایا تھا ——— خانوادہ امام احمد رضا کے چشم و چراغ علامہ تقدس علی خاں علیہ الرحمہ (شیخ الحدیث، جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ، سندھ) نے بھی راقم سے یہی بات فرمائی۔ استاذ محترم نے نہ صرف امام احمد رضا پر مقالہ قلم بند کیا بلکہ وہ امام احمد رضا پر ڈاکٹریٹ کرنے والے طلبہ کے ممتحن بھی رہے۔

امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر مختلف فضلاء و شعرا نے انفرادی طور پر بھی مقالات لکھے اور رسائل و جرائد میں بھی مقالات شائع ہوئے۔ خصوصاً ماہنامہ المیزان (امام احمد رضا نمبر)، مطبوعہ بمبئی ——— ماہنامہ قاری (امام احمد رضا نمبر) مطبوعہ دہلی ——— اور "انوار رضا" مطبوعہ لاہور میں۔

اس وقت امام احمد رضا پر دنیا کی بیس سے زیادہ یونیورسٹیوں میں کام ہو رہا ہے اور کچھ یونیورسٹیوں میں ہو چکا ہے۔ امام احمد رضا کی اردو اور عربی شاعری پر ان یونیورسٹیوں میں ایم فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح پر کام ہو چکا ہے۔

☆ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ــــــ علی گڑھ
☆ عثمانیہ یونیورسٹی ــــــ حیدر آباد ــــــ دکن
☆ روہیل کھنڈ یونیورسٹی ــــــ بریلی شریف
☆ پنجاب یونیورسٹی ــــــ لاہور

اور ان یونیورسٹیوں میں اردو اور عربی شاعری پر کام ہو رہا ہے۔

☆ برمنگھم یونیورسٹی ــــــ برمنگھم (انگلستان)
☆ کلکتہ یونیورسٹی ــــــ کلکتہ (بھارت)
☆ میسور یونیورسٹی ــــــ بھارت
☆ پنجاب یونیورسٹی ــــــ لاہور
☆ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی فارسی شاعری پر ایک گلدستہ شائع کر رہا ہے۔
☆ سرہند پبلی کیشنز' کراچی امام احمد رضا کے نعتیہ دیوان حدائق بخشش کے منتخبات کا ڈیلکس ایڈیشن شائع کر رہا ہے۔
☆ پروفیسر غیاث الدین قریشی (نیو کاسل یونیورسٹی' انگلستان) نے "حدائق بخشش" کا انگریزی ترجمہ تقریباً مکمل کر لیا ہے جو کئی سال سے ماہنامہ اسلامک ٹائمز' (اسٹاک پورٹ' انگلستان) میں شائع ہو رہا ہے۔

الغرض استاذ محترم پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں مدظلہ العالی نے امام احمد رضا کی شاعری پر کیا قلم اٹھایا ع

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستان کھل گیا

استاذ محترم کا مقالہ اخبارات و رسائل میں شائع ہوا لیکن اخبارات و رسائل میں شائع ہونے والے مقالات رفتہ رفتہ معدوم ہو جاتے ہیں۔ برادرم جناب پروفیسر محمد وکیل احمد صاحب (استاد شعبہ علوم اسلامیہ' اسلامیہ کالج' کراچی) نے اس کو کتابی صورت میں شائع کر کے زندہ کر دیا۔ وہ ہمارے شکریہ کے بھی مستحق ہیں اور لائق مبارکباد بھی ہیں۔ استاذ

محترم، موصوف کے مرشد و مربی ہیں، یہ نسبت بھی اشاعت کے لئے محرک ثابت ہوئی۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطاء فرمائے۔ آمین!

احقر

۱۸ر رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ — محمد مسعود احمد عفی عنہ

یکم مارچ ۱۹۹۴ء — کراچی۔ سندھ

جذبات برہان

از مولانا محمد برہان الحق جبل پوری

"برہان ملت مولانا محمد برہان الحق جبل پوری امام احمد رضا سے بہت سے نسبتیں رکھتے ہیں۔

ان کے والد ماجد حضرت عید الاسلام مولانا عبد السلام قادری رضوی جبل پوری امام احمد رضا کے اجل خلفاء سے تھے۔ مولانا برہان الحق کے بڑے بھائی مولانا قاری بشیر الدین قادری رضوی جبل پوری بھی امام احمد رضا کے خلفاء میں تھے ——— اور خود حضرت مولانا عبد الباقی مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی امام احمد رضا کے تلمیذ رشید بھی تھے اور مرید رشید بھی۔ اور خلیفہ فرید بھی ——— اور غالباً "یہ امتیاز صرف آپ کے خاندان کو ہی حاصل ہے کہ آپ کے خاندان کی تین جلیل القدر شخصیات کو امام احمد رضا سے خلافت حاصل تھی۔ جبل پور کو شرف امتیاز آپ کے ہی گھرانے سے ملا۔ "جذبات برہان" ان کی شعری کاوشوں کا مجموعہ ہے"۔

تقدیم

برہان ملت حضرت علامہ مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی سلامی، جبل پوری علیہ الرحمہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ ر ۱۸۹۲ء کو جبل پور (مدھیہ پردیش، بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۱۴۰۵ھ ر ۱۹۸۵ء کو جبل پور ہی میں وصال فرمایا ——— آپ نے اپنی ۹۵ سالہ طویل زندگی اسلام اور ملت اسلامیہ کی خدمت میں گزاری۔ آپ کے جد امجد حضرت مولانا عبدالکریم حیدر آبادی علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا کے محبین و مخلصین میں تھے ——— والد ماجد حضرت عید الاسلام مولانا عبدالسلام قادری رضوی جبل پوری علیہ الرحمہ، امام احمد رضا کے اجلہ خلفاء میں تھے ——— آپ کے بھائی مولانا قادری بشیرالدین قادری رضوی علیہ الرحمہ بھی امام احمد رضا کے خلفاء میں تھے ——— اور خود حضرت مولانا عبدالباقی مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی علیہ الرحمہ، امام احمد رضا کے تلمیذ رشید تھے۔ آپ ہی سے بیعت تھے اور آپ ہی سے خلافت و اجازت حاصل تھی ——— غالباً یہ امتیاز صرف آپ کے خاندان کو حاصل ہے کہ آپ کے خاندان کی تین جلیل القدر شخصیات کو امام احمد رضا سے خلافت حاصل تھی۔ اور آپ کے خاندان کو یہ امتیاز بھی حاصل ہوا کہ امام احمد رضا کے خاندان کے باہر آپ کے پہلے خلیفہ حضرت عبدالسلام مولانا عبدالسلام قادری رضوی ہوئے اور حضرت مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی آخری خلیفہ ہوئے ——— جبکہ خاندان کے اندر یہ امتیاز صرف حجتہ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں قادری رضوی کو حاصل ہوا کہ وہ پہلے خلیفہ ہوئے اور حضرت مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خان آپ کے آخری خلیفہ ہوئے ——— امام احمد رضا نے مفتی محمد برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ ۲۵ علوم و فنون اور گیارہ سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت عطاء فرمائی ——— حضرت برہان ملت چار سال تک امام احمد رضا کی صحبت میں رہے اور آپ کے رنگ میں رنگ گئے ——— آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ سے امام احمد رضا کو جو قلبی اور روحانی تعلق تھا، اس کا کچھ انداز مندرجہ ذیل القاب سے ہوتا ہے، جو امام احمد رضا نے ان کے نام اپنے مکاتیب گرامی میں تحریر فرمائے۔

(۱)

بگرامی ملاحظہ مولانا المکرم المبجل المفخم ذی المجد و الکرم و الفضل الاتم احسن الشیم حامی السنن ماحی الفتن مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی دامت برکاتہم

(۲۷ر جمادی الاخری ۱۳۳۲ھ)

(۲)

بملاحظہ گرامی جناب مولانا المبجل المکرم المعظم المفخم حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ ذی الفضائل القدسیہ و الفواضل الانسیہ قامع الرذائل الانسیہ جناب مولانا مولوی محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی دامت برکاتہم

۳ر جمادی الاخری ۱۳۳۳ھ

(۳)

بگرامی ملاحظہ صاحب الفواضل القدسیہ و الفضائل الانسیہ حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ مولانا مولوی حافظ محمد عبدالسلام دامت فضائلہم

(۲۳ر رجب ۱۳۳۳ھ)

(۴)

بشرف ملاحظہ مولانا المبجل المکرم ذی المجد و الفضل و الکرم حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ جامع الفضائل القدسیہ قامع الرذائل الانسیہ عضدی و انسی و بہجۃ نفسی جناب مولانا

مولوی محمد عبدالسلام صاحب ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم واعلی فی الدارین درجاتہم امین!

(۱۴ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ)

(۵)

مولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبدالسلام صاحب دامت معالیہ و بورکت ایامہ ولیالیہ آمین' بملاحظہ عالیہ کامل الانساب جناب مستطاب حامی السنن ماحی الفتن زین الزمن عید الاسلام عبدالسلام!

(۳ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ)

(۶)

بگرامی ملاحظہ مولانا المکرم المبجل المفخم ذی المجد الاتم و الکرم الاعم وحسن الشیم والحلم والعلم حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ عبدالاسلام مولانا مولوی محمد عبدالسلام صاحب ادام اللہ تعالیٰ معالیہ و بارک ایامہ ولیالیہ واوصلہ من کل طرف مرامہ وحفظ اولادہ واحبابہ وموالیہ' امین!

(۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ)

(۷)

عبدالاسلام حضرت مولانا مولوی محمد عبدالسلام صاحب سلمہ السلام بالعز والاکرام بہ سلامی ملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم حامی السنن السنیہ' ماحی الفتن الدنیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱۴ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ)

Marfat.com

(۸)

بگرامی ملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد و الکرم حامی سنت ماحی بدعت جناب مولانا مولوی شاہ عبدالسلام صاحب عبد السلام دامت برکاتہم

(۱۹ر جمادی الاول ۱۳۳۹ھ)

بنام حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ

(۱)

نور حد قہ الفضل' نور حدیقہ کمال' عزیز بجان' سعادت نشان' مولوی محمد عبدالباقی برہان الحق نورہ اللہ تبجلیات النور المطلق

(۱۲ر ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ)

(۲)

ولدی الاعز' راحتہ روحی و بہجتہ قلبی' جعلہ اللہ تعالی حق سبحانہ برہان الحق المبین' آمین!

(یکم شعبان ۱۳۳۷ھ)

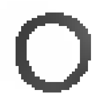
(۳)

نور عینی و درۃ زینی جعل کاسمہ' برہان الحق

(۱۲ر شوال ۱۳۳۷ھ)

راقم نے آپ کا نام ہی سنا تھا' غائبانہ تعارف تھا۔ نہ ملاقات تھی اور نہ مراسلت ——— تقریباً ۱۹۷۹ء میں مراسلت کا آغاز ہوا' راقم کی درخواست پر امام احمد رضا

کے حوالے سے حضرت برہان ملت نے اپنی یادداشتیں قلم بند کر کے ارسال فرمائیں اور بعض قلمی نوادرات کے عکس بھی ارسال فرمائے ـــ یہ سارا علمی و تاریخی مواد "اکرام امام احمد رضا" کے عنوان سے راقم نے مرتب کیا ـــ جو ۱۹۸۱ء میں مرکزی مجلس رضا' لاہور نے شائع کردیا۔ "اکرام امام احمد رضا" حضرت برہان ملت کے فرزند اکبر حضرت مولانا انوار احمد قادری رضوی سلامی اور فرزند نسبتی حضرت مولانا عبدالودود قادری رضوی سلامی علیہ الرحمہ سے تعارف کا وسیلہ بن گئی ـــ "اکرام امام احمد رضا" حضرت برہان ملت کے ملاحظہ سے گزری' آپ نے پسند فرمایا اور راقم کو دعاؤں سے نوازا ـــ پھر ۱۹۸۳ء میں جب آپ پاکستان تشریف لائے تو کراچی میں ملاقات کی سعادت حاصل کی' آپ کے چہرے پر علمائے حق کا نور و نکھار دیکھا ـــ آپ کے طفیل آپ کے فرزندان گرامی ڈاکٹر محمود احمد قادری رضوی سلامی' ڈاکٹر محمد حامد احمد قادری رضوی سے سلامی تعارف حاصل ہوا۔

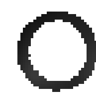


امام احمد رضا چودھویں صدی ہجری کے آسمان علم و دانش کے ماہتاب عالم تاب تھے' آپ کے خلفاء و تلامذہ اسی آسمان کی کہکشاں ہیں ـــ ہمارے دانشوروں نے نہ ماہتاب کو جانا اور نہ کہکشاں کو پہچانا ـــ امام احمد رضا اور علماء اہل سنت و جماعت پر تحقیق کی شدید ضرورت ہے ـــ ان حضرات نے ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑا ہے۔ اس علمی ذخیرے کو منظم و مربوط طریقے سے منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے۔ ہم کچھ نہیں کرسکتے تو اتنا تو کرسکتے ہیں کہ اپنی تاریخ کے بکھرے ہوئے اوراق کو یک جا کریں ـــ ہماری تاریخ قدیم اخبارات و رسائل اور مخطوطات و مطبوعات میں محفوظ ہے ـــ اس کو عالم آشکار کریں اور اقبال کی اس نصیحت پر عمل کریں ؎

ضبط کن تاریخ را پابندہ شو

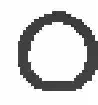
اگر ہمیں زندہ و پائندہ رہنا ہے تو تاریخ کو محفوظ کرنا ہوگا ـــ قومی زندگی میں تاریخ کو بڑی اہمیت حاصل ہے' ہم تاریخ کی روشنی میں قدم آگے بڑھا سکتے ہیں' ورنہ ایک قدم بھی چلنا مشکل ہے ـــ افسوس ہم کو ابھی تک اس حقیقت کا کماحقہ احساس نہیں ہوا ـــ جس کو کھونے کا احساس ہو جائے وہ پاتا چلا جاتا ہے۔ اور جس کو کھونے کا احساس نہ ہو وہ کھوتا

چلا جاتا ہے ـــــــ



عالمی جامعات کے محققین اور دانشوروں نے بھی ابھی تک علماء مشائخ اہل سنت کی طرف پوری توجہ نہیں دی اس لئے ان کو ان حضرات کی اصل قدرو منزلت کا اندازہ نہیں۔ ان حضرات کا پوری قوم پر عظیم احسان ہے' انہیں برگزیدہ شخصیات میں حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ کی ذات گرامی نہایت ممتاز ہے' کم از کم جبل پور یونیورسٹی میں موصوف پر تحقیق ہونی چاہئے تاکہ آپ کی حیات اور عہد کے وہ منتشر اوراق یکجا ہو جائیں جو شاید مستقبل میں معدوم ہو جائیں اور ہم ایک قیمتی خزانے سے محروم ہو جائیں۔

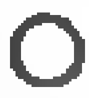
حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ جلیل القدر عالم و عارف تھے' وہ مدھیہ پردیش (بھارت) کے مفتی اعظم بھی تھے اور قائد ملت بھی ـــــــ شاعری کا ذوق بھی رکھتے تھے' مگر شاعری ان کے بلند مقام سے فروتر تھی' انہوں نے نعت گوئی سے اس کو بلند سے بلند تر کر دیا ہے ـــــــ وہ شعر جب ہی کہتے تھے' جب دل تقاضا کرتا تھا' جب جذبہ آواز دیتا تھا' جب روح پکارتی تھی ـــــــ اس لئے ان کے ہاں آمد ہی آمد محسوس ہوتی ہے ـــــــ تاریخ زبان و ادب اردو میں علماء مشائخ کو بہت کم جگہ دی گئی ہے ـــــــ ان حضرات کے لئے یہی سمجھا گیا کہ شعر و ادب سے ان کو کیا علاقہ؟ حالانکہ جذبے کی صداقت انہیں کے ہاں ملے گی ـــــــ ان حضرات کے شعری اور نثری ادب میں ایسے اشعار آبدار اور نثر پارے مل جاتے ہیں جس کو پڑھ کر اہل فن حیران رہ جاتے ہیں ـــــــ



حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ نے ۱۳۱۹ھ میں نو عمری کے زمانے سے ہی شعر گوئی کی ابتداء کی۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شعر گوئی کی طرف ان کا فطری میلان تھا ـــــــ وہ مسلسل شعر کہتے رہے' شاید یہ سارا ذخیرہ محفوظ نہ رکھا جاسکا ـــــــ ۱۳۳۷ھ تک انہوں نے جو اشعار کہے وہ امام احمد رضا کی نظر سے گزرے اور آپ نے ان کو پسند بھی فرمایا ـــــــ اس کے بعد آپ کے صاحبزادے مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ

الرحمہ کی نظر سے گزرے ـــــــ حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ نے 1404ھ تک جو نعتیں کہیں ▪ صاحبزادہ ڈاکٹر محمود احمد قادری رضوی سلامی کی فرمائش پر مولانا محمد رمضان عبدالعزیز قادری رضوی برہانی نے جمع کیں۔ پھر صاحبزادہ موصوف نے ان کو مرتب کر کے کتابی شکل دی' یہ مجموعہ "جذبات برہان" کے نام سے آپ کے سامنے ہے ـــــــ جیسا کہ عرض کیا گیا اس مجموعے کی اکثر نعتیں مفتی اعظم ہند اور حضرت برہان ملت علیہما الرحمہ کی نظر سے گزر چکی ہیں پھر بھی کتابت کی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو ناشر کو مطلع فرمائیں۔

اس مجموعے میں پہلے "عرض مرتب" ہے جس میں صاحبزادہ ڈاکٹر محمود احمد قادری سلامی نے نعت گوئی ـــ برہان ملت کی شخصیت و شاعری ـــ امام احمد رضا اور حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ کے باہمی تعلقات پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اس کے بعد مولانا محمد رمضان عبدالعزیز قادری رضوی برہانی نے مصنف کا "تعارف" قلم بند کیا ہے جس میں موصوف نے "جذبات برہان" کی جمع و تدوین' حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ کے حالات و خدمات اور آپ کی شاعری سے متعلق بہت سے واقعات کا ذکر کیا ہے ـــــــ دونوں حضرات نے حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ کے حالات و شاعری پر اتنا کچھ لکھ دیا ہے کہ مزید لکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔



"جذبات برہان" کی طباعت کی تقریب یہ ہوئی کہ [illegible] میں حضرت برہان ملت نے یہ مجموعہ اپنے فرزند اکبر حضرت مولانا انوار احمد قادری رضوی سلامی کو طباعت کے لئے ارسال فرمایا ـــــــ حضرت نے اس کا نثری حصہ کتابت کرایا پھر سلسلہ منقطع ہو گیا اور کام موقوف ہو گیا ـــــــ حسن اتفاق کہ [illegible] میں حضرت موصوف غریب خانے پر تشریف لائے اور باتوں باتوں میں اس کا ذکر نکل آیا' راقم نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس علمی و ادبی ذخیرے کو منظر عام پر آنا چاہئے ـــــــ حضرت موصوف نے راقم کی خواہش پر کتابت شدہ کاپیاں اور بقیہ مسودہ راقم کو عنایت فرمایا ـــــــ جب کوئی کام ہونا ہوتا ہے تو اللہ کی طرف سے اسباب پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں' [illegible] میں کتابت و طباعت پر اخراجات کا اہم مسئلہ سیٹھ محمد ہارون قادری رضوی برہانی نے فراخدلانہ پیش کش کر کے حل کر دیا' اس زمانے میں

جناب افتخار احمد ملی سے ملاقات ہو گئی' موصوف نے بقیہ مسودہ بہت جلد کتابت کر دیا۔۔۔۔۔ طباعت کے مرحلے میں عزیز محترم مولانا جاوید اقبال مظہری' زید مجدہ نے بھرپور تعاون کیا۔۔۔ اس طرح یہ نادر و نایاب ادبی سرمایہ منظر عام پر آرہا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ تمام محسنین' معاونین اور مخلصین کو اجر عظیم عطا فرمائے اور "جذبات برہان" کو ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین' رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ واعلیٰ آلہ وازواجہ واصحابہ وسلم۔

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

کراچی (سندھ' پاکستان)

۸ / صفرالمظفر ۱۴۱۵ھ

۱۸/ جولائی ۱۹۹۴ء

ارمغان رضا

از محمد احمد رضا خاں افغانی

مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

"نو آزاد روسی ریاستوں اور افغانستان میں امام احمد رضا کے فارسی کلام کے تعارف کے لئے یہ کتابچہ ترتیب دیا گیا ـــــ اس کا فارسی ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر صاحب نے کیا ـــــ اس پر پیش گفتار ہمدرد یونیورسٹی، کراچی کے مدیر شعبہ مخطوطات بیت الحکمت محترم جناب خضر نوشاہی صاحب نے لکھا ـــــ

المختار پبلی کیشنز، کراچی نے ۱۵ء میں شائع کیا تھا۔"

ابتدائیہ

محمد احمد رضا خاں افغانی نام عالمی و شاعری ست کہ بحر بیکراں بود ——
در ہفتاد و پنج علوم و فنون نقلیہ و عقلیہ مہارت تامہ داشت —— تصانیف وی دریں علوم بیش از یک ہزار ست —— حق آن ست کہ در عصرش مثل او در عالم اسلام پیدا نہ شد —— اوست کہ نعرہ مستانہ زدہ دلہائی امت مسلمہ را در شبہ قارہ پاک و ہند فروزان ساختہ عالم را حیران کرد —— او در لغت ہائی عربی، فارسی، اردو، ہندی، شعر گفتہ —— لاریب کلام او امام الکلام ست —— از بیساختگی و درد و سوز مملو واز تکلف و آورد خالی —— دلہا را ی کشو را نگہا رای ریزد —— واز محاسن ظاہری و معنوی آراستہ و پیراستہ —— انموجی از نعت ہائی موصوف پیش کردہ می آید تا دلہائی عاشقاں را سرور سازد و زندہ دارد

زحسنت تا بہار تازہ گل کرد
رضایت را غزل خواں آفریدند

احقر

جمادی الاخر ھ — محمد مسعود احمد عفی عنہ

انومبر ء — کراچی

اردو ترجمہ تقدیم ارمغان رضا

محمد احمد رضا خاں افغانی اس عالم اور شاعر کا نام ہے جو دریائے بیکراں تھا ــــ علوم نقلیہ اور عقلیہ میں پوری پوری مہارت رکھتا تھا ــــ ان علوم و فنون میں اس کی تصانیف کی تعداد ہزار سے زیادہ ہے ــــ سچی بات یہ ہے کہ اس کے زمانے میں عالم اسلام میں اس جیسا پیدا نہ ہوا ــــ وہی ہے جس نے برصغیر پاک و ہند میں نعرۂ مستانہ لگا کر مسلمانوں کے دلوں کو روشن کر کے دنیا کو حیران کر دیا ــــ اس نے عربی، فارسی اور اردو میں اشعار کہے ہیں ــــ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا کلام 'امام الکلام' ہے ــــ تکلف و آورد سے خالی اور بے ساختگی اور درد و سوز سے معمور ہے ــــ دلوں کو کھینچتا ہے اور آنسوؤں کو بہاتا ہے ــــ موصوف کی فارسی نعتوں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ عاشقوں کے دلوں کو مسرور کرے اور زندہ رکھے"

ترجمہ:-

محمد مسعود احمد عفی عنہ'

الحقائق فی الحدائق المعروف

شرح حدائق بخشش

از علامہ محمد فیض احمد اویسی

""اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی شہرہ آفاق تصنیف "حدائق بخشش" جو در حقیقت کلام الامام امام الکلام کا مصداق ہے' جس کی مبسوط شرح کے لئے اہل محبت کے دلوں میں دیرینہ خواہش تھی ——— فیاض ملت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب نے اس مشکل کام کا بیڑا اٹھایا۔ اور اس کا حق ادا کر دیا۔

شرح میں پہلے مشکل الفاظ کے معنی' پھر فائدہ اور شرح خلاصہ اور متعلقہ واقعات وغیرہ کی تفصیل ہے' حضرت علامہ اویسی صاحب نے کلام رضا کی شرح میں جس انداز سے ایک ایک شعر کو متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اقوال بزرگان دین کا ماخذ ثابت کیا ہے۔ اور پھر اس سے مسلک اہلسنّت وجماعت کا تحفظ اور مذہب حق اہلسنّت وجماعت کی جو ترجمانی فرمائی ہے' وہ ایک ادیب اور دانشور سے ممکن نہ تھی۔

علامہ موصوف نے اس شرح کو ۲۵ مجلدات تک پہنچا دیا ہے۔

مختصر سا خاکہ اس طرح سے ہے:

نعتیں ۸ جلد ——— شرح قصیدہ معراجیہ ۹ جلد ——— شرح قصیدہ نور دس جلد ——— شرح درود و سلام ۱ جلد ——— شرح شجرہ قادریہ رضویہ ۲ جلد ——— شرح مثنوی امام رضا ۱۳ جلد ——— شرح کلام فارسی ۱۴ جلد ——— شرح قصیدہ اکسیر اعظام ۱۵ جلد ——— شرح نظم معطر ۱۶ جلد ——— شرح قصیدہ غوثیہ رضویہ و دیگر شتات ۵ جلد۔

شرح حدائق بخشش کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ خدا کرے بقیہ مجلدات کی تکمیل وطباعت کے بھی اسباب ہو سکیں۔""

طاہر

تقدیم

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی ۱۹۳۲ء میں ضلع رحیم یار خاں (بہاولپور' پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ اپنی خداداد ذہانت وفطانت کی وجہ سے بہت جلد درس نظامی سے فارغ ہو گئے۔ ۱۹۵۲ء میں جامعہ رضویہ فیصل آباد میں استاذ العلماء مولانا سردار احمد محدث پاکستان سے دورہ حدیث مکمل فرمایا۔ ۱۹۶۳ء میں بہاولپور میں جامعہ اویسیہ رضویہ قائم کیا اور ۱۹۶۷ء میں جامعہ کی عمارت اور مسجد تعمیر کرائی۔ اب آپ ہی اس کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔ آپ کا علمی فیض دور و نزدیک جاری و ساری ہے۔ درس و تدریس کے علاوہ علامہ اویسی صاحب کو تصنیف و تالیف سے بھی گہرا لگاؤ ہے۔ چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد کئی سو کی تعداد میں ہے۔ پیش نظر "شرح حدائق بخشش" آپ کی علمی کاوشوں کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ "فیض عالم" کے نام سے آپ ایک ماہنامہ بھی نکال رہے ہیں۔ آپ خواجہ محمد الدین اویسی سے بیعت ہیں اور خلافت و اجازت حضرت مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ سے حاصل ہے۔

علامہ اویسی صاحب کو "حدائق بخشش" کے مطالعہ اور علامہ سردار احمد رحمتہ اللہ علیہ کے فیض صحبت نے امام احمد رضا کی طرف متوجہ کیا۔ امام احمد رضا عہد جدید کی ایک عظیم شخصیت کا نام ہے۔ آپ کے فکر میں پاکیزگی' حرارت' روشنی اور زندگی ہے آپ اپنے پڑھنے والوں کو اپنے جہاں کی سیر کرا کے مبہوت کر دیتے ہیں۔ آپ کی شاعری بہت بلند ہے۔ بڑے سے بڑے شاعر کی بھی رسائی سے بلند۔

آپ کا ذہنی' فکری جذباتی افق بہت ہی وسیع ہے۔ اس کی وسعتوں میں بڑے بڑے ادیب و دانشور حیران نظر آتے ہیں۔ امام احمد رضا کا کلام روح افزاء' آپ کی فکر حیرت افزاء ہے۔ وہ ایک چھلانگ میں زمین و آسمان کی بلندیاں طے کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کی پرواز حیرت ناک ہے۔ امام احمد رضا نے غزل کو اتنا بلند کیا کہ نعت بنا دیا۔ جھوٹے محبوبوں سے دل ہٹا کر سچے محبوب کی طرف لگا دیا۔ دل کی متاع گراں بہا کو ضائع ہونے نہ دیا۔ پراگندہ خیال سے بچا کر یکسوئی عطا کی۔ بڑا احسان فرمایا' امام احمد رضا کا کلام ان کی ذات کا بھی آئینہ ہے اور ان کے عہد کا بھی آئینہ ہے۔

ضرورت تھی کہ ایسے حیات آفریں کلام کی شرح لکھی جائے۔ امام احمد رضا کی شاعری پر تو بہت سے اہم مقالات شائع ہو چکے ہیں اور کلام رضا کی بھی جزوی کوشش کی گئی ہیں مثلاً

☆ پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش نے عرصہ ہوا سلام رضا کے بعض اشعار کی شرح اپنے خاص رنگ میں کی تھی' جو ماہنامہ "ترجمان اہل سنت" (کراچی) میں شائع ہوتی رہی۔

☆ مرزا نظام الدین بیگ جام نے "قصیدہ معراجیہ" کی بڑی نفیس شرح لکھی' جو "معارف رضا" (کراچی) میں شائع ہوئی اور کتابچہ کی صورت میں بھی شائع ہوئی۔

☆ علامہ مفتی محمد نصراللہ خاں افغانی نے "قصیدہ معراجیہ" اور بہت سے دوسرے اشعار کی اپنے رنگ میں شرح کی جو ہنوز شائع نہیں ہوئی۔

☆ علامہ مفتی غلام یٰسین راز امجدی نے "وثائق بخشش" کے نام سے "حدائق بخشش" (حصہ اول) کی بعض نعتوں کی شرح لکھی جو کراچی سے شائع ہو چکی ہے۔

☆ علامہ مفتی محمد خاں قادری نے امام احمد رضا کے مشہور سلام کی مبسوط شرح لکھی جو لاہور سے چھپ چکی ہے اور ۵۶۵ صفحات پر مشتمل ہے۔۔۔ یہ ایک علمی شرح ہے۔

ان شروح کے علاوہ بھی جزوی کوشش ہوئیں مگر "حدائق بخشش" کی مکمل و مبسوط شرح میرے علم میں نہیں۔۔۔ اس سلسلے میں اولیت کا سہرا حضرت علامہ فیض احمد اویسی دامت برکاتہم کے سر معلوم ہوتا ہے۔

علامہ اویسی صاحب نے جامعہ رضویہ (فیصل آباد) میں قیام کے دوران (۱۹۵۲ء) میں شرح کا آغاز کیا۔۔۔ پھر وہ لکھتے رہے یہاں تک کہ پانچ ضخیم مجلدات تیار ہو گئیں۔۔۔ جس کا پہلا حصہ شائع کیا جا رہا ہے۔۔۔۔ یہ ایک فکری اور علمی شرح ہے جس کا مقصد مسلک اہل سنت کا تحفظ ہے امام احمد رضا نے قرآن و حدیث اور اقوال سلف کی روشنی میں جن عقائد اہل سنت کو اپنے اشعار میں سمویا ہے' حضرت علامہ اویسی صاحب نے ان کو شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے۔ شرح میں پہلے حل لغات ہے' پھر فائدہ' اس کے بعد شرح خلاصہ اور متعلقہ واقعات وغیرہ کی تفصیل۔

علامہ اویسی صاحب نے کلام رضا کے جن پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے وہ ایک ادیب و دانشور کے لئے ممکن نہ تھے۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت علامہ اویسی صاحب کو اجر عظیم عطاء فرمائے آمین۔ وہ

ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ انہوں نے وہ کام کیا جو گزشتہ ۷۰ سال میں نہ ہو سکا۔

امام احمد رضا کی شاعری پر مختلف جامعات میں کام ہوا ہے مثلاً

☆ پنجاب یونیورسٹی' لاہور

☆ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

☆ عثمانیہ یونیورسٹی' حیدر آباد دکن

اور کئی یونیورسٹیوں میں شاعری پر کام ہو رہا ہے۔ مثلاً

☆ برمنگھم یونیورسٹی' انگلستان

☆ کلکتہ' یونیورسٹی' کلکتہ

☆ اور روہیلکھنڈ یونیورسٹی' بریلی وغیرہ وغیرہ۔

امام احمد رضا کے فکر و نظر کا ہر پہلو ایسا ہے جس پر تحقیقی مقالات قلم بند کیے جا سکتے ہیں۔ اور کیے جا رہے ہیں ——— امام احمد رضا کے نغموں کی گونج آج پوری دنیا میں سنی جا رہی ہے —— وہ اسلام کا مینار نور ہیں جس سے بھٹکے ہوئے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
ترے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی

محمد مسعود احمد عفی عنہ (کراچی)

۱۱ر جمادی الآخر ۱۴۱۴ھ

علامہ محمد فیض احمد اویسی' الحقائق فی الحدائق
المعروف شرح حدائق بخشش (جلد اول)
مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء

انتخاب حدائق بخشش

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

"امام احمد رضا کا نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" مشہور تو بہت ہے مگر اب تک اس
ں و دل آویز کلام کو حسن و خوبصورتی کے ساتھ پیش نہیں کیا گیا۔ غالباً" اسی وجہ سے
ں جامعات کے دانشور صحیح معنوں میں اس طرف متوجہ نہیں ہوئے' اور جامعات نے
نصابات میں ▪ جگہ نہ دی جو دینی چاہئے تھی۔ حضرت مسعود ملت نے نعتیہ کلام کا
ب کر کے مرتب کیا اور اپنی نگرانی میں کتابت و طباعت کے مراحل طے کرائے۔ حسن
ں کو حسن صوری سے مرصع و مسجع کر کے پیش کرنے کے لئے زر کثیر صرف ہوا۔ مختلف
ویسوں نے اپنی مہارت کا مظاہرہ کیا۔ اور معروف آرٹسٹ اسلم کمال صاحب کے موقلم
شاہکار سرورق ترتیب دیا۔ شیخ صبور احمد صاحب نے محبت کے اس مظہر کو بڑی محبت سے
وق کی نذر کیا۔

اس پوری ٹیم کے پس پردہ ایک ہی ذات جلوہ نما تھی' جن کی ضوفشانیوں نے اس
ب کو حسن انتخاب کا عنوان دیا۔ اور اس عنوان میں امام احمد رضا کی روح سرگرم عمل
جن کی نسبت نے ان تمام اہل محبت کو سلک مراورید میں پرو دیا' اور یوں "انتخاب
ق بخشش کا ظہور ہوا۔ غالباً" اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر مصری عالم سید حازم محمد احمد
ظ نے اس انتخاب کا عربی میں ترجمہ کیا جو امام احمد رضا کے عربی کلام کے ساتھ ایک
ر کی شکل میں مرتب کیا' اور "بساتین الغفرانی" نام رکھا۔ الحمدللہ یہ مجموعہ رضا اکیڈمی'
ور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی کے تعاون سے کمپوز ہو رہا ہے"۔

طاہر

انتخاب حدائق بخشش

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

"امام احمد رضا کا نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" مشہور تو بہت ہے مگر اب تک اس
ں و دل آویز کلام کو حسن و خوبصورتی کے ساتھ پیش نہیں کیا گیا۔ غالباً" اسی وجہ سے
ی جامعات کے دانشور صحیح معنوں میں اس طرف متوجہ نہیں ہوئے' اور جامعات نے
نصابات میں وہ جگہ نہ دی جو دینی چاہئے تھی۔ حضرت مسعود ملت نے نعتیہ کلام کا
ب کرکے مرتب کیا اور اپنی نگرانی میں کتابت و طباعت کے مراحل طے کرائے۔ حسن
ی کو حسن صوری سے مرصع و مسجع کرکے پیش کرنے کے لئے زر کثیر صرف ہوا۔ مختلف
نویسوں نے اپنی مہارت کا مظاہرہ کیا۔ اور معروف آرٹسٹ اسلم کمال صاحب کے موقلم
شاہکار سرورق ترتیب دیا۔ شیخ صبور احمد صاحب نے محبت کے اس مظہر کو بڑی محبت سے
ذوق کی نذر کیا۔

اس پوری ٹیم کے پس پردہ ایک ہی ذات جلوہ نما تھی' جن کی ضوفشانیوں نے اس
ب کو حسن انتخاب کا عنوان دیا۔ اور اس عنوان میں امام احمد رضا کی روح سرگرم عمل
جن کی نسبت نے ان تمام اہل محبت کو سلک مرادرید میں پرو دیا' اور یوں "انتخاب
ئق بخشش کا ظہور ہوا۔ غالباً" اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر مصری عالم سید حازم محمد احمد
وظ نے اس انتخاب کا عربی میں ترجمہ کیا جو امام احمد رضا کے عربی کلام کے ساتھ ایک
ہ کی شکل میں مرتب کیا' اور "بساتین الغفرانی" نام رکھا۔۔۔ الحمدللہ یہ مجموعہ رضا اکیڈمی'
د اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی کے تعاون سے کمپوز ہو رہا ہے"۔

طاہر

ترتیب

ابتدائیہ

ایسا حسین و جمیل چہرہ کہ بس دیکھا کیجئے! ـــ دیکھنے والوں نے ایسا حسین نہ دیکھا ـــــ سننے والوں نے ایسا حسین نہ سنا ـــــ ایسا حسین، جس کے حسن و جمال پر دیکھنے والوں نے ایمان نچھاور کر دیئے ـــــ دل فدا کر دیئے ـــــ جانیں قربان کر دیں ـــــ اللہ اللہ، کشش کا عالم ـــــ سارے عالم کے دل کھنچنے لگے ـــــ جس کو دیکھئے کھنچا چلا آ رہا ہے ـــــ گرداگرد جمگھٹا لگا ہوا ہے۔ جو ہے دست کرم کا محتاج ـــــ جو ہے نظر کرم کا امیدوار ـــــ پیاری پیاری ادائیں ـــــ سبحان اللہ، ماشاء اللہ! جانے کو دل نہیں چاہتا ـــــ سادگی سی سادگی ہے۔ عاجزی سی عاجزی ہے ـــــ مسکینی سی مسکینی ہے ـــــ جو آتا ہے جھولیاں بھر کے لے جاتا ہے ـــــ ہیبت و جلال کا یہ عالم کہ شاہوں کے قدم لڑکھڑا رہے ہیں ـــــ شہنشاہوں کے دل کانپ رہے ہیں۔ ہاں

ظاہر میں غریب الغرباء پھر بھی یہ عالم
شاہوں سے سوا سطوت سلطان مدینہ!

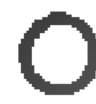
حضرت رضا بریلوی کا محبوب بے اختیار نہ تھا، جفاشعار نہ تھا ـــــ آدم بیزار نہ تھا ـــــ رضا کا محبوب مختار کل تھا ـــــ وفاشعاروں کا سرتاج تھا ـــــ دل داروں کا سردار تھا ـــــ غمزدوں کا غم گسار تھا ـــــ بے کاروں کا دل نواز تھا۔

تجھ سا سیہ کار کون؟ ان سا شفیع ہے کہاں؟
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں؟ دل یہ ترا گمان ہے

محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں عجب مسیحائی ہے ـــــ دل دھکنے لگتے ہیں ـــــ چہرے چمکنے لگتے ہیں ـــــ کردار سنورنے لگتے ہیں ـــــ مردہ زندہ ہونے لگتے ہیں۔ ویرانے آباد ہونے لگتے ہیں ـــــ جہاں بدلنے لگتے ہیں ـــــ محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک سرور ہے ـــــ یہ سرور ہی زندگی ہے ـــــ تناؤ کھنچاؤ سے نجات مل جانا بڑی دولت ہے ـــــ یہ سرور شکنجوں میں کسے ہوئے انسانوں کو آزاد کرتا ہے ـــــ یہ سرور پریشاں خیالیوں کا علاج ہے ـــــ

گیتوں اور نغموں میں بھی سرور ہے ——— مگر آنی جانی ہے۔ محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سرور ہی کچھ اور ہے ——— نعت محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بہار ہے ——— نعت سرور سرمدی کا خزانہ ہے ——— "بہترین تخلیقات وہی ہیں جو روحانی سرور اور بصیرت کا ذریعہ ہوں۔"

محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) احساس میں شدت اور جذبے میں گہرائی پیدا کرتی ہے ——— دل مچلنے لگتا ہے ——— ذہن سنبھلنے لگتا ہے ——— زبان گنگنانے لگتی ہے ——— خود بخود اشعار ڈھلنے لگتے ہیں ——— رضا بریلوی شاعروں کی طرح سوچتے نہ تھے ——— تلمیذ رحمٰن تھے۔ فکر و خیال کی وادیوں میں غلطاں و پیچاں نہ رہتے تھے ——— جب جذبات کی گھٹائیں اٹھنے لگتیں ——— جب فکر و خیال کے بادل برسنے لگتے ——— شعر ابلنے لگتے ——— جھرنے چلنے لگتے ——— قرطاس و قلم کا نصیبہ جاگ اٹھتا ——— ان کی روح بولتی چلی جاتی ——— ان کا قلم لکھتا چلا جاتا ——— "شاعری جب ہاتف غیبی کی ترجمان ہو جائے تو اپنی بلندیوں کو چھونے لگتی ہے۔"

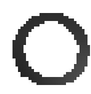


نعت جذبات و احساسات کو متوازن رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے ——— انسان کی طبعی وحشت کو طمانیت و سکون سے بدل دیتی ہے ——— فکر و خیال میں یک سوئی اور یک رنگی پیدا کرتی ہے ——— محبت کرنے والے میں جب جمال محبوب منعکس ہوتا ہے تو اس کے قول و عمل اور فکر و خیال میں محبوب کے جلوے نظر آنے لگتے ہیں ——— جتنا قریب ہوتا جاتا ہے ——— اتنا ہی محبوب کے رنگ میں رنگتا جاتا ہے ——— یہاں تک کہ خود محبوب بن جاتا ہے ——— رضا بریلوی نے اپنی نعتیہ شاعری میں اس جان جاں، جان ایماں صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سمو کر رکھ دی ——— دیوان کیا ہے، حریم ناز کے پردے اٹھے ہوئے ہیں ——— جمال محبوب، ادائے محبوب، کلام محبوب، خرام محبوب، عطائے محبوب، رضائے محبوب، وفائے محبوب ——— جدھر دیکھئے محبوب ہی محبوب ——— جدھر دیکھئے نور ہی نور ——— سبحان اللہ، سبحان اللہ!

Marfat.com

دل نور، جگر نور، زباں نور، نظر نور
یہ کیا ہے میری خاطر ناشاد کا عالم!

رضا بریلوی جب اپنے محبوب دل آراء کی محبت میں ڈوبتے ہیں اور اس کے حسن دل افروز کو شعروں میں ڈھالتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے جیسے دل مچل رہے ہوں ——— جیسے آنکھیں برس رہی ہوں ——— جیسے سینے پھٹک رہے ہوں ——— جیسے چشمے ابل رہے ہوں۔ جیسے فوارے چل رہے ہوں ——— جیسے گھٹائیں چھا رہی ہوں ——— جیسے پھوار پڑ رہی ہو ——— جیسے مینہ برس رہا ہو ——— جیسے جھرنے چل رہے ہوں ——— جیسے دریا بہہ رہے ہوں ——— جیسے صبا چل رہی ہو ——— جیسے پھول کھل رہے ہوں ——— جیسے خوشبو مہک رہی ہو ——— جیسے تارے چمک رہے ہوں ——— جیسے کہکشاں دمک رہی ہو ——— جیسے آفاق پھیل رہے ہوں ——— جیسے دنیا سمٹ رہی ہو ——— جیسے زمین سے اٹھ رہے ہوں ——— جیسے فضاؤں میں بلند ہو رہے ہوں ——— جیسے آسمانوں میں پھیل رہے ہوں ——— جیسے دروازے کھل رہے ہوں ——— جیسے ایک نئے جہاں میں جھانک رہے ہوں ——— جیسے قدسیوں سے باتیں کر رہے ہوں ——— جیسے حوروں سے سرگوشیاں کر رہے ہوں ——— جیسے باغ بہشت کی سیر کر رہے ہوں ——— جیسے کوثر و تسنیم سے سیراب ہو رہے ہوں ——— جیسے سینوں میں وسعت کونین سما رہی ہو ——— جیسے جلوۂ یار کو آمنے سامنے دیکھ رہے ہوں ——— جیسے وہ آ رہے ہوں ——— جیسے وہ جا رہے ہوں ——— جیسے وہ ہنس رہے ہوں ——— جیسے وہ رو رہے ہوں ——— جیسے وہ بول رہے ہوں ——— جیسے وہ مسکرا مسکرا کر دل کی کلیاں کھلا رہے ہوں ——— جیسے ہم ان کو دیکھ دیکھ کر مر رہے ہوں، جی رہے ہوں ——— جیسے انکے نور کی خیرات لوٹ رہے ہوں ——— جیسے انکے کرم کی بہاریں دیکھ رہے ہوں ——— رضا بریلوی کے نعتیہ نغموں کی کیا بات! ایک ایک حرف چمک رہا ہے۔ ایک ایک لفظ دمک رہا ہے ——— ایک ایک مصرع چمک رہا ہے ——— ایک ایک شعر میں جہان معنی آباد ہیں۔

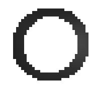


جدید تحقیق کے مطابق رضا بریلوی ۵۷ سے زیادہ علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے' تقریباً پندرہ علوم و فنون کا تعلق براہ راست شعر و ادب سے ہے ------ بلکہ ان کے شعری اور نثری ادب میں ان کے ہر علم و فن کی جھلک نظر آتی ہے ------ ویسے ادب کا دامن بہت وسیع ہے ------ شاید اتنا وسیع کسی علم و فن کا دامن نہ ہوگا ------ جس علم پر اس کی تجلی پڑتی ہے' اس کا ہو جاتا ہے ------ ادب ایک ایسا عطر مجموعہ ہے جس کی خوشبو سے مشام جاں معطر ہوتا ہے ------ الفاظ و حروف' اس کا جسم ہیں اور جذبہ اس کی روح ------ روح اس کی بستی ہے ------ دل اس کا گھر ہے ------ دماغ اس کی سواری ہے ------ آنکھیں اس کی خادم ہیں ------ قلم اس کا چوبدار ہے ------

مطالعہ و مشاہدہ جتنا وسیع ہوتا جاتا ہے ------ ذہنی افق اتنا ہی پھیلتا جاتا ہے ------ پھر مطالعہ و مشاہدہ کا ایک جہاں نہیں بیسیوں جہاں ہیں ------ خارجی بھی داخلی بھی ------ ہماری دنیا صرف یہ جہاں ہے ------ مگر دیدہ ور کی نظر میں ہر جا جہان دیگر ہے ------ رضا بریلوی کا مطالعہ اور مشاہدہ بڑا وسیع تھا' اس لئے ان کا ذہنی افق وسعتوں کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے ------ ہم ان وسعتوں میں پرواز کرتے ہیں مگر پا نہیں سکتے ------ اس کی حدود کو چھو نہیں سکتے ------ ان وسعتوں کے باہر جانا تو بہت دور کی بات ہے ------ فکر و فن کے بھی ساوات ہیں ------ ان کی پہنائیوں کو وہی پا سکتے ہیں جو اداشناس ادب ہوں۔

رضا بریلوی کی شاعرانہ خوبیوں کی کیا بات کی جائے ------ کون سی خوبی ہے جو یہاں نہیں ------ ان کی شاعری پیکر حسن و جمال ہے ------ سبحان اللہ! سبحان اللہ! ------ معانی و بیان کی دل آویزیاں ------ صنائع و بدائع کی جلوہ ریزیاں ------ تشبیہات و استعارات کی سحر انگیزیاں ------ الفاظ و حروف کی حیرت انگیز صف بندیاں ------ محاوروں کا حسین امتزاج ------ روز مرہ کا دل آویز استعمال ------ طرز ادا کی رنگینی و بانکپن ------ سادگی و پرکاری ------ ندرت فکر و خیال ------ بے ساختگی و برجستگی ------ موسیقیت و نغمگی ------ رفعت مضامین ------ نکھرے ستھرے پاکیزہ اشعار ------ سراپا انتخاب ------ فکر و خیال کو جس سانچے میں ڈھالتے ہیں حسیں سے حسین نظر آتا ہے ------ غزل کو اتنا بلند

کیا کہ نعت بنادیا اور نغمہ نعت کو اس بلند آہنگی سے چھیڑا کہ زمین و آسمان گونجنے لگے۔



عربی زبان پر یہ قدرت کہ قصائد میں ۳۰۰ اشعار تک بھی قافیہ مکرر نہ آیا —— اور اردو کی اپنی تنگ دامانی کی وجہ سے ۱۳۳ اشعار تک قافیہ مکرر نہ آیا —— رضا بریلوی نے اردو کی حدوں کو چھو لیا —— اردو قصیدوں میں ان کا "قصیدہ معراجیہ" ان کی شاعری کا کمال بھی ہے اور شباب بھی —— اس کی نظیر پوری اردو شاعری میں نہیں —— جو پڑھتا ہے پھڑک اٹھتا ہے —— جو سنتا ہے' سر دھنتا ہے —— اگر رضا بریلوی یہی ایک قصیدہ لے کر میدان شاعری میں اترتے تو سب شاعروں پر گوئے سبقت لے جاتے —— ایسا مرصع قصیدہ راقم نے اپنی چالیس سالہ ادبی زندگی میں نہ سنا اور نہ دیکھا —— یہ قصیدہ ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء سے قبل کہا گیا مگر جب ۱۵ر جون ۱۳۳ء کو اخبار دبدبہ سکندری میں رام پور (بھارت) سے شائع ہوا تو مدیر نے اس پر جو نوٹ لکھا وہ گفتنی بھی ہے اور شنیدنی بھی۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

قصیدہ در تہنیت شادی اسراء

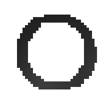
جس کی ہر سطر موارید فصاحت و بلاغت کی سلک آبدار —— جس کا ہر مصرع گل ہائے بلاغت کا خوشنما ہار —— ہر لفظ "عمدہ" پاکیزہ —— زیور حسن سے آراستہ —— تحقیق صوری و معنوی کا دریا —— خوبی کے سانچے میں ڈھلا ہوا —— بحر محبت محبوب رب عزت کو کمال جوش و خروش میں لانے والا —— جاں نثاران حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مست و بے خود بنانے والا —— جس کی نظیر عالم میں مفقود' سراپا محمود و مسعود —— تصنیف لطیف' بہار گلشن شریعت —— طراز دامن ہدایت —— سرآمد فصحا و بلغاء —— استاذ الشعراء —— امام المتقین —— تاج الدمتقین —— پیشوائے اہل سنت —— مجدد مائۃ حاضرہ —— مؤید ملت طاہرہ —— عالی جناب' تقویٰ ماب' مولانا مولوی حاجی قاری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ محمدی' سنی' حنفی' قادری

برکاتی، بریلوی مدظلہم الاقدس۔

(دبدبہ سکندری، رام پور، شمارہ ۱۵/ جون ۱۹۱۳ء، ج۔ ۵۰، نمبر ۲۹، ص ۷۔۹)

رضا بریلوی کے نزدیک نعت کہنا، تلوار کی دھار پر چلنا ہے ——— زندگی بھر تلوار کی دھار پر چلتے رہے ——— ان کے نزدیک حمد باری تعالیٰ میں کوئی حد نہیں اور نعت گوئی میں دونوں جانب سخت حد بندیاں ہیں ——— مگر حدود میں رہ کر جب وہ پرواز کرتے ہیں تو ان حدود کی وسعتوں اور پنہائیوں کا عالم دیدنی ہوتا ہے ——— وہ آداب نعت گوئی سے آشنا تھے ——— ان کے شعور میں بڑی گہرائی تھی ——— ان کے عرفان و آگہی میں بڑی گیرائی تھی ——— جذبے کی صداقت اور محبت کی نورانیت نے انکے کلام کو بہت بلند کر دیا ——— ان کا کلام نعت حبیب کا وہ مشرق ہے جس سے آفتاب جہاں تاب کی شعائیں پھوٹ رہی ہیں اور سارے عالم کو منور کر رہی ہیں ——— سوز و ساز اور جذبہ و اثر نے گویا الفاظ کو زباں دے دی ——— باکمال شاعر ہوتے ہوئے بھی، شاعری کو کبھی وجہ افتخار نہ سمجھا ——— ہاں ذکر حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرمایہ صد نازش و افتخار جانا ——— رضا بریلوی کی شاعری کی بلندی کا یہ عالم ہے کہ شاعروں کی بھیڑ بھاڑ میں وہ سرو قد نمایاں نظر آ رہے ہیں ——— خراماں خراماں چلے آ رہے ہیں ——— چہرہ زیبا دیکھنے کے لئے سب بے چین ہیں ——— سب ان کے حضور سر جھکائے سلام کے لئے حاضر ہیں ———

رضا بریلوی کی تعریف میں بہت سے نامور شعراء رطب اللسان نظر آتے ہیں ——— ان میں یہ شعراء بھی ہیں ——— داغ دہلوی، حسرت موہانی، ڈاکٹر اقبال لاہوری، نیاز فتح پوری، شمس بریلوی، ضیاء القادری، نظیر لدھیانوی، اختر القادری، احمد ندیم قاسمی، گوہر ملسیانی، کوثر نیازی، جلیل قدوائی، شاعر لکھنوی، شان الحق حقی، فرمان فتح پوری، وسیم بریلوی، عابد نظامی، طاہر تونسوی ——— یہ سلسلہ بہت ہی طویل ہے، کہاں تک بیان کیا جائے!



رضا بریلوی نے انیسویں صدی میں اس وقت نعرہ مستانہ بلند کیا جب متاع عشق و

محبت لٹ رہی تھی ——— فکر و خیال پر شبخون مارے جا رہے تھے ——— کارواں سے احساس زیاں چھینا جا رہا تھا ——— رضا بریلوی نے دماغ کو بیدار رکھا ——— دل کو زندہ رکھا ——— چراغ محبت کو روشن رکھا' بجھنے نہ دیا ——— خیالوں کی دنیا کو زندگی سے آشنا کیا ——— مجازی محبوبوں کے چنگل سے نکالا ——— مستوں کو ہشیار کیا ——— رندوں کو آب حیات دیا ——— اندھیروں میں اجالا کیا ——— اجالوں کو رشک آفتاب کیا ——— زمانے کے اسیروں کو آزاد کیا ——— موجوں سے لڑنے کا حوصلہ دیا ——— مایوسوں کو آس دی ——— ناامیدوں کو امید دی ——— خاک نشینوں کو عرش نشیں کر دیا ——— احساسات کے دھارے کو موڑ دیا ——— جذبات کی دنیا کو یکسر بدل دیا ——— اور نعت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گیت اس بلند آہنگی سے گائے کہ سارا جہاں گانے لگا ——— سب چہکنے لگے ——— سب جھومنے لگے' ہاں ؎

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں

رضا بریلوی کی نعت گوئی ایک تحریک بن گئی ——— دیکھتے ہی دیکھتے نعت گو شعراء کا ایک قافلہ رواں دواں نظر آنے لگا ——— شعری مجموعوں کا نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے ——— یہ اس نعرۂ مستانہ کا جواب ہے جو انیسویں صدی عیسوی کی تاریک فضاؤں میں رضا بریلوی نے لگایا تھا ——— ڈاکٹر اقبال اسی آواز کی' آواز بازگشت ہیں ———

آج عالم اسلام کو پیغام رضا کی ضرورت ہے ——— ہولناک صدائیں سن سن کے کان پک گئے ——— گھٹا ٹوپ اندھیروں نے بینائی سلب کر لی ——— نفرتوں سے دماغ کھول رہے ہیں ——— عصبیتوں سے دل جل رہے ہیں ——— محبت کے چمن لٹ رہے ہیں ——— انسانیت سسک رہی ہے ——— جذبات سرد پڑ گئے ——— حیرت کدے میں آ گئے ——— سب ایک ایک کا منہ دیکھ رہے ہیں ——— پیاسے ایک ایک بوند کو ترس رہے ہیں ——— بھوکے ایک ایک ٹکڑے کو تک رہے ہیں ——— ہاں' وہ جان جاناں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہے جس نے الٰہی نغموں سے کانوں میں رس گھولے ——— انسان کو جاں نواز بنایا ——— وہ جان ایماں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہے جس نے نفرتوں اور عصبیتوں کو پیروں تلے روندا' دشمنوں کو گلے لگایا ——— وہ جان

جہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہے جس نے بھوکوں کو کھانا کھلایا' پیاسوں کو پانی پلایا' ہمدردی و غم خواری کا سبق سکھایا ——— ہاں وہ جان جاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہے جس نے سسکتی انسانیت کو سہارا دیا اور محبت و اخوت کا پیغام سنایا ——— وہ جان عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہے جس نے مردہ تنوں میں نئی روح پھونکی' جہاں میں حیرت انگیز انقلاب برپا کیا ——— آج سارے عالم کو اس کی ضرورت ہے۔ ہاں' اے رضا!۔ اے اسلام کے شیدائی! اے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فدائی! آج اسی کے گیت گا' آج اسی کے نغمے الاپ کہ خزاں میں بہار آئے' اندھیروں میں اجالا ہوا ——— ہاں۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

مطرب خوش نواب گو' تازہ بتازہ' نو بہ نو'
چپ نہ ہو' ہائے چپ نہ ہو' گائے جا ہائے گائے جا!

کیف نہ ہونے پائے کم' پاس نہ آنے پائے غم
اے مرے دافع الم! نغمے یوں ہی سنائے جا!

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

حضرت رضا بریلوی ایک نظر میں

۱ وطن اصلی ——— بریلی (ہندوستان)

۲ وطن آبائی ——— قندھار (افغانستان)

۳ نام نامی ——— محمد احمد رضا خاں

۴ والد ماجد ——— علامہ محمد نقی علی خاں ابن علامہ محمد رضا علی خاں

۵ ولادت ——— ۱۰ر شوال المکرم ۲۷۲ھ / ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بریلی

۶ ختم قرآن ——— ۱۲۷۶ھ / ۱۸۶۰ء

۷ علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت اور دستار

فضیلت ——— نصف شعبان اعظم ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء

۸ شادی ——— ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۶ء

۹ بیعت و خلافت ——— ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء

۱۰ پہلا حج بیت اللہ شریف اور زیارت

حرمین شریفین ——— ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء

۱۱ علماء حرمین سے سندات اجازت

حدیث ——— ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء

۱۲۔ دوسرا حج بیت اللہ شریف اور

زیارت حرمین طیبین ——— ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء

۱۳۔ علماء عرب کے نام سندات خلافت کا اجراء ——— ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء

۱۴۔ مغربی سائنس دانوں کا رد بلیغ ——— ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء

۱۵۔ زبان دانی ——— اردو، ہندی، فارسی، عربی

۱۶۔ علوم و فنون میں مہارت ——— ۷۵ علوم و فنون (عقلیہ و نقلیہ)

۱۷۔ شعری تصانیف ——— دیوان اردو فارسی (مطبوعہ) دیوان

قصائد (عربی و فارسی) دیوان صنائع و بدائع و تواریخ،

متفرق و منتشر اردو، فارسی، عربی غزلیات و قصائد و قطعات

۱۸۔	نثری تصانیف ــــــــــ	تقریباً ایک ہزار (اردو، فارسی، عربی)
۱۹۔	فرزندان گرامی ــــــــــ	علامہ محمد حامد رضا خاں، مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں
۲۰۔	خلفائے عرب و عجم ــــــــــ	ایک سو سے زیادہ
۲۱۔	وصال ــــــــــ	۲۵ صفرالمظفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء، بریلی
۲۲۔	شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کا خراج عقیدت ــــــ	۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء
۲۳۔	معاصر نعت گو شعراء ــــــــــ	داغ دہلوی، محسن کاکوری، الطاف حسین حالی، امیر دایوانی، اکبر وارثی، امیر مینائی، شائق دہلوی، حسن بریلوی، اکبر الہ آبادی، اقبال لاہوری، اقبال سہیل اعظم گڑھی، وحید ہسوی وغیرہ
۲۴۔	تحقیق و ریسرچ ــــــــــ	پاکستان، ہندوستان اور امریکہ کی متعدد یونیورسٹیوں میں تقریباً ۱۵ طلبہ نے حضرت رضا بریلوی کے حالات اور علمی و ادبی خدمات پر ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ تحقیق و ریسرچ کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔
۲۵۔	ترجمہ حدائق بخشش ــــــــــ	پروفیسر غیاث الدین قریشی (نیو کاسل یونیورسٹی، انگلستان) نے حدائق بخشش کا انگریزی میں دلاویز منظوم ترجمہ کیا ہے جو مسلسل ماہنامہ اسلامک ٹائم (اسٹاک پورٹ، انگلستان) میں شائع ہو رہا ہے۔
۲۶۔	شرح حدائق بخشش	مفتی محمد خاں، قادری، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ

شادمان' لاہور نے شرح سلام رضا لکھی۔ اس کے ۵۶۵ صفحات ہیں۔ اور لاہور سے شائع ہوئی۔
حدائق بخشش کی مختلف فضلا نے مکمل اور جزوی شرحیں لکھی ہیں لیکن ان میں

☆ علامہ غلام یٰسین امجدی' کراچی
☆ علامہ مفتی محمد نصر اللہ خان' کراچی
☆ علامہ محمد اول رضوی' لاہور

مکمل شرح بعنوان "الحائق فی الاقائق" علامہ محمد فیض احمد اویسی' بہاولپور لکھ رہے ہیں۔ انہوں نے شرح کو ۲۵ مبسوط جلدوں میں سمیٹنے کا جامع منصوبہ بنایا ہے۔ چار جلدیں شائع ہو گئی ہیں۔

۲۷۔ ترجمہ و تخریج فتاویٰ رضویہ

مفتی عبدالقیوم ہزاروی' جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور کی سرپرستی میں رضا فاؤنڈیشن قائم ہوئی ہے۔ رضا فاؤنڈیشن نے فتاویٰ رضویہ کی تخریج و تشریح کا بیڑا اٹھایا۔ فتاویٰ رضویہ کی پہلی تین جلدیں تخریج و تشریح کے بعد آٹھ جلدوں میں منظر عام پر آئی ہیں۔
کام کے تنوع اور وسعت کے باعث گمان غالب ہے کہ یہ کام ۳۶ جلدوں میں سمٹ سکے گا۔

۲۸۔ تراجم کنزالایمان

کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کے تراجم مختلف زبانوں میں ہوئے ہیں۔

○ انگریزی:۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر اختر حنیف فاطمی' انگلستان
☆ پروفیسر شاہ فرید الحق' کراچی
☆ آل رسول حسنین' مارہرہ شریف
☆ چوہدری عبدالمجید اولکھ' لاہور

○ سندھی:۔

☆ مفتی رحیم الدین سکندری، لاہور

☆ مولانا محمد عزیز اللہ، لاڑکانہ

☆ علامہ عبدالوحید خان سرہندی فاروقی، حیدر آباد سندھ

○ بنگلہ -- ☆ مولانا محمد عبدالمنان، چٹاگانگ

○ ڈچ -- ☆ مولانا غلام عباس، ہالینڈ

○ ترکی -- ☆ مولانا اسماعیل حقی، ہالینڈ

○ ہندی -- ☆ نورالدین نظامی، بمبئی

○ رومن -- ☆ محمد نظران حنفیہ، سنگاپور

○ گجراتی -- ☆ بمبئی

○ ہنگری -- ☆ الحاج محمد معظم علی، کراچی

۲۹۔ کنزالایمان پر تفاسیر

☆ مولانا نعیم الدین مراد آبادی، خزائن العرفان -- ۳۰ پارے

☆ مفتی احمد یار خاں بدایونی، نورالعرفان فی حاشیہ القرآن

☆ المعروف تفسیر نعیمی -- ۳۰ پارے

☆ مفتی احمد یار خاں بدایونی، اشرف التفاسیر

☆ مفتی اعجاز ولی خاں، تنویر القرآن علی کنزالایمان، ۳ پارے

☆ مولانا محمد حشمت علی خاں بریلوی، جواہر الایقان

فی توضیح کنزالایمان

۳ پارے

☆ مولانا محمد حشمت علی خاں بریلوی، امدادالدیان

فی تفسیر القرآن علی کنزالایمان

☆ علامہ محمد عبدالمصطفیٰ ازہری، تفسیر ازہری -- ۵ پارے

☆ مولانا غلام معین الدین، نعیم البیان -- پارہ اول

☆مفتی ریاض الدین قادری' تفسیر ریاض القرآن' سوا چھ پارے۔

☆مفتی عزیز احمد قادری بدایونی' تیسیر البیان
فی ترجمۃ القرآن عرف ترجمہ قادری

☆مولانا محمد نبی بخش حلوائی' تفسیر نبوی
(پنجابی سے اردو ترجمہ)

☆ملا احمد جیون' تفسیرات احمدیہ فی بیان الایات الشرعی
۳۰ پارے

☆مفتی محمد خلیل خاں برکاتی' خلاصۃ التفاسیر' ۱۷ پارے

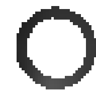
☆علامہ ابوالحسنات قادری' تفسیر الحسنات

☆سید قاسم محمود' علم القرآن

نوٹ:۔ کنزالایمان کے حوالے سے ہونے والے کام کا محمد عبدالستار طاہر نے جائزہ پیش کیا۔ جسے ستمبر ۱۹۹۳ء میں "کنزالایمان ارباب علم و دانش کی نظر میں' بزم عاشقان مصطفیٰ' لاہور نے ۱۰۰ صفحات کا شائع کیا۔ یہ مقالہ اپنے موضوع کی واحد مثال ہے۔

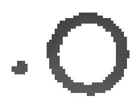
پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

ایم۔ اے ' ایل۔ ایل۔ بی ' پی۔ ایچ۔ ڈی ' ڈی۔ لٹ
(سابق صدر شعبہ اردو ' سندھ یونیورسٹی ' حیدر آباد سندھ)



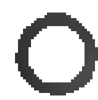
اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں ــــــ ان کے فضل و کمال ' ذہانت و فطانت ' طباعی و دراکی کے سامنے بڑے بڑے علماء وفضلا ' یونیورسٹیوں کے اساتذہ ' محققین و مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے ' مختصر یہ کہ وہ کونسا علم ہے جو انہیں نہیں آتا تھا؟ ــــــ وہ کون سا فن ہے جس سے وہ واقف نہیں تھے؟

(ہفت روزہ "افق" ' شمارہ ۲۲ ' تا ۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء ' ص ۱۰)



مولانا کوثر نیازی

(سابق وزیر امور مذہبی حکومت پاکستان و چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل ' اسلام آباد ــــــ مشہور مصنف و قلمکار اور شاعر و ادیب)



اردو ' عربی ' فارسی ' تینوں زبانوں کا نعتیہ کلام میں نے دیکھا ہے اور بالاستیعاب دیکھا ہے ــــــ میں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ تمام زبانوں اور تمام زمانوں کا پورا نعتیہ کلام ایک طرف اور شاہ احمد رضا کا سلام

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

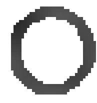
ایک طرف ــــــ دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے تو احمد رضا کے سلام کا پلڑا پھر بھی

جھکا رہے گا ——— میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اردو زبان کا قصیدہ بردہ ہے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہو گا ——— جو زبان و بیان' جو سوز و گداز' جو معارف و حقائق قرآن و حدیث اور سیرت کے جو اسرار و رموز' انداز اسلوب میں جو قدرت و ندرت اس سلام میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اہل قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔

(کوثر نیازی: الامام احمد رضا الحنفی البریلوی و شخصیتہ الموسوعیہ' (معربہ ممتاز احمد سدیدی) مطبوعہ کراچی' ۱۹۹۳ء' ص ۴۲۔۴۳)

پروفیسر ڈاکٹر نسیم قریشی

(شعبہ اردو' مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ)

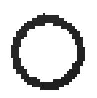


کتنی عظیم سعادت آئی ہے حضرت رضا کے حصے میں کہ وہ مقبولین بارگاہ الٰہی اور نظر کردگان رسالت پناہی کے اس محبوب زمرے میں ایک مقام خاص رکھتے ہیں ——— ایسا بلند مقام کہ انہیں "حسان الہند" کے مبارک لقب سے یاد کئے بغیر ان کے بے پناہ جذبہ عشق رسول اور ان کے وجد آفریں نعت گوئی کے ساتھ انصاف ہو ہی نہیں سکتا۔

(محمد یٰسین مصباحی: امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں' ص ۴۷)

ڈاکٹر جمیل جالبی

(سابق وائس چانسلر' کراچی یونیورسٹی و صدر نشین مقتدرہ' قومی زبان اردو' اسلام آباد' مشہور مصنف و محقق اور شاعر و ادیب)



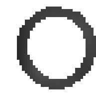
احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی شاعری نے مجھے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار کیا' مجھ پر کیفیات روحانی کے در وا کئے اور میری لے اور میری آواز اور لہجے

میں ان کی آواز اور لے شامل ہو گئی۔

ان کی آواز میں ایک جادو ہے' ایک سحر' ایک طلسم ہے اور زبان و بیان پر ایسی قدرت کہ کم کو نصیب ہو گی۔

(مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۲ء' مطبوعہ کراچی' ص ۷۳۔۷۴)

شاعر لکھنوی

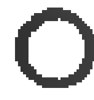


رضا بریلوی چونکہ علوم و فنون کے سمندروں سے گزر کر نعت گوئی کے پل صراط پر قدم رکھتے ہیں اس لئے ان کا فکری شعور نازک سے نازک اور شدید سے شدید جذبے کو الفاظ کے ظرف میں اتارنے کے ہنر سے پوری طرح واقف ہے۔ ان کے جذبے کی بے ساختگی لفظوں کے تعاقب میں نہیں پھرتی' الفاظ خود بڑھ کر اور اس جذبے کو اپنی آغوش میں لے کر' ان کے فکری عمل کو' فنی عمل سے ہمکنار کر دیتے ہیں۔ رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری' جذبے کی پختگی کے علاوہ ایسی بے شمار فنی خوبیوں کی حامل ہے جن کی مثال اس دور کے شعراء میں بہت کم ملتی ہے۔

(تاریخ گوئی میں حضرت بریلوی کا منصب' مطبوعہ لاہور ص ۲۴۔۲۵)

حضرت شمس الحسن شمس بریلوی

(پاکستان کے معروف محقق اور شاعر' سرپرست' ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی)



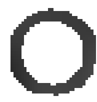
جہاں جہاں جناب رضا قدس سرہ نے سلاست زباں و بیان کو ملحوظ رکھا ہے' وہاں زباں کی بے ساختگی اور روانی' الفاظ کا دروبست اور بندش کی چستی بتاتی ہے کہ ایک زباں داں ہی اپنی زباں دانی کے جوہر دکھا رہا ہے ——— حضرت رضا قدس سرہ کے تبحر علمی نے زباں کا

لطف برقرار رکھتے ہوئے جو معنی آفرینی کی ہے یا یوں کہئے کہ حضرت کی طبع رسا نے بلند سے بلند مضمون کو جس طرح زبان کے سانچے میں ڈھالا ہے، وہ ان ہی کا حصہ ہے ——— حضرت رضا کے قصیدہ نوریہ کو ملاحظہ فرمائیے، انصاف شرط ہے، زبان کی یہ سلاست، یہ بے ساختگی اور یہ مٹھاس آپ نے کہیں ملاحظہ فرمائی؟ ——— سچ یہ کہ بڑے بڑے زباں داں اس قصیدے پر وجد کرتے ہیں اور زبان کے اس شاہکار پر بے ساختہ آفریں کہہ اٹھتے ہیں ——— حضرت رضا بریلوی نے ان پاکیزہ نغمات نعت کو اس بلند آہنگی سے چھیڑا کہ تمام برصغیر گونج اٹھا۔

(کلام رضا کا تحقیقی و ادبی جائزہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۹۰، ۹۴)

اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی

(لاہور ——— پاکستان)

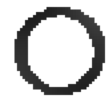


جہاں تک میں سمجھتا ہوں حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کو بلبل بستان حجاز، حسان الہند اور امام نعت گویاں کہنا بالکل بجا اور درست ہے۔ اردو ادب میں ان کے پایہ کا نعت گو کوئی نہیں، ان کے نعتیہ قصائد ——— بے مثال ہیں۔ انہیں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے جو بے پناہ عشق و محبت ہے، اس کی پوری جھلک ان کے کلام میں موجود ہے اور یہ جھلک ان کی مشکل ترین زمینوں کی نعتوں اور قصائد میں بھی نظر آتی ہے۔ میری خوش بختی ہے کہ میں اپنی ۷۶ سالہ زندگی کے کم و بیش ۶۵ سال شعر و سخن کے مطالعہ میں صرف کرنے کے بعد آخر میں مولانا کے کلام سے پورے طور پر متعارف ہوا اور مجھے مداح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مداحی کا شرف حاصل ہوا۔

(محمد مرید احمد چشتی: جہان رضا، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۱۰۳)

پروفیسر ڈاکٹر حامد علی خاں

(شعبہ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

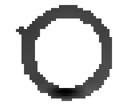


علامہ رضا کی شاعری وہبی تھی، شاعری میں آپ کو کسی کا تلمذ نہ تھا، خلاق عالم نے آپ کی طبیعت میں ایسی موزونیت ودیعت فرمائی تھی کہ آپ سخن فہمی، سخن سنجی اور سخن گوئی میں اپنی نظیر آپ تھے اس لئے آپ کے کلام میں آمد ہی آمد ہے اور آورد کا نام نہیں۔

(انوار رضا، لاہور ۱۳۹۷ھ، ص ۵۳۸)

پروفیسر مرزا نظام الدین بیگ جام بنارسی

(سابق نگراں شعبہ مخطوطات، قومی عجائب گھر، کراچی)



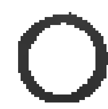
شاعری بالذات ان کا مقصد حیات نہ تھی بلکہ ایک ذریعہ تھا، اس سوز دروں کے انعکاس کا جس کی آگ میں ان کا وجود معنوی سلگ رہا تھا، لہٰذا ان کے قلم سے نکلے ہوئے اشعار، انکے لالۂ دل پر چمکتے ہوئے شبنمی قطرات تھے جس سے ان کو ٹھنڈک ملتی تھی۔

(جام بنارسی، محاسن قصیدہ معراجیہ، مطبوعہ کراچی، ص ۱۰)

پروفیسر ڈاکٹر سلام سندیلوی

ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی، ڈی لٹ

(شعبہ اردو، گورکھپور یونیورسٹی، گورکھپور)



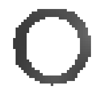
آپ کی شخصیت و شاعری میں فاصلہ نہیں ہے بلکہ آپ کی شخصیت، آپ کی شاعری

ہے اور آپ کی شاعری آپ کی شخصیت ہے ــــــ شخصیت و شاعری میں اس قدر گہری ہم آہنگی اردو کے چند ہی شعرا کے یہاں ملے گی۔

(المیزان، بمبئی، امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء ص)

پروفیسر طاہر تونسوی

(شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج، لاہور)

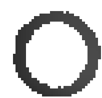


حضرت بریلوی کا نام نعت گوئی کے سلسلے کی اہم کڑی ہے۔۔۔ انہوں نے نعت کو وہ وسعت عطاء کی کہ نعتیہ شاعری اور وہ لازم و ملزوم ہو گئے ہیں۔۔۔ انہوں نے سادہ مگر پرکارانہ الفاظ میں اپنے خیالات کو ڈھالا ہے کہ وجدان عش عش کرنے لگتا ہے۔۔۔ کیف و مستی کا ایسا منظر نامہ تخلیق کیا ہے کہ فکر و نظر کی وارداتیں اور سرمستی کی کیفیات تڑپتی دکھائی دیتی ہیں۔۔۔ ندرت بیان کے لحاظ سے انہوں نے ایسی نعتیں لکھی ہیں کہ اظہار کی لذت اور فکر کی پاکیزگی نے رنگ و نکہت کا ایسا ایک آمیزہ تیار کیا ہے جس کا ذائقہ آنکھوں سے ہی چکھا جا سکتا ہے۔۔۔ وہ اپنی نعتوں کے حوالے سے ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

(اختر الحامدی، امام نعت گویاں، لاہور، ۱۹۷۷ء ص ۲۸)

پروفیسر ڈاکٹر محی الدین الوائی

(سابق پروفیسر جامعہ ازہر، قاہرہ، مصر)

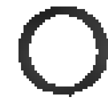


پرانا مقولہ ہے کہ "فرد واحد میں دو چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں، تحقیقات علمیہ اور نازک خیالی" ــــ لیکن مولانا احمد رضا خاں نے اس تقلیدی نظریہ کے برعکس ثابت کر کے دکھا دیا ــــ آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے۔ (ترجمہ)

(صوت الشرق' قاہرہ' شمارہ فروری ۱۹۷۰ء' ص ۱۷)

پروفیسر سید امین اشرف

(شعبہ انگریزی' مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ)

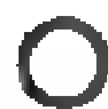


انہوں نے شیفتگی کو شوریدگی میں جس خوب سے سمویا ہے اور اسے احترام کے قالب میں جس انداز سے ڈھالا ہے وہ ادب کا ایک جاندار حصہ ہے ـــــــ ان کے قصیدے' وسعت خیال' نزاکت مضمون' زبان و بیان کی طرحداری اور مجموعی شاعرانہ دل کشی کے اعتبار سے اپنا جواب نہیں رکھتے اور ان کی غزلوں میں ایک ایسی کیفیت ملتی ہے جو دل کی طلب کو سرمستیوں میں ڈبو کر نعرۂ مستانہ بنا دیتی ہے ـــــــ

(ماہنامہ قاری امام احمد رضا نمبر' نئی دہلی' ۱۹۸۹ء' ص ۵۵۵)

پروفیسر ڈاکٹر سرور اکبر آبادی

(کراچی۔ پاکستان)



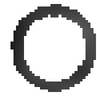
آپ کے دل سے نکلنے والے ایک ایک لفظ اور ایک ایک شعر نے عشاقان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں دیوانگی و شیفتگی اور وارفتگی و ربودگی کی تڑپ کوٹ کوٹ کر بھر دی اور ایک ایسی شمع ایماں فروزاں کر دی جس کی روشنی میں آنے والی نسلوں کے شعراء بھی اپنی منزل مقصود تک باسانی پہنچنے میں کامیاب و کامران ہوتے رہیں گے اور حق تو یہ ہے۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

(ہفت روزہ ہجوم' نئی دہلی' امام احمد رضا نمبر' دسمبر ۱۹۸۸ء' ص ۵)

مقبول جہاں گیر

(معروف و مقبول صحافی)

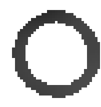


اعلیٰ حضرت کی شاعرانہ حیثیت بھی اتنی ہی وقیع اور عظیم ہے جتنی ان کی دوسری حیثیتیں ـــــ یہ حقیقت ہے کہ ان کا نعتیہ کلام بڑے سے بڑے شاعر کا کلام کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے ـــــ ان کے ہاں جذبہ دل کی بے ساختگی' خیال کی رعنائی' الفاظ کی شان و شوکت اور عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جھلکیاں قدم قدم پر موجود ہیں' ان کی نعتوں میں کیف و اثر کی ایک دنیا آباد ہے۔

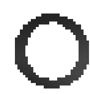
(مقبول جہانگیر: اعلیٰ حضرت بریلوی' مطبوعہ انگلستان' ص ۴)

علامہ سید محمد مرغوب اختر الحامدی

(حیدر آباد سندھ ـ پاکستان)



آپ نے اس عروس سخن کو مجازی محبوب کی دہلیز سے اٹھایا' نعت کا پاکیزہ لباس پہنایا' عشق حبیب کے مقدس زیور سے آراستہ کیا اور حقیقی محبوب یعنی محبوب خدا کی چوکھٹ پر پہنچا کر زندہ جاوید بنا کر اسے اس کے حقیقی مقام پر پہنچا دیا۔ یہاں ان ناقدین سخن کا قول باطل ہو جاتا ہے کہ نعت گو کا مقام غزل گو سے کم ہے۔

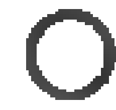


سوز و گداز، شدت احساس، خلوص جذبات کی ہم آہنگی نے آپ کے کلام میں حسن تغزل پیدا کر دیا ہے۔ کلام کا یہ بانکپن وہ پاکیزہ معیار ہے جو آپ سے پہلے کسی نعت گو شاعر کے ہاں نہیں ملے گا، آپ وہ پہلے شاعر ہیں جس نے اس حسن اہتمام کے ساتھ غزل کو نیا روپ دیا۔

(اختر الحامدی: امام نعت گویاں، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۵۰)

ڈاکٹر عابد نظامی

(سابق مدیر ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، پاکستان)

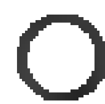


گزشتہ صدی سے برصغیر پاک و ہند کی کوئی ایسی روحانی محفل نہ ہو گی جس میں مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا کلام، فردوس گوش نہ بنا ہو۔ مولانا نے نعت گوئی میں ایک نئے مکتب کی بنیاد ڈالی جس کی چھاپ آج بیسیوں مشاہیر کے کلام میں نظر آتی ہے۔ مولانا حسن بریلوی، طالب بریلوی، شفیق جونپوری، حمید صدیقی، بہزاد لکھنوی اور ضیاء القادری بدایونی وغیرہم نعت گو شعراء کو ہم رضا اسکول کے نمایندہ شعراء میں شمار کر سکتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ مولانا کے نعتیہ نغمات سے برصغیر کی فضا گونج اٹھی ہے۔

(اختر الحامدی: امام نعت گویاں، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۱۲۶)

پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری

(شعبہ اردو، کراچی یونیورسٹی، کراچی)



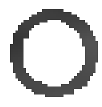
برصغیر پاک و ہند کے علماء دین میں بڑے بڑے صاحب علم و دانش اور علوم دینی و دنیوی

کے فاضل گزرے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو ایک معتبر و متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ صف اول کا شاعر بھی ہو یا جس نے نعت گوئی میں کوئی ممتاز مقام پیدا کیا ہو۔ اس اعتبار سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت بالکل منفرد اور یکتا نظر آتی ہے۔ وہ برصغیر کے ایسے جید عالم ہیں جن کا حلقہ اثر دوسرے علماء کے مقابلے میں سب سے بڑا ہے اور ایک ایسے نعت گو شاعر ہیں جن کی نعتیں نہ صرف یہ کہ سب سے زیادہ مقبول ہیں بلکہ ان کی شاعری اس پایہ کی ہے کہ ان کا نام صرف اردو کے ممتاز ترین شاعروں کے نام سے ساتھ لیا جانا چاہئے۔

(محمد مرید احمد چشتی: جہان رضا' لاہور' ۱۹۸۱ء' ص ۲۰۴)

پروفیسر ڈاکٹر افتخار اعظمی

(شعبہ اردو' مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ)

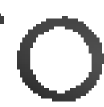


ان کا نعتیہ کلام اس پایہ کا ہے کہ انہیں طبقہ اولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دی جانی چاہئے ـــــ انہیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے' ـــــ ان کے یہاں تصنع اور تکلف نہیں بلکہ بے ساختگی ہے۔

(افتخار اعظمی: ارمغان حرم' ص ۱۴)

پروفیسر ڈاکٹر وحید اشرف

(شعبہ اردو' بڑودہ یونیورسٹی' بھارت)



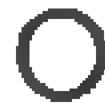
اگر اردو شاعری میں تمام شعراء کی نعت گوئی کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کیا جائے تو امام احمد

رضا اس میدان میں درجہ امامت پر فائز نظر آئیں گے ـــــ انہوں نے اردو کی نعتیہ شاعری کو ایک مستقل فن بنا دیا۔

(انوار رضا' لاہور ۱۳۹۷ھ 'ص ۵۵۱' ۵۵۷)

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر

(پاکستان کے مشہور معروف محقق اور ماہر تعلیم 'کوئٹہ' بلوچستان)



حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا مجموعہ نعت "حدائق بخشش" اسم با مسمی ہے ـــــ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ عشق و یقین کی دولت نے حضرت بریلوی کو دنیا کی ہر مادی قوت سے بے نیاز کر دیا۔ انہیں قادر مطلق کی غیبی تائید و کارسازی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی چارہ گری پر اتنا پختہ بھروسہ تھا کہ وہ کسی اور جانب دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے۔ ان کے اس عشق و یقین کی واردات کا ثبوت ان کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کے ہر صفحہ سے عیاں ہے۔

ان کے ہاں غزل کے پیرائے میں لمبی لمبی نعتیں موجود ہیں اور بعض نعتوں میں بڑی مشکل زمینوں اور ردیفوں کو برتا گیا ہے۔

عاشقانہ جذبات کو پیش کرنے میں جس شگفتہ' پاکیزہ اور ارفع حسن کو شروع سے آخر تک حضرت رضا بریلوی کے مجموعہ نعت "حدائق بخشش" میں اپنایا گیا ہے وہ انہیں اردو کے دوسرے نعت گو شعراء سے منفرد اور لاثانی بنا دیتا ہے اور یوں حضرت بریلوی اردو کی نعتیہ شاعری میں امامت کے درجے پر فائز ہونے کا استحقاق حاصل کر لیتے ہیں۔

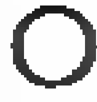
محمد انعام الحق کوثر

سیرت اکادمی' بلوچستان

۱۸ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ / ۲۹ مئی ۱۹۹۴ء

پروفیسر وسیم بریلوی

(صدر شعبہ اردو' بریلی پوسٹ گریجوایٹ کالج' بریلی' بھارت)



ایک بڑا تخلیقی ذہن اپنے عہد کے تنقیدی معیاروں کو بے حقیقت بنانے کا فن جانتا ہے۔ غیر شعوری طور پر ہی وہ کچھ ایسا کر جاتا ہے کہ تنقید اس کے فن سے آنکھ ملانے کی ہمت نہیں کر پاتی۔ اردو شاعری کے ناقدین نے میر سے لے کر فراق تک سبھی کے قد ناپے مگر اردو غزل کے بہترین پارکھ نے بھی یہ ہمت نہیں کی کہ مولانا احمد رضا خاں کی نعت کے منفرد رکھ رکھاؤ سے بحث کر سکتا۔ اردو کے بڑے شاعروں کا سارا بڑا پن شاعرانہ سحر کاریوں کے گرد گھومتا ہے۔ ان سب کا جلوہ ایک جگہ اور پورے فکری و فنی التزام کے ساتھ اگر دیکھنا ہو تو فاضل بریلوی کی "حدائق بخشش" دیکھیں ـــ یہاں میر کی دردمندی بھی ہے ـــ غالب کا تفکر بھی مومن کی شائستہ نظری بھی ہے ـــ سودا کی خلاقی ذہنی بھی ـــ درد کی عارفانہ سادگی بھی ہے ـــ ذوق کی زبان دانی بھی ـــ اقبال کی فلسفیانہ گہرائی بھی ہے ـــ حالی کی عاجزی اور انکساری بھی ـــ جگر کی والہانہ ربودگی بھی ہے ـــ فانی کی فلسفیانہ نظری بھی ـــ حسرت کی واقعیت بھی ہے اور اصغر کی معرفت پسندی بھی۔

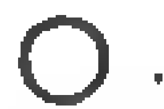
کہنا یہ ہے کہ اردو شاعری کی دو سو سالہ تاریخ میں جو طرز فکر کا اعتبار رونما ہوا ہے اس کی اعلیٰ ترین عکاسی کا بہترین نمونہ حضرت فاضل بریلوی کی نعت نگاری ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ ایک رنگ کی تلاش میں ہزار رنگوں سے ہو کر نہیں گزرے۔ قدرت کا ان پر احسان تھا کہ ان کی نگہ حقیقت شناس اٹھی تو محبوب حق پر ـــ رکی تو محبوب حق پر ـــ ایک ہی رنگ میں آنکھ ایسی رنگی کہ جملہ مظاہر کائنات حسن نگاہ ہو کر رہ گئے ـــ عشق رسول میں غرق ہو کر انہیں شاید خود نہ اندازہ ہوا کہ وہ اردو کی اعلیٰ ترین شاعری کے کن کن مقامات کو چھو گئے۔ وہ تو عشق سرور دو عالم میں غلطاں رہے ـــ انہیں کیا پتہ کہ ان کے عشق میں وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ان کا کہا ہوا نہیں لگتا ـــ ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی کہلوا رہا ہے اور وہ کہہ رہے ہیں ـــ یہ بات اردو کے کسی شاعر کے یہاں ہے ہی نہیں اس لئے ان کی شاعرانہ

انفرادیت کو کسی بھی بڑے بڑے ناقد شعر کے لئے تسلیم کرنا سرمایہ سعادت سے کم نہیں۔

(محررہ ۳۰ اپریل ۱۹۹۳ء بشکریہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی)

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

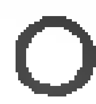
(ریسرچ اسکالر روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، بھارت)



رضا کی شاعری، مذہبی شاعری یعنی تقدیسی شاعری ہے۔ ان کا عشق قرآنی پیغام ہے، ان کی مستی کوثر و تسنیم و زم زم بلکہ ساقی کوثر کی مئے محبت کی مستی ہے اور ایسے خمار کے عالم میں رضا کے ہونٹوں سے جو آواز نکلتی ہے وہ روح کی آواز ہوتی ہے جس کی نغمگی اور سحر آفرینی انسانی وجود کے ذرے ذرے کو سرمدی سرشاریوں اور سرمستیوں کے ایک جہان نو کی سیر کراتی ہے جہاں صوتیاتی نظام کی حکمرانی نہیں، جذبہ عشق بلکہ عشق مجسم کی سلطانی ہے۔

(کلام رضا کے تنقیدے زاویے، مطبوعہ بریلی ۱۹۹۰ء ص ۶۸)

بے شمار مقامات ان کی نعتوں میں ایسے ملیں گے کہ اعلیٰ ترین شاعری کے دعوے دار بھی جس لفظ کا تصور نہیں کر سکتے، وہ ان کے فن کو نئی جہتوں سے آشنا کراتا نظر آتا ہے اس لئے وثوق سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری فکر و فن کے مسلمہ پیمانوں سے ناپی جانے والی شے نہیں۔ یہ محض عطیہ الٰہی معلوم ہوتی ہے۔



امام احمد رضا کی شاعری کو ناقدین نے علمی، ادبی، فنی، مذہبی اور خلوص جذبہ و احساس ہر پہلو سے جانچا اور پرکھا ہے اور ہر ایک کے قلم تنقید نے گنگ زبانی کا اعتراف کیا ہے۔ امام کی شاعری نے تنقید کو بے حقیقت بنا دیا ہے۔ اب بھی ان کی شاعری کے کتنے گوشے، پہلو اور زاویے ایسے ہیں جو تشنہ ہیں۔

امام احمد رضا خاں کا دیوان۔ "حدائق بخشش" ان کے ۶۵ علوم و فنون کے گلہائے رنگا

رنگ کا عطریا ان علوم وفنون کے گلزاروں کی بہاروں کا جلوہ اور ان کے پھولوں کا ایک گلدستہ ہے۔اس عطربیزی' بہار آرائی اور جلوہ سامانی کے ساتھ ساتھ یہ ان کے عملی محبت وعقیدت اور تمام تر جنوں سامانی محبت کا آئینہ ہے۔

"حدائق بخشش" بلاشبہ بخشش کے باغات کا ایک جہان اور جان وایمان کی سرسبزی و شادابی کا سامان ہے۔

(بشکریہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی' بریلی مورخہ اپریل ۱۹۹۴ء)

پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید

(ریسرچ اسکالر پنجاب یونیورسٹی' لاہور' پاکستان)

O

اردو نعت کی تاریخ میں اگر کسی فرد واحد نے شعراء نعت پر سب سے گہرے اثرات مرتسم کئے ہیں تو وہ بلاشبہ مولانا احمد رضا خاں کی ذات ہے ——— مولانا اردو نعت کی تاریخ میں واحد شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے وسیع مطالعے کو پوری طرح اپنے فن نعت میں برتا۔ ——— تبحر علمی' زور بیان اور وابستگی وعقیدت کے عناصر' ان کی نعت میں یوں گھل مل اور رچ بس گئے ہیں کہ اردو نعت میں ایسا خوشگوار امتزاج کہیں اور دیکھنے میں نہیں آتا۔

("اردو میں نعت گوئی" مقالہ ڈاکٹریٹ پنجاب یونیورسٹی' لاہور شائع کردہ اقبال اکادمی' پاکستان' لاہور' ص ۴۰۹۔ بشکریہ پروفیسر رضاء اللہ حیدر فریدی' اوکاڑہ' پنجاب)

تعارف

حضرت رضا بریلوی

۱۔ اسم گرامی محمد احمد رضا خاں رضا قادری حنفی اجداد کا تعلق قندھار (افغانستان) سے تھا' بعض اکابر سلطنت مغلیہ میں اہم عہدوں پر فائز تھے' جد امجد مولانا رضا علی خان نے انقلاب ۱۸۵۷ء میں مجاہدین جنگ آزادی کی سرپرستی فرمائی۔

۲۔ ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (یوپی' بھارت) میں ولادت باسعادت ہوئی۔

۳۔ ۲۵ر صفرالمظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بریلی (بھارت) میں وصال ہوا۔

۴۔ والد ماجد علامہ محمد نقی علی خاں اور دوسرے علماء فضلا سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی اور ۱۲۸۶ھ ر ۱۸۶۹ء میں درس نظامیہ سے بریلی ہی میں فارغ ہو کر دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت رضا بریلوی نہ دیوبند گئے اور نہ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی بلکہ انہوں نے بعض مسائل میں علماء دیوبند کا رد لکھا ہے۔ علماء دیوبند میں حضرت رضا بریلوی کے پایہ کا کوئی عالم نہ تھا۔ ۲۴ سال مسلسل مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا ہے۔

۵۔ ۱۲۹۵ھ ر ۱۸۷۸ء میں پہلا حج کیا اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ علمائے حرمین شریفین سے استفادہ کیا' ان سے اجازتیں لیں اور ۱۳۲۳ھ ر ۱۹۰۵ میں دوسرا حج کیا' علمائے حرمین طیبین کو اجازت و خلافت سے نوازا' ان کے علمی سوالات کے عربی زبان میں فاضلانہ اور محققانہ جوابات بھی دیئے۔

۶۔ ۱۲۹۶ھ ر ۱۸۷۸ء میں ماہرہ شریف حاضر ہو کر شاہ آل رسول مارہروی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے' متعدد سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت حاصل کی۔

۷۔ علمائے مکہ میں شیخ عبدالرحمن سراج مکی' شیخ حسین بن صالح مکی اور شیخ احمد بن زین دحلان مکی وغیرہ سے سندات حدیث حاصل کیں۔

۸۔ ہندوستان میں حضرت رضا بریلوی کا سلسلہ حدیث شاہ ولی اللہ محدث دہلی، شیخ عابد سندھی اور علامہ عبدالعلی لکھنوی وغیرہ سے ملتا ہے۔

۹۔ فن حدیث میں حضرت رضا بریلوی کی ۴۰ سے زیادہ شروح و حواسی اور تصانیف و تعلیقات ہیں۔

۱۰۔ حضرت رضا بریلوی ۷۵ سے زیادہ علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے اور ۵۰ سے زیادہ علوم و فنون میں ان کے ایک ہزار سے زیادہ کتب و رسائل اور شروح و حواشی یادگار ہیں ــــــ

۱۱۔ حضرت رضا بریلوی کی تصانیف میں عالم اسلام نے سب سے زیادہ فیض ترجمہ قرآن "کنزالایمان" "فتاویٰ رضویہ" اور "حدائق بخشش" سے حاصل کیا، ان کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۱۲۔ حضرت رضا بریلوی عربی، فارسی، اردو اور ہندی زبانوں پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ وہ ان زبانوں کے نبض شناس اور ماہر تھے۔ عربی، فارسی اور اردو میں ان کے دواوین موجود تھے۔ اب اردو دیوان حدائق بخشش (جس میں کچھ فارسی کلام بھی ہے) موجود ہے۔ باقی عربی اور فارسی کلام منتشر صورت میں ملتا ہے اور اپنی مثال آپ ہے خصوصاً عربی قصائد ــــ ان کے فارسی اور اردو منظوم فتاویٰ کا ایک ذخیرہ ہے جو ابھی تک مرتب نہ ہو سکا۔ کچھ اردو کلام بھی باقی ہے۔

۱۳۔ حضرت رضا بریلوی اردو نعت گوئی کے سرتاج اور اردو نثر نگاری کے سردار تھے۔ معاصر علماء و شعرا اور نثر نگاروں میں اس پایہ کا کوئی عالم اور شاعر ادیب نظر نہیں آتا۔

۱۴۔ حضرت رضا بریلوی اپنے دور کے عظیم مدبر، متبحر عالم، مفکر، فلسفی، سائنس دان اور قانون داں تھے۔ انہوں نے اپنے تعلیمی، سیاسی، اصلاحی، سائنسی، معاشی نظریات پیش کئے، ملت اسلامیہ کو باطل کے خلاف تنقیدی شعور عطا فرمایا، قوموں کی زندگی میں عقیدے کی اہمیت کو اجاگر کیا ــــــ وہ عہد آفریں، عہد ساز شخصیت کے مالک اور سچے عاشق رسول تھے۔

۱۵۔ حضرت رضا بریلوی دانشوران اسلام کے عظیم سلسلے کی اہم کڑی ہیں جنہوں نے

ملت اسلامیہ کے شاندار ماضی کے تاریخی تسلسل کو ٹوٹنے نہ دیا ——— ان کی تخلیقات سے وہی بے اعتنائی برتی گئی جو قرون وسطیٰ کے دانشوران اسلام کے ساتھ برتی گئی ——— حضرت رضا بریلوی کی تخلیقات ' افکار و نظریات دنیائے اسلام کا انمول سرمایہ ہیں۔ انہوں نے دور غلامی میں احرار کے لئے ایک عظیم علمی ذخیرہ چھوڑا۔

۱۶۔ حضرت رضا بریلوی نے فرقہ بندی کے خلاف سخت جدوجہد کی' وہ مسلک اہل سنت و جماعت کے عظیم پیشوا تھے اور سلف صالحین کے سچے پیرو——— انہوں نے ملت اسلامیہ کو تکفیر کے سیلاب عظیم سے محفوظ رکھا اور غریبوں کی عزت و ناموس' ایمان و یقین کو خاک میں ملنے نہ دیا———

۱۷۔ حضرت رضا بریلوی کے پیغام اور تعلیمات میں دسویں صدی ہجری کی عظیم شخصیت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی آواز بازگشت سنی جا سکتی ہے ——— دونوں نے عشق رسول اور اتباع رسول علیہ التحیۃ و التسلیم پر زور دیا——— دونوں نے سلف صالحین کے عقائد و افکار کی ترویج کی ——— دونوں نے شریعت و طریقت میں فرق کرنے والوں کا محاسبہ و محاکمہ کیا——— دونوں نے اہل بدعت اور باطل فرقوں کے خلاف قلمی اور علمی جہاد کیا——— دونوں نے گستاخان رسول' مدعیان نبوت' صحابہ و اہل بیت کے دشمنوں کا تعاقب کیا——— دونوں نے مکاتیب کے ذریعہ حق و صداقت کی ترویج کی۔ دونوں نے علماء و مشائخ کو اپنا مخاطب بنایا بلکہ حضرت مجدد الف ثانی نے بادشاہوں' وزیروں اور فوجی افسروں کو بھی مخاطب بنایا اور ان کی اصلاح فرمائی ——— دونوں نے دو قومی نظریہ کا احیاء کیا——— ملی غیرت کو جگایا——— دونوں نے عوام و خواص کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا بلکہ حضرت مجدد الف ثانی نے حکومت کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا——— دونوں کے خلفاء نے ان کے مشن کو آگے بڑھایا اور برصغیر پاک و ہند پر انقلابی اثر ڈالا——— دونوں نے ایسی تصانیف یادگار چھوڑیں جو پچھلوں کی سمجھ سے بھی بالاتر ہیں——— الغرض دونوں عالم اسلام کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔

۱۸۔ حضرت رضا بریلوی نے دنیا کے ہیاۃ دانوں کے نظریات کو چیلنج کیا مثلاً آئزک

نیوٹن' البرٹ آئین اسٹائن' البرٹ۔ ایف پورنا وغیرہ ——— مؤخر الذکر کے نظریہ کو تو اس کے عہد میں باطل کر دکھایا اور ایک بڑا کارنامہ انجام دیا۔ آنے والوں کو مغرب کی اندھی تقلید سے محفوظ رکھا۔

۱۹۔ ایران' اردن' پاکستان' فرانس وغیرہ سے عربی' فارسی' اردو فرانسیسی' انگریزی زبانوں میں شائع ہونے والے انسائیکلوپیڈیاز میں حضرت رضا بریلوی پر تحقیقی مقالات شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

۲۰۔ حضرت رضا بریلوی کے حالات و افکار اور تصانیف پر مندرجہ ذیل یونیورسٹیوں سے سات فضلاء ڈاکٹریٹ کر چکے ہیں۔

☆ کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ)
☆ ہندو یونیورسٹی (بنارس' بھارت)
☆ پٹنہ یونیورسٹی (بھارت)
☆ کانپور یونیورسٹی (بھارت)
☆ روہیل کھنڈ یونیورسٹی' (بریلی' بھارت)
☆ کراچی یونیورسٹی (پاکستان)
☆ سندھ یونیورسٹی (پاکستان)

حضرت رضا بریلوی دنیا کی وہ واحد شخصیت ہیں جن کے مختلف پہلوؤں پر دنیا کی بیس سے زیادہ یونیورسٹیوں میں کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔

۲۱۔ حضرت رضا بریلوی کی شاعری پر مندرجہ ذیل یونیورسٹیوں سے بعض فضلاء ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کر چکے ہیں اور کچھ تحقیق میں مصروف ہیں ———

☆ برمنگھم یونیورسٹی (انگلستان)
☆ پنجاب یونیورسٹی (پاکستان)
☆ روہیل کھنڈ یونیورسٹی' بریلی (بھارت)
☆ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (بھارت)
☆ عثمانیہ یونیورسٹی (بھارت)
☆ کلکتہ یونیورسٹی (بھارت)

☆ میسور یونیورسٹی (بھارت)۔۔۔۔۔۔

۲۲۔ حضرت رضا بریلوی کے اردو دیوان "حدائق بخشش" کی مختلف فضلاء نے مکمل اور جزوی شرحیں لکھی ہیں مثلاً

☆ علامہ مفتی محمد نصر اللہ خان صاحب (کراچی)

☆ علامہ محمد فیض احمد اویسی (بہاولپور)

☆ علامہ مفتی محمد خان صاحب (لاہو)

☆ علامہ غلام یٰسین امجدی (کراچی)

☆ علامہ محمد اول رضوی (لاہور وغیرہ وغیرہ۔

کچھ شائع ہو چکیں اور کچھ شائع ہو رہی ہیں۔

۲۳۔ حضرت رضا بریلوی کے مشہور قصیدہ سلامیہ پر مختلف شعراء نے مکمل اور جزوی تضمینیں لکھی ہیں مثلاً

☆ سید محفوظ علی صابر القادری

☆ سید محمد مرغوب اختر الحامدی

☆ بشیر حسین ناظم

☆ سید ہلال جعفری

☆ شمس بریلوی

☆ سید اسلم بستوی

☆ محمد عارف نقشبندی

☆ عزیز حاصل پوری

☆ راجہ رشید محمود

☆ فیاض احمد خاں کاوش

☆ عبدالسلام شفیق

☆ محسن مظہری

☆ عبدالغنی سالک۔

۲۴۔ حضرت رضا بریلوی کی شخصیت اور علم و فن پر علماء محققین اور دانشوروں کے

تاثرات پر مشتمل اردو اور انگریزی میں اب تک چھ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

۲۵۔ حضرت رضا بریلوی نے علوم و فنون نقلیہ و عقلیہ میں ایک ہزار سے زیادہ کتب و رسائل یادگار چھوڑے ہیں۔ تقریباً ۲۰۰ مخطوطات کے عکس اور بیسیوں مطبوعہ تصانیف ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی اور راقم کی ذاتی لائبریری میں موجود ہیں۔

۲۶۔ حضرت رضا بریلوی کے دو صاحب زادگان ہوئے ———

☆ علامہ محمد حامد رضا خاں اور

☆ مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں

دونوں عالم و فاضل اور اپنے عہد میں نہایت ممتاز تھے۔ دونوں کی شعری اور تصنیفی یادگاریں موجود ہیں۔ اول للذکر کے حالات پر علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی نے "تذکرہ جمیل" (بریلی ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۲ء) شائع کی ہے اور مؤخر الذکر کے حالات پر مولانا شہاب الدین رضوی کی "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" (بریلی ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء) اور مرزا عبدالوحید بیگ کی "مفتی اعظم" (بریلی ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۰ء) شائع ہو گئی ہیں۔

۲۷۔ پاک و ہند اور عرب و عجم میں حضرت رضا بریلوی کے ۲۰۰ سے زیادہ خلفاء ہوئے جن میں اکثر اپنے عہد کے ممتاز علماء و مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ محمد صادق قصوری اور ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے "خلفائے اعلیٰ حضرت" (کراچی ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء) مرتب کر کے شائع کی ہے جس میں بعض خلفاء کے حالات اور علمی خدمات کا ذکر ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رضا بریلوی کے تلامذہ اور خلفاء بھی شعر و سخن کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ ان میں بعض کا شمار اپنے زمانے کے ممتاز نعت گو شعراء میں ہوتا ہے۔ یقیناً ان کا یہ ذوق شاعری حضرت رضا بریلوی کی نظر فیض اثر کا مرہون منت ہے۔

۲۸۔ اس وقت طریقت میں حضرت رضا بریلوی کے جانشین آپ کے پوتے علامہ محمد ابراہیم رضا خاں کے پوتے علامہ محمد ریحان خان رضا علیہ الرحمہ کے صاحبزادے علامہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں بحمد اللہ رونق بخش مسند ارشاد ہیں۔

۲۹۔ فتویٰ نویسی میں حضرت رضا بریلوی کے جانشیں آپ کے پر پوتے علامہ محمد حامد

رضا خاں کے پوتے اور مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں کے نواسے' علامہ محمد اختر رضا خاں ازہری میاں ۔حفظہ تعالیٰ مسند افتاء پر رونق افروز ہیں۔

۳۰۔ خانوادہ رضویہ' بریلی میں متعدد مدارس دینیہ عربیہ کی سرپرستی کررہا ہے' مثلاً

☆ دارالعلوم منظر اسلام' بریلی۔

☆ دارالعلوم مظہر اسلام' بریلی۔

☆ جامعہ نوریہ رضویہ' بریلی۔

۳۱۔ پاک و ہند اور بیرونی ممالک میں سینکڑوں مدرسے اور ادارے حضرت رضا بریلوی کی نسبت سے منسوب ہیں۔ "حراء فاؤنڈیشن" بریلی ایسے ہزاروں مدارس دینیہ عربیہ کی ایک جامع ڈائریکٹری مرتب کررہا ہے۔

۳۲۔ حضرت رضا بریلوی اور خانوادہ عالیہ رضویہ کا دائرہ فیض دنیا کے چار براعظموں پر پھیلا ہوا ہے یعنی

☆ براعظم ایشیاء

☆ براعظم یورپ

☆ براعظم امریکہ

☆ براعظم افریقہ۔

حضرت رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری اپنے آئینے میں

نیاز فتح پوری

"مولانا کے بعض اشعار میں نعت مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنی انفرادیت کا دعوے بھی ملتا ہے ـــــــ جو ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ تعلی معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل برحق ہیں۔"

(مشہور ادیب و نقاد نیاز فتح پوری)

○ قرآنی تصور یہ ہے کہ جن وانس اللہ کی بندگی اور جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں (ذریت:۵۶) ہم زندہ ہیں تو ان کے لئے ـــــــ مریں گے تو انہیں کے دیدار کے لئے ـــــــ حشر میں اٹھیں گے تو انہیں کی شفاعت کے لئے ـــــــ وہ مطلوب و مقصود کائنات ہیں ـــــــ ان کی غلامی ہی اللہ کی بندگی ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (نساء:۸۰) ـــــــ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کے دو پیمانے نہیں ـــــــ اللہ نے اپنے کرم سے ایک ہی پیمانہ رکھا ہے (توبہ:۲۴) ـــــــ اللہ ہر طرف ہے' سجدہ بیت اللہ ہی کی طرف کیوں؟ ـــــــ قرآن حکیم نے یہ راز کھولا کہ محبوب رب العالمین کی رضا اس میں ہے۔ انکا رخ مبارک اسی طرف ہے اس لئے سب اس طرف سجدہ کیا کریں (البقرۃ:۱۴۴) ـــــــ بیت اللہ ہمارے محبوب کا منظور نظر ہے۔ یہی اس کی سب سے بڑی فضیلت ہے ـــــــ اور ہم نے بیت اللہ سے بیت المقدس کی طرف جو آپ کا رخ پھیرا تھا اس لئے کہ ہمیں یہ دیکھنا تھا کہ کون بیت اللہ کو چاہتا ہے اور کون ہمارے محبوب کو چاہتا ہے (البقرۃ:۱۴۳) ـــــــ ہمیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے والے ہی اچھے لگتے ہیں ـــــــ جس طرف وہ دیکھ رہے ہیں تم بھی اسی طرف دیکھو (البقرۃ:۱۴۴) ـــــــ ہم ان کو دیکھ رہے ہیں' تم بھی ان کو دیکھو ـــــــ ہم بھی اور ہمارے فرشتے بھی ان پر درود بھیج رہے ہیں' تم بھی درود و سلام بھیجو ـــــــ بار بار بھیجو (احزاب:

۵۶)------ انہیں کے گیت گائے جاؤ------ انہیں کے نغمے الاپے جاؤ-----
حضرت رضا بریلوی اس قرآنی تصور پر ایمان و یقین رکھتے تھے------ کیا خوب کہا ہے

دھن میں زباں تمہارے لئے' بدن میں ہے جان تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے' اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

عشق و محبت کی ساری داستانیں اس ایک شعر میں سمو کر رکھ دیں!---- اللہ اللہ! بدن میں جاں ان کے لئے ہے------ دھن میں زبان ان کے لئے ہے! تو پھر کیوں نہ ان کے گیت گائے جائیں؟---- پھر کیوں نہ ان کے نغمے الاپے جائیں؟---- ہاں نعت لکھنے کو دل چاہتا ہے۔ مگر قلم کہاں سے لائیں؟------ روشنائی کہاں سے لائیں جو اس جان جاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء کریں؟----- حضرت رضا بریلوی کی نظر درخت طوبیٰ کی طرف اٹھتی ہے----- جنت عدن کے اس درخت کی جڑ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایوان معلی میں اور شاخیں ہر جنت کی کھڑکیوں اور محلوں میں جھول رہی ہیں----- اس میں سوائے سیاہی کے ہر خوش نما رنگ جنت نظارہ بنا ہوا ہے------ جڑ سے کافور سلسبیل کی نہریں رواں ہیں ------ ہاں اس درخت کی بلندیاں' اللہ اللہ!----- حضرت رضا بریلوی کی نظر اس درخت کی سب سے اونچی' نازک' سیدھی' شاخ پر پڑتی ہے------ یہی اس قابل ہے کہ جب محبوب رب العالمین کی مدح و ثناء کے لئے ہاتھ میں قلم ہو تو اسی شاخ کا قلم ہو جس کو ہر رنگ نے چھوا مگر سیاہی نے نہ چھوا------ حضرت رضا بریلوی' حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کچھ کہنا چاہتے ہیں

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی' نازک' سیدھی نکلی شاخ
مانگوں میں نعت لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

- نعت گوئی حضرت رضا بریلوی کے خمیر میں گندھی ہوئی تھی----- روز الست ہی یہ فیصلہ ہو گیا تھا' اور نعت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تاج سر پر رکھ دیا گیا تھا-----

زحسنت تا بہار تازہ گل کرد
رضایت را غزل خواں آفریدند

○ قرآن حکیم سے نعت گوئی سیکھی اور احکام شریعت کو پیش نظر رکھا' فکرو خیال کو نفس سے محفوظ رکھا اور پامال نہ ہونے دیا ـــــ

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ
بے جا سے ہے' المنتہ اللہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

○ نعت گوئی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو رہبر بنایا اور ان کے نقش قدم پر چلتے رہے ـــــ وہ مداح رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود منبر بچھایا اور ان کو بٹھایا ـــــ دعاؤں سے نوازا

رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسان بس ہے

○ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی کفش برداری اور در کی دربانی اور جاروب کشی کو حضرت رضا بریلوی نے اپنے لئے سعادت سمجھا

کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
کہ رضائے عجمی ہو' سگ حسان عرب

○ اردو نعت گوئی میں شہید جنگ آزادی مولانا کفایت علی کافی کا رنگ پسند آیا کہ وہ اللہ کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا ـــــ وہ درد و سوز سے معمور تھا ـــــ وہ زندگی سے بھرپور تھا ـــــ وہ ایک مہکتا چمن تھا

مہکا ہے مرے بوئے دہن سے عالم
یاں نغمہ شیریں نہیں تلخی سے بہم

کافی سلطان نعت گویاں ہیں رضا
ان شاء اللہ میں وزیر اعظم

○ مگر بلندی فکر اور مضمون کی بندش میں کمال کے باوجود مولانا کفایت علی کافی کے دردِ دل کے آرزو مند رہے کہ بغیر دردِ دل کے شاعری' شاعری نہیں ——

پرواز میں جب مدحت شہ کے آؤں
تا عرش پر فکر رسا سے جاؤں
مضمون کی بندش تو میسر ہے رضا
کافی کا درد دل کہاں سے لاؤں؟

○ یہ آرزو پوری ہوئی' وہ دور بھی آیا جب دردِ دل اور سوزِ جگر سے سینہ پھکنے لگا —— لاوا ابلنے لگا ——

آ کچھ سنا دے عشق کے بولوں میں اے رضا
مشتاق طبع' لذت سوز جگر کی ہے

○ شاعری میں کسی کو استاد نہ بنایا' فیض رب قدیر سے کارگہ فکر میں انجم ڈھلتے رہے —— دیکھنے والے دیکھ دیکھ کر جھومتے رہے ——

جبین طبع' ناسودہ داغ شاگردی سے
غبار منت اصلاح سے ہے دامن دور

○ اور ——

ملا نظم پر نور رضا' لوث تلمذ سے ہے پاک

○ حضرت رضا بریلوی نے محبت رسول اللہ علیہ وسلم کو رسوا نہ کیا' شاعری کو پیشہ نہیں بنایا بلکہ شاعری کی ہوس کو دل سے نکال باہر پھینکا —— محبت کو سینہ سے لگا کر رکھا۔

ع پیشہ مرا شاعری' نہ دعوے مجھ کو

○

ع نہ شاعری کی ہوس نہ پروا

○ بس اتنا ہی بہت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں اور ثناخوانوں میں شامل کر لیا گیا ہے۔ یہی سعادت ہر سعادت سے بلند و بالا ہے ——

ہے بلبل رنگیں رضا' یا طوطی نغمہ سرا
حق یہ ہے کہ واصف ہے ترا' یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

○ حضرت رضا بریلوی کی نظر میں وہی آنکھ' آنکھ ہے جو ان کا دیدار کرتی رہے —— وہی لب' لب ہیں جو ان کی مدح میں زمزمہ خواں رہے —— وہی سر' سر ہے جو ان کے آگے جھکتا رہے —— اور وہی دل' دل ہے جو ان پر قربان ہوتا رہے ——

وہی آنکھ' ان کا جو منہ تکے' وہی لب کہ محو ہوں نعت کے
وہی سر' جو ان کے لئے جھکے' وہی دل' جو ان پہ نثار ہے

○ رات دن اسی جان جاں صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور میں گم رہنا —— خیال کی دنیا کو چہرہ انور کی تابانیوں سے بسائے رکھنا —— فراق میں بھی وصال کے مزے لوٹنا ——

تھا ملاقات رضا کا ہمیں اک عمر سے شوق
ہارے' آج اس کو مدینہ میں غزل خواں دیکھا

○ وہ ہند میں رہتے تھے مگر مدینہ میں بسے تھے —— جسم یہاں' روح وہاں —— دماغ یہاں' خیال وہاں —— سینہ یہاں' دل وہاں ——

جان و دل ہوش و خرد' سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا؟ سارا تو سامان گیا!

○ تاجدار دو عالم، جانِ جہاں، جانِ جاں، جانِ ایماں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں وہ محویت نصیب ہوئی جس نے مدح وذم اور تعریف وتوصیف سے بے نیاز کر دیا، ان کے در پر ایسا جھکایا کہ ہر چوکھٹ سے بے پروا کر دیا----

نہ مرا نوش ز تحسین، نہ مرا نیش زطعن
نہ مرا گوش بمدحے، نہ مرا ہوش ذمے

منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے
جز من وچند کتابے، دوات و قلمے

○ اللہ کی عطا نے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم نے نعتوں کو یہ سوز و ساز بخشا کہ جس کو دیکھئے نثار ہو رہا ہے، جس کو دیکھئے سر دھن رہا ہے----

اے رضا! جانِ عنادل، ترے نغموں کے نثار!
بلبلِ باغِ مدینہ، ترا کہنا کیا ہے!

○

رضائے خستہ کیا کہنا، عجب جادو بیانی ہے
نمک ہر نغمہ شیریں میں ہے، شورِ عنادل کا!

○ سارے عالم میں دھوم ہے، بوستاں گونج رہے ہیں، دل تڑپ رہے ہیں، آنکھیں برس رہی ہیں----

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو؟ کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے!

○ گلشن مہک رہے ہیں---- خوابیدہ دل بیدار ہو رہے ہیں---- روشنیاں پھیل رہی ہیں---- سینوں میں کونین سما رہے ہیں----

کیوں نہ گلشن مری خوشبوئے دہن سے مہکے؟
باغ عالم میں' میں بلبل ہوں' ثناخواں ہوں کس کا؟

○ اللہ اللہ کیا سماں ہے ــــ مرغان نغمہ سنج آج خاموش خاموش سے ہیں ــــ صف بہ صف آگے بڑھ رہے ہیں ــــ نذرانوں میں چمن پہ چمن پیش کر رہے ہیں ــــ کہ آج وہ بلبل چہچہا رہا ہے جس کی چہک نے سب بلبلوں کو دم بخود کر دیا ہے ــــ

اے رضا' وصف رخ پاک سنانے کے لئے
نذر دیتے ہیں چمن' مرغ غزل خواں ہم کو

○ فارسی نعتوں کی یہ بلندیاں کہ نور الدین عبدالرحمٰن جامی جیسا باکمال نعت گو شاعر بھی حیران نظر آ رہا ہے ــــ

طوطی اصفہاں' سن کلام رضا!
بے زباں' بے زباں' بے زباں ہو گیا

○ سب نے مانا' سب نے تسلیم کیا' اردو زبان میں حضرت رضا جیسا باکمال نعت گو شاعر پیدا نہیں ہوا ــــ

یہی کہتی ہے' بلبل باغ جناں' کہ "رضا کی طرح کوئی سحربیاں"
"نہیں ہند میں واصف شاہ ہدیٰ' مجھے شوخی طبع رضا کی قسم!"

○ اس کے فکر کی بلندیوں' خیال کی وسعتوں' جذبات و احساسات کی سرمستیوں کا یہ عالم' بہار ہشت خلد' بھی "چھوٹا سا عطروان" بنی جا رہی ہے ــــ

بزم ثنائے زلف میں' میری عروس فکر کو
ساری بہار ہشت خلد' چھوٹا سا عطر دان ہے

○ اس میں کسی کو شک نہیں' اس میں کسی کو شبہ نہیں کہ ملک سخن کی شاہی حضرت رضا بریلوی کو جچتی اور سجتی ہے ــــ

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو' سکے بٹھا دیئے ہیں

○ اور اس ملک سخن کی وسعتوں کا کیا ٹھکانہ جہاں نعت کی حکومت ہے ---- جہاں عشق مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سکہ چلتا ہے ---- جہاں کے ماہ و سال نئے ---- جہاں کے شب و روز نئے ---- جہاں زندگی ہی زندگی ہے ---- جہاں روشنی ہی روشنی ہے ----

ہے مرے زیر نگیں ملک سخن تا ابد
مرے قبضے میں اس خطے کے چاروں سرحد
اپنے ہی ملک سے تعبیر ہے ملک سرمد
ہے تصرف میں مرے کشور نعت احمد
میں بھی کیا اپنے نصیبے کا سکندر نکلا!

○ ملک نعت کی اس تاجداری و شہریاری کے باوجود جب ۔۔ نعت کی بلندیوں اور رفعتوں پر نظر ڈالتے ہیں تو عقل کے حیرت کدے میں کچھ کھو سے جاتے ہیں ---- خود باختگی اور خود رفتگی کے اس عالم میں بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں ----

کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے
سکتہ میں پڑی ہے عقل' چکر میں گماں آیا

○ عقل سکتے میں کیوں نہ پڑے کہ وہ ذات آپ کی مدح و ثنا کر رہی ہے جو عقل سے وراء' اور وراء الوراء ہے ----

اے رضا خود صاحب قرآں ہے مداح رسول
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی؟

○ حضرت رضا بریلوی کی بلندی اور عقل کی نارسائی کے باوجود ہمت نہیں ہارتے ---- جب تک دنیا میں رہے آپ ہی کا نام جپتے رہے' آپ

ہی کے گیت گاتے رہے ــــــ جب دنیا سے گئے تو آپ ہی کا داغ محبت لے کے گئے ــــ

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی' چراغ لے کے چلے

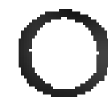
○ اور اب آرزو یہ ہے کہ کاش میدان محشر میں جب نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو خدمت گار فرشتے دیکھتے ہی پہچان لیں کہ یہ وہی تو عاشق خستہ جگر ہے جو جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام نذر کیا کرتا تھا اور سلام کے یہ گجرے ہم پیش کیا کرتے تھے ــــ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خوشی خوشی قبول فرمایا کرتے تھے' وہ اپنے عاشقوں کو خوب جانتے پہچانتے ہیں ــــ تو جب میدان محشر میں تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوں اور سب آپ کے حضور صلوۃ وسلام پیش کریں تو فرشتے مجھے دیکھتے ہی بول اٹھیں 'اے رضا! وہی سلام پڑھو' وہی سلام ــــ آج تو جان جاناں صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے سامنے جلوہ فرما ہیں ــــــ

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں' "ہاں رضا!
"مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام"

○ اے کاش جب فرشتے اشارہ کریں تو رضا کی زباں پر انہیں کے نغمے جاری ہو جائیں! ــــ اے کاش انہیں کے جھنڈے تلے میں نعت پڑھتا چلوں!

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے' وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے' رضا کی زباں تمہارے لئے!

اختتامیہ



حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ نغمے بچپن ہی سے کانوں میں گونجتے رہے اور رس گھولتے رہے ـــــ مرشدی و مولائی' ابی و استاذی مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی دہلوی علیہ الرحمہ کی محافل جمعۃ المبارک میں کبھی یہ نغمہ جاں نواز ہوتا

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

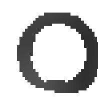
اور کبھی یہ نغمہ سامع نواز ہوتا ـــــ

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے' ہم کو ہنساتے جائیں گے

اور ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سالانہ محفل میں صبح صادق کے سہانے وقت یہ سلام دل نواز ہوتا ـــــ

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

حضرت رضا بریلوی کے نغموں نے لڑکپن ہی سے دل میں گھر کر لیا تھا پھر ایک مدت بعد ۱۹۷۰ء میں وہ مبارک گھڑی بھی آئی جب پہلی بار حضرت رضا بریلوی پر قلم اٹھایا' پھر قلم چلتا رہا اور آج ۲۳ سال گزر چکے' قلم چل رہا ہے ـــــ الحمد للہ حضرت رضا بریلوی پر بہت سا کام ہو گیا' ہو رہا ہے اور انشاء اللہ ہوتا رہے گا۔



شاعری میں حضرت رضا بریلوی کا جواب نہ تھا ـــــ انھوں نے زندگی بھر نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا موضوع سخن بنایا ـــــ حدائق بخشش ان کے اردو کلام کا بے مثال مجموعہ ہے' اس میں کچھ فارسی کلام بھی ہے ـــــ ماضی میں اس کے بیسیوں

ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں مگر کوئی ایسا معیاری اور خوبصورت ایڈیشن نظر نہ آیا جو دنیائے ادب میں فخر کے ساتھ پیش کیا جاسکے —— حضرت رضا بریلوی کا کلام اس لائق ہے کہ عالمی سطح پر شناسان ادب کے سامنے پیش کیا جاسکے۔ ۱۹۹۳ء میں یہ خیال آیا کہ "حدائق بخشش" کا ایک معیاری نسخہ مدون کیا جائے اور ایک حسین و جمیل ایڈیشن شائع کر کے عالمی سطح پر پیش کیا جائے۔ حسن اتفاق کہ اسی زمانے میں مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے استاد اور حضرت رضا بریلوی کے مرشد گرامی شاہ آل رسول مارہروی کے خانوادہ عالی کے شہزادے برادر محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد امین مارہروی، کراچی تشریف لائے۔ راقم نے ایک ملاقات میں "حدائق بخشش" کے مجوزہ منصوبے کا ذکر کیا تو موصوف نے ایک اہم انکشاف کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت رضا بریلوی کے دیوان "حدائق بخشش" کا قلمی نسخہ مارہرہ شریف کے کتب خانے میں موجود ہے جو حضرت رضا بریلوی نے خود قلم بند کر کے اپنے پیر خانے میں پیش کیا تھا۔ اس انکشاف سے بہت ہی خوشی ہوئی۔ راقم نے ڈاکٹر محمد امین مارہروی سے عرض کیا کہ وہ اس قلمی نسخہ کو سامنے رکھ کر "حدائق بخشش" کا ایک معیاری نسخہ مدون فرمائیں، موصوف نے ازراہ کرم وادب نوازی اس خدمت کو قبول فرمایا مگر اس شرط کے ساتھ کہ عالمی شہرت یافتہ محقق پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو (سابق صدر شعبہ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) ان کے کام کی نگرانی فرمائیں —— حسن اتفاق کہ ڈاکٹر صاحب موصوف ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کی طرف سے منعقد ہونے والی امام احمد رضا کانفرنس میں شرکت کے لئے اگست ۱۹۹۳ء میں کراچی تشریف لائے۔ راقم نے ایک ملاقات میں اس منصوبے کا ذکر کیا تو موصوف نے بلا کسی ادنیٰ تردد کے بڑی فراخ دلی سے اس منصوبے کی نگرانی اور علمی و قلمی اعانت کا وعدہ فرمایا —— اب دعا یہ ہے کہ مولائے کریم برادر محترم ڈاکٹر محمد امین مارہروی کو فرصت و ہمت عطاء فرمائے کہ وہ یہ اہم کام پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں اور نہ صرف یہ بلکہ حضرت رضا بریلوی کے اس فارسی اور عربی کلام کو بھی جمع کردیں جو اس وقت تک منتشر ہے —— راقم کا اندازہ ہے کہ حضرت رضا بریلوی کا اردو، فارسی اور عربی کلام جمع کیا جائے تو چار جلدیں مرتب ہوسکتی ہیں —— یہ ایک اہم اور صبر آزما کام ہے، مولیٰ تعالیٰ اس آرزو کو پورا فرمائے —— آمین!

چونکہ حضرت رضا بریلوی کے پورے کلام کی تدوین ایک دیر طلب کام تھا اس لئے

خیال آیا کہ سردست "حدائق بخشش" کے مطبوعہ نسخوں سے نعتیں' قصیدے اور رباعیاں منتخب کر کے ایک معیاری انتخاب تیار کیا جائے اور اس کو دل کش انداز میں شائع کر کے فوری طور پر عالمی سطح پر پھیلایا جائے ——— استاد محترم اور پاکستان کے مشہور محقق اور ادا شناس ادب پروفسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب (سابق صدر شعبہ اردو' سندھ یونیورسٹی' حیدر آباد سندھ) سے اس منصوبہ کی نگرانی کے لئے عرض کیا گیا تو کلام رضا کے لئے فرمایا کہ "یہ تو انتخاب ہی انتخاب ہے" ——— بہرحال اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے راقم نے قلم اٹھایا اور بحمد اللہ تعالیٰ نومبر ۱۹۹۳ء میں یہ انتخاب مرتب ہو گیا۔ اس انتخاب کے لئے بریلی شریف کے قدیم نسخے سامنے رکھے گئے تاکہ غلطیوں کا زیادہ احتمال نہ رہے ———

"حدائق بخشش" (۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) کے حصہ دوم کا طبع اول (مطبوعہ حسنی پریس' بریلی) پروفیسر منیر الحق کعبی گجرات' پاکستان) کی عنایت سے ملا۔ اس کے سرورق پر ناشر و طابع مولانا حسنین رضا خاں نے کلام و کلیم کی جو خوبیاں بیان کیں اور جو القاب و آداب استعمال کئے وہ حقیقت افروز ہیں۔ حضرت رضا رضا بریلوی کے لئے وہ لکھتے ہیں۔

> **سر امد فصحاء و بلغاء استاذ الشعراء' سید المحققین' واقف رموز جلیہ و خفیہ' کاشف غوامض علمیہ' حلال مشکلات ہر علم و فن' علامہ زمن' مرجع العلماء' تاج الکملا' محی الملۃ والدین' امام الاسلام والمسلمین' مولانا مولوی حاجی احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ عنہ۔**

"رضی اللہ عنہ" سے اندازہ ہوتا ہے کہ "حدائق بخشش" حصہ دوم حضرت رضا بریلوی کی زندگی میں نہیں چھپا بلکہ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کے بعد مرتب کر کے شائع کیا گیا' ترتیبے میں اس کی صراحت اس طرح کی کر دی گئی ہے۔

> اس حصے میں تمام وہ نظمیں جمع کر دی گئی ہیں جن کی خود نظم و ترتیب کے وقت وصیت فرمائی تھی۔ ابھی بڑا حصہ کلام کا باقی ہے جو بچپن کا کلام ہے اور دیگر مشاغل علمیہ کے سبب اس پر نظر ثانی نہ فرما سکے۔ میں اس کلام کو شائع کر کے یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ان کا بچپن دوسروں

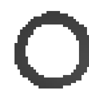
کے شباب سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ (ص۔ ۲۷)

مولانا حسنین رضا خاں صاحب نے سرورق پر حضرت رضا بریلوی کے کلام کا اس طرح تعارف کرایا ہے، مطالعہ و مشاہدہ جس کے حرف حرف پر گواہ ہیں۔ اس لئے ان کی تحریر پیش کی جاتی ہے۔

"الحمد اللہ المنان یہ دیوان جس کی ہر سطر مروارید فصاحت کی سلک آبدار ـــــ جس کا ہر مصرع گل ہائے بلاغت کا خوش نما ہار ـــــ بلکہ ہر لفظ عمدہ و پاکیزہ، زیور حسن سے آراستہ تحقیق صوری و معنوی کا دریا ـــــ خوبی کے سانچے میں ڈھلا ہوا ـــــ بحر محبت محبوب رب العزت کو کمال جوش و خروش میں لانے والا ـــــ جاں نثاران سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مست و بے خود بنانے والا ـــــ سبحان اللہ! یہ وہ دیوان ہے جس کی نظیر عالم میں مفقود، سراپا محمود و مسعود۔

(حدائق بخشش، طبع اول، مطبوعہ بریلی، سرورق)

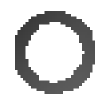
"حدائق بخشش" حصہ اول کا قدیم نسخہ مطبوعہ بریلی مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کے کتب خانے سے ملا اور حصہ سوئم کا قدیم نسخہ مطبوعہ بدایوں محترم سید نور محمد قادری کی عنایت سے ملا ـــــ انتخاب کی تدوین کے وقت کوئی قلمی نسخہ نہ مل سکا۔



جب راقم نے اس کام کا آغاز کیا تو مدینہ منورہ اور بریلی شریف سے رحمتوں کی بارش شروع ہو گئی ـــــ سب سے پہلے سجادہ نشین خانقاہ رضویہ حضرت علامہ سبحان رضا خاں صاحب مدظلہ العالی کی عنایت اور حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کی وساطت سے حضرت رضا بریلوی کی قبر شریف کی مبارک چادر دل افروز ہوئی ـــــ پھر حضرت شیخ محمد عارف قادری ضیائی مدنی کی عنایت اور مولانا جاوید اقبال مظہری کی وساطت سے غلاف بیت اللہ شریف کا ایک ٹکڑا، تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی مقدس چادر کا ایک

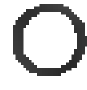
ٹکڑا اور گنبد خضراء کے حجرہ شریف کا پرانا سوئچ بورڈ جاں نواز ہوئے ـــــ ان سارے تبرکات سے اس وقت سرفراز ہوا جب "حدائق بخشش" کے انتخاب کی تیاری میں منہمک تھا ـــــ کرم نوازیوں کا یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید مجدہ' نے مواجہہ شریف اور ریاض الجنۃ (مسجد نبوی شریف) کی وہ نادر و نایاب خاک پاک عنایت فرمائی جو ان کے ایک انجینئر دوست نے ائرکنڈیشنگ پلانٹ کے لئے کھدائی کے وقت محفوظ کرلی تھی ـــــ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ میں مسجد نبوی شریف سے عارف کامل ڈاکٹر نور محمد ربانی زید لطفہ نے کرم نامہ ارسال فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ ان کے گلدستہ نعت "کشف العرفان" کے لئے تقدیم لکھی جائے اور مزید نعتیں منتخب کرکے اس میں شامل کی جائیں۔ الحمدللہ یہ کام بھی مکمل ہوگیا۔ یہ سب اتفاقات نہیں' یہ تو نگاہ کرم ہے' اللہ تعالیٰ آخرت میں ان نگاہوں سے محروم نہ رکھے ـــــ آمین!

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
ترے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی!



"حدائق بخشش" کے انتخاب اور ترتیب و تدوین کے بعد زر کثیر صرف کرکے آرٹ پیپر پر کتابت' فلموں کی تیاری' طباعت' و جلدی بندی وغیرہ ایک اہم مسئلہ تھا ـــــ کراچی کیمیکل انڈسٹریز' کراچی اور سرہند پبلی کیشنز' کراچی کے ڈائریکٹر برادرم شیخ صبور احمد صاحب سے جب اس اہم مسئلہ کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے خوشی خوشی اس انتخاب کی کتابت و طباعت کی ذمہ داری قبول فرمائی اور کام کا آغاز کردیا گیا ـــــ کتابت کے لئے پاکستان کے بہترین کاتب جناب خالد فاروق صاحب سے بات ہوئی تو انہوں نے رعایتی قیمت پر بہترین کتابت کا وعدہ فرمالیا اور اس طرح جمعۃ المبارک ۲۴ دسمبر [illegible] کو کتابت کا آغاز ہوگیا ـــــ ٹائیٹل کے لئے عالمی شہرت یافتہ آرٹسٹ جناب اسلم کمال صاحب سے عرض کیا گیا تو انہوں نے بلا کسی ادنیٰ معاوضے کے یہ خدمت قبول کرلی۔ موصوف نے محبت و عقیدت سے راقم کی کئی کتابوں کے ٹائیٹل بنائے ہیں ـــــ ایک اور ٹائیٹل کے لئے جناب خلیل احمد رانا صاحب کو لکھا گیا' انہوں نے بھی جناب محمد صدیق قلمی سے ٹائیٹل بنوا کر ارسال فرمایا۔ اس کتاب

میں عالمی شہرت یافتہ خطاط خورشید عالم گوہر رقم کی خطاطی کے نمونے بھی شامل کئے گئے ہیں۔
مولیٰ تعالیٰ تمام معاونین اور کرم فرماؤں کو اجر عظیم عطاء فرمائے' آمین!



حضرت رضا بریلوی کے تفصیلی ذکر و اذکار اور "حدائق بخشش" کے انتخاب اور ترتیب و تدوین سے متعلق امور کا ذکر ابتداء میں آنا چاہئے تھا مگر خلاف عادت اور خلاف دستور ان امور کا آخر میں اس لئے ذکر کیا گیا تاکہ "حدائق بخشش" کی تاثراتی' جذباتی اور روحانی فضاء قائم رہے ——— البتہ ادب اور ادیبوں کے حوالے سے حضرت رضا بریلوی کے بارے میں چند باتیں ابتداء میں اس لئے بیان کر دی گئیں تاکہ کلام ذکلیم کا وقار اور بلند ہو جائے پھر پڑھنے والا خراماں' خراماں بوستان رضا میں داخل ہو کر اس گلشن سدا بہار کی بہاروں سے لطف اندوز ہو۔

کیوں نہ گلشن مری خوشبوئے دہن سے مہکے
باغ عالم میں' میں بلبل ہوں' ثنا خواں کس کا؟

کتابیات

عالمی جامعات اور تحقیقی اداروں میں حضرت رضا بریلوی پر تحقیق کرنے والے محققین کی رہنمائی کے لئے بعض اہم مطبوعہ و غیر مطبوعہ عربی، فارسی، اردو، سندھی کتب و رسائل کی فہرست پیش کی جارہی ہے۔

عربی:۔

۱۔ ابوالحسن ندوی: نزہتہ الخواطر و بہجتہ المسامع والنواظر، مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱۹۷۰ء

۲۔ احمد رضا خاں: جدالممتار علی الدر المختار، (ترتیب و تحقیق مولانا محمد احمد مصباحی و مولانا عبدالمبین نعمانی) جلد اول مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱۹۸۲ء، جلد ثانی مطبوعہ بمبئی، ۱۹۹۴ء

۳۔ احمد رضا خاں: الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۶ء

۴۔ احمد رضا خاں: قصائد مدائح فضل رسول و حمائد فضل رسول (۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء) مطبوعہ مبارک پور

۵۔ احمد رضا خاں: قصیدہ آمال الابرار و آلام الاشرار (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) مطبوعہ پٹنہ

۶۔ احمد رضا خاں: الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) مطبوعہ کراچی

۷۔ احمد رضا خاں: کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) مطبوعہ لاہور

۸۔ جلال الدین نوری، ڈاکٹر: الخطوط الرئیسہ الاقتصاد الاسلامیہ، مطبوعہ کراچی

۹۔ شجاعت علی قادری، جسٹس: مجدد الامہ الشاہ احمد رضا خاں، مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۹ء

۱۰۔ محمد نصراللہ افغانی جسٹس: فقیہ العصر الامام الہمام احمد رضا خاں، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

۱۱۔ محمد ظفرالدین رضوی: الجامع الرضوی، مطبوعہ حیدر آباد سندھ، ۱۹۹۲ء

۱۲۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: الشیخ احمد رضا خاں البریلوی (معربہ محمد عارف اللہ مصباحی) مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۲ء

۱۳۔ ممتاز احمد سدیدی: دور الشیخ احمد رضا البریلوی الحنفی فی مقاومتہ البدع والرد علیہا، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۴ء

۱۴۔ احمد رضا خاں: کنزالایمان فی ترجمتہ القرآن، (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء) مطبوعہ مراد آباد، کراچی،

لاہور
۱۵۔ احمد رضا خاں: الفتاویٰ الرضویہ فی العطایا النبویہ (۱۸۷۹ء تا ۱۹۲۰ء) اردو فارسی، عربی، ۱۱ مجلدات مطبوعہ مبارک پور، پیلی بھیت، بمبئی، کراچی، لاہور، فیصل آباد
۱۶۔ احمد رضا خاں: الکلمۃ الملہمہ فی الحکمۃ المحکمہ لوہاء فلسفۃ المشئمہ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) مطبوعہ دہلی۔
۱۷۔ احمد رضا خاں: فوز مبین در رد حرکت زمین ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) مطبوعہ بریلی
۱۸۔ احمد رضا خاں: دیوان حدائق بخش اردو، فارسی، عربی (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) مطبوعہ بریلی، بدایوں، کراچی)
۱۹۔ احمد رضا خاں: تدبیر فلاح و نجات و اصلاح (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء) مطبوعہ بریلی
۲۰۔ اقبال احمد قادری: امام احمد رضا اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۳ء
۲۱۔ جمال الدین، ڈاکٹر سید: امام احمد رضا اور مولانا ابو الکلام آزاد کے افکار، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۱ء
۲۲۔ حسن رضا خاں: فقیہ اسلام، مطبوعہ آلہ آباد، ۱۹۸۱ء (مقالہ ڈاکٹریٹ پٹنہ یونیورسٹی)
۲۳۔ حسنین رضا خاں: سیرت اعلیٰ حضرت، (مرتبہ سید مظہر قیوم) مطبوعہ پیلی بھیت، ۱۹۸۳ء
۲۴۔ رحمان علی، مولانا: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۹۱۴ء
۲۵۔ شمس بریلوی: امام احمد رضا کے نعتیہ کلام کا تحقیقی و ادبی جائزہ، مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۶ء
۲۶۔ شمس بریلوی: امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۴ء
۲۷۔ عبد المجتبیٰ رضوی: تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مطبوعہ دہلی، ۱۹۸۹ء
۲۸۔ عبد النعیم عزیزی، ڈاکٹر: کلام رضا کے تنقیدی زاویے، مطبوعہ بریلی، ۱۹۹۰ء
۲۹۔ فیض احمد اویسی، علامہ: الحقائق فی الحدائق، بہاول پور، ۱۹۹۳ء
۳۰۔ غلام یحییٰ انجم، ڈاکٹر: امام احمد رضا اور مولانا ابو الکلام آزاد کے افکار (مقالہ دوم) مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۱ء
۳۱۔ مجید اللہ قادری، ڈاکٹر: کنز الایمان اور دوسرے معروف اردو قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ (مقالہ ڈاکٹریٹ کراچی یونیورسٹی) کراچی، ۱۹۹۳ء
۳۲۔ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی: تذکرہ جمیل، مطبوعہ دہلی، ۱۹۹۱ء

۳۳۔ محمد احمد مصباحی: امام احمد رضا اور تصوف، مطبوعہ مبارک پور، ۱۹۸۸ء
۳۴۔ محمد برہان الحق جبلپوری: اکرام امام احمد رضا (مرتبہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد) مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء)
۳۵۔ محمد جلال الدین قادری: امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۴ء
۳۶۔ محمد خان مفتی: شرح سلام رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۳ء
۳۷۔ محمد رفیع اللہ صدیقی، پروفیسر: فاضل بریلوی کے معاشی نکات، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۷ء
۳۸۔ محمد صادق قصوری و ڈاکٹر مجید اللہ قادری: خلفائے اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۳ء
۳۹۔ محمد ظفرالدین رضوی: حیات اعلیٰ حضرت (۱۹۳۸ء) جلد اول، مطبوعہ کراچی
۴۰۔ محمد عبدالحکیم اختر نقشبندی: رسائل رضویہ، جلد اول (۱۹۷۴ء) جلد دوم (۱۹۷۶ء) مطبوعہ لاہور
۴۱۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری: البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۴ء
۴۲۔ محمد عبدالستار طاہر: آئینہ رضویات، جلد دوم مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۳ء
۴۳۔ محمد فاروق القادری، پروفیسر: فاضل بریلوی اور امور بدعت، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۱ء
۴۴۔ محمد مرغوب اختر الحامدی: امام نعت گویاں، لاہور، ۱۹۷۷ء
۴۵۔ محمد مکرم احمد، ڈاکٹر: فتاویٰ رضویہ اور فتاوی رشیدیہ کا تقابلی جائزہ، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۱ء
۴۶۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۳ء
۴۷۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: امام احمد رضا اور عالم اسلام، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۳ء
۴۸۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۱ء
۴۹۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: محدث بریلوی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۳ء
۵۰۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: رضا بریلوی، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام پنجاب یونیورسٹی لاہور، جلد نمبر ۱۰
۵۱۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: تنقیدات و تعاقبات امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۸ء
۵۲۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں، مفتی: الملفوظ حصہ اول، دوم، سوئم، چہارم، مطبوعہ بریلی
۵۳۔ محمد یٰسین رضا خاں، مفتی: امام احمد رضا اور ردبدعات و منکرات، مطبوعہ دہلی، ۱۹۸۵ء
۵۴۔ وجاہت رسول قادری، سید ڈاکٹر مجید اللہ قادری: آئینہ رضویات، جلد اول، مطبوعہ

کراچی، ۱۹۸۹ء

۵۵۔ محمد عبدالستار طاہر، کنزالایمان ارباب علم ودانش کی نظر میں، مطبوعہ لاہور، ستمبر ۱۹۹۴ء

سندھی۔

۵۶۔ محمد رحیم سکندری، مفتی: ترجمہ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۱ء

۵۷۔ محمد عبدالرسول بلوچ قادری: سوجھرو (ترجمہ سندھی اجالا)، کراچی، ۱۹۸۵ء

English

1- Abdal-Rashid, Main: Islam In Indo-Pak Subcontinent, Lahore, '1977

2- Ahmad Andrews: Imam Ahmad Riza And British Converts to Islam (U.K.) Lahore, '1994

3- Anwar Ali, S.: Mystics And Monarchs, Karachi, '1979

4- The Reformist Ulema– Muslim Religion Leadership in India Barbara D. Metcalf: (1860-1900), Berkely, '1974



سیاسیات

۳۔ سیاسیات

۱۔ فاضل بریلویؒ اور ترکِ موالات

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۷۱ء

۲۔ تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۷۸ء

۳۔ گناہ بے گناہی

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۸۰ء

۴۔ امام احمد رضا اور تحریکِ پاکستان

از: سیّد صابر حُسین بخاری ۱۹۹۴ء

فاضل بریلوی اور ترک موالات

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

"اس مقالہ میں حضرت مسعود ملت نے بڑے تحقیقی انداز میں تحریک ترک موالات کو اس کے پس منظر میں پیش کیا ہے۔ تحریک ترک موالات کے تناظر میں ہنود کے جو مذموم عزائم پوشیدہ تھے' امام احمد رضا نے مسلمانوں کو اس کے خطرناک نتائج سے بروقت آگاہ کیا ——— یہ مقالہ رضویات پر حضرت مسعود ملت کا نقطہ آغاز ہے۔

اسے پہلی بار مرکزی مجلس رضا' لاہور نے ۱۹۷۱ء میں شائع کیا اور مؤرخین و محققین نے اس سے استفادہ کیا ——— اس کی شاندار پذیرائی پر مرکزی مجلس رضا' لاہور نے چھ بار شائع کیا۔ بعد ازاں مع اضافات' رضا پبلی کیشنز' لاہور نے ساتویں بار شائع کیا۔"

طاہر

پیش لفظ

مارچ ۱۹۷۰ء میں کوئٹہ کے زمانہ قیام کے دوران (صدر مرکزی مجلس رضا' لاہور) کا ایک گشتی مراسلہ ملا جس میں تحریر تھا کہ اراکین مجلس رضا کی نگرانی میں ایک مجموعہ مقالات بعنوان "انوار رضا" شائع ہو رہا ہے جس میں فاضل بریلوی پر مشاہیر علماء و فضلاء کے مضامین شامل ہوں گے اس لئے فاضل بریلوی کے کسی ایک پہلو پر مقالہ قلم بند کیا جائے۔ کچھ عرصہ پہلے جناب اختر شاہجہاں پوری نے بھی ایک مقالے کی فرمائش کی تھی' عدیم الفرصتی کی وجہ سے راقم نے معذرت پیش کر دی تھی مگر اختر صاحب نے مئی ۱۹۷۰ء میں پھر تقاضا فرمایا۔ چنانچہ ان دونوں حضرات کی محبت و اخلاص اور فاضل بریلوی سے راقم کے تعلق خاطر نے مجبور کر دیا کہ کچھ نہ کچھ لکھا جائے۔ پیش نظر عنوان کا انتخاب کیا' مگر مصروفیت کی وجہ سے اس کا نبھانا مشکل ہو گیا۔ بہر کیف اپنی سی کوشش کی اور مبیضہ تیار کر کے نومبر ۱۹۷۰ء میں صدر مرکزی مجلس رضا کی خدمت میں ارسال کر دیا' موصوف نے چند ضروری اضافوں کے لئے جنوری ۱۹۷۱ء میں مقالہ واپس ارسال فرمایا' چنانچہ یہ اضافے کر دیئے گئے اور حسب ہدایت مبیضہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی خدمت میں ارسال کر دیا گیا جو اب ہدیہ قارئین ہے۔

○

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے مگر علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جا سکا ——— جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نابلد ہے چنانچہ ایک مجلس میں جہاں یہ راقم بھی موجود تھا ایک فاضل نے فرمایا کہ "مولانا احمد رضا خاں کے پیرو تو زیادہ تر جاہل ہیں"۔ گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے' انا للہ وانا الیہ راجعون ———

ضرورت ہے کہ ایک سچی' صحیح' مستند' محقق' مدلل سوانح' جدید سوانحی اور تحقیقی اصولوں کے تحت لکھی جائے اور آپ کے علمی کارناموں کو زیادہ سے زیادہ منظر عام پر لایا جائے۔ اب تک جو سوانح سامنے آچکی ہیں' ناکافی ہیں اور جدید سوانحی معیار کے مطابق

نہیں' بالخصوص سوانح میں اسلوب بیان ایسا حقیقت پسندانہ ہونا چاہئے کہ دوست و دشمن سب دیکھیں' پڑھیں' غور و فکر کریں ــــــــ دوست اپنی عقیدت و محبت کو سنواریں اور دشمن آنکھوں سے پردے ہٹائیں' دلوں کی مہریں توڑیں اور پھر بے ساختہ کہہ اٹھیں ع

ساقی قدحے کہ ہست عالم ظلمات!

خدا کرے کہ کوئی ایسا باہمت مرد میدان میں آئے اور یہ اہم کام کر گزرے' ورنہ قارئین دعا کریں کہ مولا تعالیٰ مجھ کو اتنی ہمت و فرصت عطا فرمائے کہ اس عاشق صادق اور کشتہ تیغ نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور حقیقی سوانح لکھنے کی سعادت حاصل کرسکوں۔ آمین ثم آمین۔

۲۶ر جنوری ۱۹۷۱ء

احقر

(پروفیسر) محمد مسعود احمد

ایم۔ اے' پی۔ ایچ۔ ڈی

ٹنڈو محمد خاں' سندھ)

تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم

از

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

"پیش نظر مقالے میں حضرت مسعود ملت نے اہل سنت کے دونابغۂ روزگار ہستیوں کی سیاسی خدمات کا جائزہ لیا ہے یعنی

☆ صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمتہ

☆ تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی علیہ الرحمتہ

اور یہ بتایا ہے کہ ان حضرات نے کس دل سوزی اور لگن کے ساتھ اسلام کی خدمت اور سیاسی سطح پر مسلمانوں میں اسلامی حرارت پیدا کی۔ اور اس طرح قیام پاکستان کے لئے فضا کو سازگار اور راہ کو ہموار کیا۔

وہی ہے بندۂ حر جس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری

لیکن ان خدمات کے ساتھ ساتھ یہ بتانا بھی ضروری تھا کہ ان حضرات کی کوشش فرقہ پرستانہ نہ تھی بلکہ مومنانہ تھی——ہنود کے سیاسی طرز فکر نے اس میں اور شدت اور گہرائی پیدا کی—— اس لئے ضروری سمجھا کہ جہاں ماہنامہ "السواد الاعظم" کے مضامین کی روشنی میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے علماء حق کی خدمات کا جائزہ لیا جائے' وہاں یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ "متحدہ قومیت" کا تصور محض سیدھا سادا تصور نہ تھا' اس کی جڑیں بہت گہری تھیں۔ دراصل دو فلسفوں کا کھلا تصادم تھا——"شرار بولہبی" "چراغ مصطفوی" سے آمادۂ پیکار تھا——ایک طرف "فلسفہ گاندھی" تھا تو دوسری طرف "فلسفہ محمدی" (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)——"

حرف آغاز

از

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

چند ہستیاں ایسی بھی ہیں جو شمع کی طرح جلتی ہیں اور چاندنی کی طرح پھیلتی ہیں۔

شمع کی طرح جئیں بزم گہ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

وہ چمکتی ہیں اور ایک عالم کو چمکا جاتی ہیں ——— بجھتی نہیں، بلکہ ایک نئی آب و تاب کے ساتھ پھر طلوع ہوتی ہیں۔

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے

موت اسی کو مارتی ہے جو موت سے ڈرتا ہے، جو اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا حوصلہ رکھتا ہے اس کے لئے زندگی ہی زندگی ہے۔

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

تو ان نہ مرنے والوں میں ——— ان زندہ رہنے والوں میں ——— ان چمک کر، چمکانے والوں میں ایک وہ بھی ہے جس کا نام نامی محمد نعیم الدین تھا اور جو مراد آباد رہنے والا تھا مگر سارا عالم اس عالم تھا ——— اس نے مہ و پرویں پر کمند ڈالی ——— زمانے نے اس کے قدم چومے۔

صومعہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

برصغیر کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اس نے اسلام کی شمع روشن کی۔ پھر وہ خود شمع بن کر جلنے لگا ——— اس کے دل کی دھڑکنوں میں ملت کا نصیبہ انگڑائیاں لے رہا تھا ——— وہ سوتوں کو جگا رہا تھا ——— وہ جاگتوں کو گرما رہا تھا ——— وہ دلوں کو برما رہا

تھا ــــــ اور پھر جو دیکھا گھٹائیں چھٹ رہی تھیں' اجالا ہو رہا تھا ــــــ قافلہ منزل پر پہنچ چکا تھا ــــــ کانٹے چن رہا تھا' پھول بو رہا تھا ــــــ مگر،، قافلہ کو منزل پر چھوڑ کر اپنے مولی کے حضور حاضر ہو رہا تھا

دل تو جاتا ہے اس کے کوچہ میں
جا مری جاں' جا' خدا حافظ!

آسمان تاریخ کے نامعلوم کتنے ستارے ابھی ایسے ہیں جہاں ہماری نگاہیں نہ پہنچ سکیں ــــــ وہ ہماری نگاہوں کے منتظر ہیں اور ہم ان کی روشنی کے متمنی ــــــ ذوق و شوق ہو تو منزل کا سامان ہو ہی جاتا ہے ــــــ چلتے چلتے صراط مستقیم مل ہی جاتا ہے ــــــ خود بخود محرکات و اسباب فراہم ہوتے جاتے ہیں ــــــ آیئے یہ داستان بھی سنئے کہ ہم آسمان تاریخ کے ان ستاروں تک کس طرح پہنچے۔

چار پانچ برس ہوتے ہیں فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمتہ کی علمیت و عظمت اور سیاست و حکمت سے متعلق دو تحقیقی مقالات قلم بند کیے یعنی "فاضل بریلوی اور ترک موالات" (مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۷۱ء) اور فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں (مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۷۳ء) ــــــ پاکستان اور بیرونی ممالک میں ان مقالات کی پذیرائی ہوئی اور کئی کئی ایڈیشن منظر عام پر آئے ــــــ بعض حضرات نے ان مقالات کی روشنی میں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی مبسوط سوانح کی ضرورت پر زور دیا اور ع

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

چنانچہ اس مقصد کے لئے مواد کی فراہمی کا آغاز کیا اور ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۷ء تک تقریباً" ۵۰۰ کتابیں' اخبارات و رسائل اور فتوے جمع کئے۔ اس میں ماہنامہ "السواد الاعظم" کے ایک سو شمارے بھی شامل ہیں جو حضرت مولانا محمد اطہر نعیمی زید عنایتہ' کی عنایت سے ملے ــــــ ستمبر ۱۹۷۶ء میں ان شماروں کا مطالعہ شروع کیا اور جلد ہی یہ محسوس کیا کہ اس سے قبل کہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی مبسوط سوانح پیش کی جائے کیوں نہ پہلے ان کے خلیفہ اجل صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی اور ان کے تلمیذ رشید تاج العلماء حضرت مفتی محمد عمر نعیمی علیہما الرحمہ کے وہ تاریخ ساز افکار و خیالات پیش کر دئے جائیں جو ماہنامہ "السواد الاعظم" کے شماروں میں بکھرے پڑے ہیں اور جن کی طرف پاک و ہند کے مورخین نے اب تک توجہ نہ

کی ــــــ مورخ کا قلم بڑا راز دار ہے' ہزاروں راز اس قلم میں پیوست ہو کر رہ گئے ــــــ محبوب کو مردود بنانا اور مردود کو محبوب بنانا اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے ــــــ اندھیروں میں اجالے اور اجالوں میں اندھیرے دکھانا اس کا محبوب مشغلہ ہے ــــــ بہرکیف تحقیق کا رخ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی سوانح کی تدوین سے یک لخت اس طرف پھر گیا اور اس حقیقت کا شدید احساس ہوا کہ نہ صرف فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ بلکہ اگر ان کے بعض خلفاء و تلامذہ بلکہ خلفاء کے خلفاء و تلامذہ پر بھی لکھا جائے تو ضخیم مجلدات مرتب ہو جائیں ــــــ اس راہ میں قدم قدم پر دل کھینچا ہے اور نظر بھٹکتی ہے۔

چپہ چپہ میں ہیں یاں گوہر یکتا تہ خاک
دفن ہو گا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز!

۲۔ ماہنامہ "السواد الاعظم" کے مطالعہ کے علاوہ ایک فوری محرک یہ بھی ہوا کہ اسی زمانے میں لندن سے راقم کے ایک دیرینہ کرمفرما تشریف لائے' ایک قومی اور دو قومی نظریات کے بارے میں ان سے تبادلہ خیال ہوا' راقم نے دو قومی نظریہ کی اہمیت وافادیت پر زور دیتے ہوئے اس کو برصغیر میں ملت اسلامیہ کی فلاح وبہبود کے لئے ضروری قرار دیا' موصوف کو غالباً" اختلاف تھا اس لئے انہوں نے قدرے بے دلی سے یہ فرمایا "ممکن ہے آپ کا خیال صحیح ہو" ــــــ جب "السواد الاعظم" کا مطالعہ کیا تو راقم کو اپنا خیال ہی صحیح معلوم ہوا' اس لئے ضروری سمجھا کہ تاریخی حقائق وشواہد کے ساتھ اس کو پیش کر دیا جائے تاکہ اگر کسی دل میں کوئی خلش ہو تو نکل جائے ــــــ

۳۔ راقم مذہب کو گود میں پلا اور ادب کی آغوش میں بڑھا۔ مگر بچپن میں تحریک پاکستان کو پھلتے پھولتے اپنی آنکھوں سے دیکھا ــــــ جس شاہی مسجد (فتحپوری دہلی) کی فضاؤں میں زندگی کے ابتدائی شب و روز گزارے' اس کے شاہی امام اور جدامجد کے عم محترم حضرت علامہ حافظ قاری محمد مصطفےٰ علیہ الرحمہ نے ۱۸۵۷ء میں فتویٰ جہاد پر دستخط فرمائے۔

جب تحریک پاکستان چلی' بچپن کا زمانہ تھا اور جب شباب پر آئی تو قدرے پختگی کا زمانہ تھا ــــــ دہلی غیر منقسم ہندوستان کا دارالسلطنت تھا' تمام سیاسی جماعتوں کے قائدین وہاں آتے تھے اور اپنی اپنی سناتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۴۷ء سے پہلے بہت سے قائدین کو دیکھنے اور ان کی تقریریں سننے کا موقع ملا۔ ان میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں۔

قائد اعظم محمد علی جناح۔ شہید ملت لیاقت علی خاں۔ پیرمانکی شریف۔ مولانا عبدالحامد بدایونی۔ مولوی ظفر علی خاں۔ مولوی شبیر احمد عثمانی۔ سردار عبدالرب نشتر۔ راجہ غضنفر علی۔ قاضی محمد عیسیٰ۔ مولوی عطاء اللہ بخاری۔ مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی۔ مولوی حفظ الرحمٰن۔ سہروردی' مولوی حسین احمد۔ مولوی ابوالکلام آزاد۔ مسٹر گاندھی۔ مسٹر جواہر لال نہرو۔ خان عبدالغفار خان اور علامہ عنایت اللہ مشرقی وغیرہ وغیرہ

الغرض سب کو سنا' خیالات میں پختگی پیدا ہوئی' پھر ملک تقسیم ہوا اور پاکستان عالم وجود میں آیا اور وہ مخالف جو اخوت وبھائی چارگی کا دم بھرتا تھا' کھل کر سامنے آیا' پھر جو کچھ ہوا نہ آنکھ اس کو دیکھ سکتی تھی اور نہ کان سن سکتا ہے —— کہنے کے لئے چیتے کا جگر چاہئے اور سننے کے لئے پتھر کا دل ——

سنائیں کیا کہ کلیجہ ہی منہ کا آتا ہے
کسی کو چیر کے سینہ دکھا نہیں سکتے

یہ تھے وہ اسباب اور فکری پس منظر جس نے اس مقالہ کی تدوین کی طرف متوجہ کیا اور راہ ہموار کی —— ۸ ستمبر ۱۹۷۶ء کو مقالہ کی تیاری شروع کی اور تکمیل سات ماہ بعد ۷ مارچ ۱۹۷۷ء بمطابق ۱۶ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ کو یہ مقالہ مکمل ہوا —— فالحمد للہ علی ذلک۔

جن حضرات نے تحریک پاکستان اور تحریک آزادی ہند سے متعلق کتابیں لکھی ہیں ان میں سے کچھ جانب دیگر جھکے جھکے سے معلوم ہوتے ہیں —— عقیدت' احترام پر مجبور کرتی ہے پھر مورخ اس شخصیت کے بارے میں سچے واقعات نہیں لکھتا بلکہ دور از کار تاویلات سے کام لے کر اصل حقائق چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح تاریخ کو مسخ کر کے ملت کے سامنے پیش کرتا ہے —— بعض اوقات ایک بات نامعقول نظر آتی ہے لیکن جب دلائل وشواہد اور تاریخی حقائق کی طرف نظر جاتی ہے تو وہ معقول معلوم ہونے لگتی ہے —— اس طرح بعض اوقات ایک بات معقول نظر آتی ہے مگر جب دلائل وشواہد اور تاریخی حقائق پر نظر جاتی ہے تو وہ نامعقول لگنے لگتی ہے —— مورخ کا فرض ہے کہ دلائل وشواہد اور تاریخی حقائق پر نظر رکھے اور محض عقیدت کی بنا پر کسی کے حق میں فیصلہ نہ سنا دے۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان اور تحریک آزادی ہند کے بعض مورخین پر عقیدہ اور عقیدت غالب رہی ہے بالخصوص جہاں تحریک آزادی میں علماء کا

ذکر کیا گیا ہے حالانکہ تاریخ کو عقیدے اور عقیدت پر غالب ہونا چاہئے۔ دین اسلام کے مخلص خدمت گاروں میں یہ دیکھنا کہ کون ہمارا ہم عقیدہ ہے اور کون نہیں ہے۔ جو ہے اس کو آسمان پر چڑھاؤ جو نہیں ہے اس کو زمین پر گرا دو ـــــ یہ انداز فکر نہایت ہی غیر مورخانہ ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل!
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

جب مورخ ایک طرف جھکنے لگتا ہے تو اس کو ساری خوبیاں اور کمالات اسی طرف نظر آنے لگتے ہیں' دوسری طرف کچھ نظر نہیں آتا ـــــ "نقش حیات" اس طرف' دوسری طرف "نقش ممات" ـــــ "شاندار ماضی" اس طرف' دوسری طرف "خاردار ماضی" ـــــ "پرانے چراغ" اس طرف' دوسری طرف "مردہ چراغ" ـــــ "بڑے مسلمان" اس طرف' دوسری طرف چھوٹے مسلمان' ـــــ الغرض ادھر دھوپ چمک رہی ہے اور ادھر گھٹائیں چھا رہی ہیں' کوئی دیکھے تو کیا دیکھے اور سمجھے تو کیا سمجھے؟

راقم کے سامنے ایسے نظائر موجود ہیں کہ ایک مورخ کے سامنے عزم و ہمت کے عدیم المثال واقعات گزرے مگر وہ اس کا ہم عقیدہ نہ تھا ـــــ اس لئے جب وہ تاریخ لکھنے بیٹھا تو اس کا دامن نظر اتنا تنگ ہو گیا کہ اس صاحب عزیمت کے احوال تو کیا لکھتا' نام تک لکھنا گوارہ نہ کیا!

میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی ملک و ملت کا حقیقی خیر خواہ ہے اور اس کی خدمت سے اس کی کوئی ذاتی غرض وابستہ نہیں تو محض عقائد کے اختلاف کی وجہ سے اس کی تاریخ ساز جدوجہد کو ملیا میٹ نہ کر دینا چاہئے۔ خصوصاً جبکہ وہ تحریک آزادی میں اساسی حیثیت کا مالک ہو۔ تمام گروہی تعصبات اور جماعتی وابستگیوں سے بالاتر رہ کر پاکستان کے مورخ کو ـــــ تاریخی حقائق پر خالی الذہن ہو کر غور کرنا چاہئے اور "دانش برہانی" و "دانش نورانی" کے سہارے یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ وہ کون علماء حق تھے جن سے حقیقی طور پر علامہ اقبال اور قائداعظم نے اکتساب فیض کیا اور جن کی جدوجہد نے برصغیر میں مسلمانوں میں جذبہ اسلامی اور تشخص ملی کو برقرار رکھا اور ان کا عزم صمیم ایک بڑی اسلامی مملکت "پاکستان" کی تمہید ثابت ہوا ـــــ ان علماء حق میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ آپ کے ہی خلیفہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی اور ان کے تلمیذ رشید مفتی محمد عمر نعیمی کی سیاسی خدمات کا اس

مقالے میں جائزہ لیا جا رہا ہے۔

دنیا کے "عبقری" ملک وملت کا اثاثہ ہوتے ہیں' ان کو کسی طبقے کی ملکیت خیال کرنا سخت غلطی ہے ــــــ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ ایک بے مثال "عبقری" تھے اور اپنے وقت کے امام برحق'۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

جب ہم تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ کے کردار کا جائزہ لیتے ہیں تو اقبال کے ان اشعار کا مفہوم اور واضح ہو کر ہمارے سامنے آتا ہے۔

ان کی شخصیت پر ہزار پردے ڈال دیے گئے تھے' اب ہٹ رہے ہیں' اٹھ رہے ہیں' حقیقت آشکار ہو رہی ہے ــــــ تعجب ہے پاکستان میں قوم پرست علماء پر کتابیں لکھی جا سکتی ہیں' ان کے نام پر اکیڈمیاں قائم ہو سکتی ہیں۔ مگر جنہوں نے خلوص دل سے اسلام اور پاکستان کی حمایت کی اور اس کے لئے جان کو جان نہ سمجھا اور نہ آبرو کو آبرو' ان پر کتابیں لکھنا اور ان کے نام پر اکیڈمیاں قائم کرنا بعض لوگوں پر گراں ہے گویا ان حضرات کے لئے پاکستان کی سرزمین' پاکستان نہیں ہے ــــــ یہ نہایت ہی افسوسناک طرز فکر ہے۔ ضرورت ہے کہ پاکستان کی تاریخ کو اس کے صحیح پس منظر میں دیکھا جائے' تعصب و تنگ دلی کے پردے ہٹا کر اس ذخیرے کو تلاش کیا جائے جس کو ہمارے مورخ نے اب تک چھوا بھی نہیں۔

○

سیاست جدیدہ میں ہوا کا رخ دیکھا جاتا ہے' قائدین اسی طرف چلتے ہیں جس طرف ہوا چلتی ہے ــــــ مگر اسلامی سیاست میں اس طرز عمل کا عمل دخل نہیں' وہاں وہی کیا جاتا ہے جو خدا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو منظور ہوتا ہے ــــــ یہ سیاست جذبات نفسانیہ کے سایہ میں نہیں بڑھتی بلکہ عقل و دل کے سہارے آگے بڑھتی ہے' اس لئے تحریک آزادی ہند میں ایسے مرحلے بھی آئے۔ جب جذبات' عقل و دل پر چھائے ہوئے نظر آتے ہیں مگر فیصلہ ہمیشہ وہی دیرپا ہوتا ہے جو عقل و دل کی روشنی میں کیا جاتا ہے ــــــ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے

جذباتی دور میں جب کہ قائداعظم محمد علی جناح اور ڈاکٹر محمد اقبال نے بھی خاموشی اختیار کرلی تھی' فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ ' اسلامی حمیت وغیرت اور بے مثال جوش و جذبے کے ساتھ منظرعام پر آتے ہیں' نہ ان کو اپنی جان کی پروا' نہ عزت کی' •• بستر مرگ پر پڑے تھے اور تہمت غلق کے سیاہ بادل چاروں طرف منڈلا رہے تھے۔۔۔۔ ہاں انہوں نے اور ان کے بعض خلفاء و تلامذہ نے جس مومنانہ فراست کا ثبوت دیا وہ اب چاند کی طرح چمکتی نظر آتی ہے۔۔۔۔ مگر اس وقت جذبات کی آندھیوں نے دمکتے چہرے چھپا دیئے تھے۔۔۔۔ ان آندھیوں میں بڑھتے رہے۔۔۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

تعجب ہے کہ "متحدہ قومیت" کے علم برداروں نے دو قومی نظریہ کے داعی اور مجاہد فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے کچھ اس طرح بدگماں کیا ہے کہ بدگمانی' بدگمانوں کے رگ و ریشہ میں رچی بسی معلوم ہوتی ہے' متوجہ کرنے کے باوجود محققین متوجہ ہوتے نظر نہیں آتے' سنی سنائی باتوں پر بددل ہوجانا محقق و مورخ کو زیب نہیں دیتا مگر ہمارے ملک میں یہ بھی ہوتا ہے۔۔۔۔ میں کہتا ہوں' کہ "خود دیکھو' خود پرکھو"۔۔۔۔ وہ کہتے ہیں' ہم کو ضرورت نہیں! جو سن لیا ہے' وہی کافی ہے"۔۔۔۔ ان حضرات کا یہ طرز عمل کم از کم راقم کے لئے ناقابل فہم ہے۔۔۔۔ ایک طرف یہ افراط کہ "متحدہ قومیت" کے علم برداروں اور پاکستان کے مخالفوں کے لئے دل میں عزت واحترام ہے اور دوسری طرف یہ تفریط کہ دو قومی نظریہ کے علم برداروں اور اسلام کے محافظوں کے لئے دل میں نفرت و حقارت۔۔۔۔ ۳۰ سال گزر چکے ہیں مگر یہ نفرت کم نہیں ہوئی۔۔۔۔ جب ہندوؤں کے ساتھ "متحدہ قومیت" کے نقطے پر اور قوم پرست علماء اور مسلمانوں سے عقیدت کی یکسانیت پر قربت و محبت ممکن ہے تو صرف پاکستان کے نقطے پر ان حضرات سے قربت و محبت کیوں ممکن نہیں؟۔۔۔۔ اگر وہ ممکن ہے اور یہ ممکن نہیں تو پاکستان کے مورخ کے دل میں شکوک و شبہات کا پیدا ہو جانا ایک فطری امر ہے۔۔۔۔

یہ ضروری نہیں کہ اب تک جو کہا گیا اور جو سنا گیا ہے' وہ صحیح ہو۔۔۔۔ تاریخی واقعات' عقائد نہیں۔۔۔۔ بلکہ عقائد میں بھی جبر و اکراہ نہیں' پھر تاریخ میں جبر و اکراہ کیسے ممکن ہے؟۔۔۔۔ کوئی اختلاف کرنا چاہتا ہے' اس کو اختلاف کی پوری آزادی ہے۔ بشرط یہ کہ اختلاف کی بنیاد ذاتی تعصب اور تنگ دلی نہ ہو'

صرف حقائق و شواہد ہوں ــــــ اس سلسلے میں کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر محمود حسین مرحوم نے بڑی دل لگتی بات فرمائی ہے' وہ لکھتے ہیں :-

"تاریخ میں اختلاف رائے ایک معمولی امر ہے' یہ تحقیق میں کسی طرح حارج نہیں۔ تاریخی مسائل میں اختلاف رائے کا پایا جانا ایک اعتبار سے ضروری بھی ہے۔

علم تاریخ میں ایک فرد کی کوشش بالکل ناکافی ہوتی ہے۔ کیونکہ کسی مورخ کی آنکھ میں اتنی تیزی نہیں کہ واقعہ کو اس کے پورے پس منظر میں دیکھے۔ مختلف آنکھوں کی مدد ہی سے بصیرت حاصل ہو سکتی ہے جس سے واقعہ کی ماہیت کو اچھی طرح دیکھا جا سکتا ہے ــــــ مختلف نقطہ ہائے نظر سے مسئلے کے سمجھنے میں الجھاؤ ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن دلائل کی تنقیدی جانچ سے الجھاؤ کو دور کیا جاسکتا ہے اس لئے ــــــ تاریخ بنیادی طور پر ایک ایسا علم ہے جس میں تنقید کے ذریعہ ہی حقیقت تک پہنچا جا سکتا ہے ــــــ"

(محمد ایوب قادری' جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ' مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۲۴)

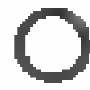
لیکن ہماری بعض تحقیقات' سیاست بن کر رہ گئی ہیں' جس بات کو قبول عام حاصل ہو چکا ہے' وہی کہنی چاہئے' اس کے خلاف زبان کھولی تو علمی حلقے بھی چراغ پا نظر آتے ہیں ــــــ دلائل وشواہد کی کوئی نہیں سنتا کہ سیاست میں دلیل سے زیادہ جذبات کی پوچھ ہوتی ہے ــــــ پاکستان کے ایک فاضل نے بہت خوب فرمایا :-

"ریسرچ اور سیاست میں بڑا فرق ہے' سیاست داد کی طالب ہے اور قبول عام حاصل کرنا چاہتی ہے' اس میں صحیح یا غلط کا امتیاز بہت کم کیا جاتا ہے ــــــ سیاست یہ ہے کہ جو بات جمہور کی خواہش کے مطابق ہے' اسے اپنایا جائے اس کے برعکس ریسرچ کے تقاضے مختلف ہیں' ہو سکتا ہے کہ آپ ریسرچ کے نتیجے میں جو فکری شہ پارے پیش کریں' ان پر تنقید ہو اور آپ مطعون قرار دیئے جائیں اور آپ کا کام قبولیت کے درجے پر فائز نہ ہو ــــــ لیکن بندۂ آزاد' داد کا طالب نہیں ہوتا۔"

(ماہنامہ فکر و نظر' اسلام آباد' نومبر ۱۹۷۶ء' ص ۲۲۹)

واقعی ریسرچ' سیاست نہیں ــــــ مگر ہماری تاریخ کے ایک حصے پر جو علماء

وصوفیہ سے متعلق ہے' سیاست چھائی ہوئی ہے ـــــ بعض مورخ تو وہ ہیں جو علماء حق سے قریب نہ ہونے کی وجہ سے ان سے بے خبر رہے ـــــ بعض کی وفاداریاں قوم پرست علماء کے ساتھ تھیں' وہ مکمل کر نہ لکھ سکے بلکہ بعض نے تاویلات سے کام لے کر تاریخ کو مسخ کرنے کا فریضہ ادا کیا ہے ـــــ بعض محض عقائد کے اختلاف کی وجہ سے اپنے مخالف علماء کی خدمات کو نہ سراہ سکے ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ آزادی ملے ہوئے تیس برس بیت جائیں اور قوم اپنے محسنین سے ناآشنا رہے ـــــ محسن کشی' احسان فراموشی یا یوں کہئے کہ خود فراموشی کی بدترین مثالیں پیش کی گئیں ـــــ پاکستان کی تاریخ میں علماء حق کے کردار کو جو ہاتھ اجاگر کر سکتا تھا وہ سن ہو گیا ـــــ اس لئے اب جب وہ لکھا جاتا ہے جو نہ لکھا گیا' وہ کہا جاتا ہے جو نہ کہا گیا اور وہ سنا جاتا ہے جو نہ سنا گیا تو جنہوں نے اس خزانے کو دفن کیا تھا حیران ہو ہو کر پوچھتے ہیں "کیا نئی تاریخ گھڑی جا رہی ہے"؟ ـــــ سبحان اللہ! دفینوں کی کھوج لگانا اور چھپے خزانوں کو نکالنا بھی جرم ہے! ـــــ علماء حق نے تاریخ اسلام خصوصاً" تاریخ پاک و ہند پر جو دور رس اثرات چھوڑے ہیں' تحقیقی نظر سے ان کا جائزہ لیا جانا چاہئے' یہ کام کوئی علمی اور تحقیقی ادارہ ہی بخوبی انجام دے سکتا ہے۔ اگر کسی فاضل نے اس طرف توجہ نہ فرمائی تو انشاء اللہ راقم ہی اس اہم کام کا بیڑا اٹھائے گا۔



پیش نظر مقالے میں اس مدفون خزانے کی صرف ایک جھلک دکھائی ہے اور علماء اہلسنت کے صرف دو نابغہ روزگار ہستیوں کی سیاسی خدمات کا جائزہ لیا ہے (یعنی صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی اور تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی رحمہا اللہ تعالیٰ) اور یہ بتایا ہے کہ ان حضرات نے کس دل سوزی اور لگن کے ساتھ اسلام کی خدمت کی۔ اور سیاسی سطح پر مسلمانوں میں اسلامی حرارت پیدا کی اور اس طرح پاکستان کے لئے فضاء کو سازگار اور راہ کو ہموار کیا۔

وہی ہے بندہ حر جس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری

لیکن ان خدمات کے ساتھ ساتھ یہ بتانا بھی ضروری تھا کہ ان حضرات کی کوشش فرقہ پرستانہ نہ تھی بلکہ مومنانہ تھی ـــــ ہنود کے سیاسی طرز فکر نے اس میں اور شدت اور گہرائی اسلام پرستوں نے تفرقہ ڈالا ـــــ مخالفین کی

طرف سے قائداعظم پر بھی یہی الزام لگایا جاتا ہے ـــــــ اسی لئے ضروری سمجھا کہ جہاں "السواد الاعظم" کے مضامین کی روشنی میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے علماء حق کی خدمات کا جائزہ لیا جائے وہاں یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ "متحدہ قومیت" کا تصور محض سیدھا سادا تصور نہ تھا' اس کی جڑیں بہت گہری تھیں ـــــــ دراصل دو فلسفوں کا کھلا تصادم تھا ـــــــ "شرار بولہبی" "چراغ مصطفوی" سے آمادۂ پیکار تھا ـــــــ ایک طرف "فلسفہ گاندھی" تھا تو دوسری طرف فلسفہ محمدی (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) ـــــــ

شاید "فلسفہ گاندھی" کے غیر مسلم موئیدین اسلامی حکومت کے یہ معنی لیتے تھے کہ جہاں مسلمانوں کے علاوہ ساری اقلیتیں غیر محفوظ ہوں ـــــــ لیکن یہ بات "سوراج" میں ممکن تھی کہ ہنود کے علاوہ سب محفوظ رہیں ـــــــ سوراج کی بات چھوڑیے "لادینی حکومت" کی بات کیجئے' یہاں بھی اقلیتیں اتنی محفوظ و مامون نہیں جتنی اسلامی حکومت میں ہوتی ہیں ـــــــ دنیا کی اسلامی حکومتوں اور لادینی حکومتوں کے تقابلی جائزہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی ـــــــ اور لادینی حکمتوں میں اقلیتوں کے ساتھ رہا سہا جو حسن سلوک ہے وہ بھی اس وجہ سے کہ اس اقلیت کی ہم مذہب حکومتیں ہیں یا پھر عالمی دباؤ ہے ـــــــ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں اقلیت کے ساتھ حسن سلوک پر خوف خدا ابھارتا ہے اور لادینی حکومتوں میں بندوں کا خوف ـــــــ خدا ہر جگہ ہے' بندہ ایک جگہ ـــــــ بندہ کی نظر سے بندہ بچ سکتا ہے' خدا کی نظر سے نہیں بچ سکتا ـــــــ جب فرد میں خشیت الٰہی کا یہ عالم ہو تو .. ہر حالت میں اقلیت کا نگہبان ہوگا اس لئے فلسفہ گاندھی سے "فلسفہ محمدی" (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) بہت اونچا ہے۔

مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہئے

تو بات اتنی نہ تھی کہ وہ کہتے تھے "مل جل کر رہو" اور ہم کہتے تھے نہیں ہم الگ رہیں گے" ـــــ یہی سمجھا گیا اور یہی سمجھایا گیا اور ایک عظیم تاریخی حقیقت کو نگاہوں سے اوجھل رکھا گیا ـــــــ نہیں نہیں بات یہ نہ تھی' بات یہ تھی کہ "رہنا ہے تو ہمارے بن کر رہو" اور ہم کہتے تھے "ہم تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں' تمہارے بن کر نہیں رہ سکتے" ـــــــ یہ محبت کی آن کا مسئلہ تھا ـــــــ حریم

ناز میں محبوب کی لاج کا مسئلہ تھا ـــــــــ معمولی مسئلہ نہ تھا ـــــــــ بہت اہم مسئلہ تھا ـــــــ

اسلام کی نظر میں حقیقی آزادی یہ ہے کہ حکومت میں احکام الٰہیہ اور نظام مصطفیٰ کا اقتدار اعلیٰ ہو اگر یہ نہیں تو پھر انگریز کی حکومت ہو یا ہندو کی' اسلام کی نظر میں برابر ہے۔ بلکہ اس کی زیادہ بہتر ہے جس کی حکومت میں مسلمان شعائر اسلامی پر پابند رہتے ہوئے زیادہ محفوظ ہوں ـــــــ اگر "متحدہ قومیت" کا تصور صحیح تھا تو ۱۹۴۷ء سے قبل اور بعد کے واقعات و حادثات پر نظر ڈالیئے اور خود فیصلہ فرمایئے اور یہ دیکھیئے کہ وہاں مسلمانوں کی حالت اب بہتر ہے یا پہلے بہتر تھی؟ لازمی طور پر بعد میں بہتر ہونی چاہیے تھی' مگر ایسا نہیں ہوا۔

○

اس نازک دور میں جب کہ قوم کا سیاسی شعور پختہ نہیں بعض حضرات "متحدہ قومیت" کے علم بردار علماء کے کردار کو محسن اسلام بنا کر پیش کر رہے ہیں اور شاید وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ غیر شعوری طور پر نئی نسل کے دل میں ان کی محبت قائم کر کے بالواسطہ طور پر "متحدہ قومیت" کے تصور کو پھیلا رہے ہیں' یہ طرز عمل نہایت ہی خطرناک ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان کی غلطیوں سے قوم کو آگاہ کر کے ان کے مقابلے میں علماء حق کے کردار کو روشن کرتے اور اس طرح ان کے سیاسی شعور کو پختہ تر کرتے مگر افسوس ایسا نہیں ہوا ـــــــ ان کے مقابلے میں بعض منصف مزاج اور دردمند قلم کاروں نے ایسی کتابیں پیش کی ہیں جن سے علماء حق کے اس مقدس گروہ کے کچھ احوال معلوم ہوتے ہیں ان میں

☆ مولوی محمود احمد قادری کی "تذکرہ علمائے اہل سنت" (مطبوعہ کانپور ۱۹۷۱ء)
☆ جناب محمد صادق قصوری کی "اکابر تحریک پاکستان" (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء)
☆ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کی "تذکرہ اکابر اہل سنت" (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء)

خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بعض اداروں نے بھی سنجیدہ مقالات اور رسائل شائع کئے ہیں ان میں مرکزی مجلس رضا' لاہور' مکتبہ قادریہ' لاہور' مکتبہ حامدیہ لاہور' مکتبہ رضویہ لاہور' مکتبہ نوریہ' لاہور' مکتبہ نبویہ لاہور' مدینہ پبلشنگ کمپنی' کراچی' مجلس رضا' سرائے عالمگیر' مکتبہ رضویہ' گجرات' رضا پبلی کیشنز' لاہور قابل ذکر ہیں ـــــــ چند حضرات مفید کام کر رہے ہیں' ان میں مولانا محمد مرید چشتی سیالوی' مولانا اختر الحامدی' مولانا جلال الدین' مولانا محمد یاسین الاعظمی مبارکپور' جناب محمد صادق قصوری'

جناب سید نور محمد قادری' سید محمد فاروق القادری گڑھی اختیار خاں اور جناب خواجہ رضی حیدر صاحب قابل ذکر ہیں۔

یہ کوششیں گو قابل قدر ہیں مگر اس تحریک پر محیط نہیں' ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی مرکزی تحقیقاتی ادارہ اس طرف توجہ کرے کیونکہ اس تحریک میں ایسی بھاری بھرکم شخصیتیں نظر آتی ہیں جن پر انفرادی طور پر تحقیقی مقالات لکھنے کی ضرورت ہے۔ یہ سلسلہ مقالات آگے چل کر انسائیکلو پیڈیا کی شکل اختیار کر سکتا ہے' سردست ایک سوانحی قاموس کی تدوین کی طرف فوری توجہ دینی چاہئے' اس قاموس میں جدید تحقیقی قواعد و ضوابط کو سامنے رکھ کر قابل ذکر اکابرین کی مساعی کا مجمل مگر جامع جائزہ پیش کیا جائے۔

○

پیش نظر مقالے میں مندرجہ ذیل امور کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں:۔

(۱) بعض اشخاص کے لئے ناموں کے بجائے ان کے مشہور و معروف القاب استعمال کئے ہیں اور ایسا اختصار کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ مثلاً" مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے لئے "فاضل بریلوی" ' مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی کے لئے "صدر الافاضل" اور مولانا مفتی محمد عمر نعیمی کے لئے "تاج العلماء" کے القاب استعمال کئے ہیں۔

(۲) یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اصل ماخذ سے استفادہ کیا جائے۔ مثلاً" وہ کتابیں' رسائل و اخبارات ' اشتہارات اور فتوے جو اس دور سے متعلق ہیں اور اس دور میں شائع ہوئے ______ ثانوی ماخذ سے اسی وقت استفادہ کیا گیا ہے' جب اصل ماخذ سے اس کی تائید ہوتی نظر آئی۔

(۳) مخالف و موافق سب کا احترام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے' مگر واقعات کے بیان میں مؤرخانہ دیانت کو پیش نظر رکھا ہے۔

(۴) واقعات و حادثات کو اسلامی نقطہ نظر سے پرکھا ہے' کسی عقیدے کی اس پر چھاپ نہیں' تاریخ اسلام' اسلام کے تابع ہے' آزاد نہیں اور اسلام دین فطرت ہے' اس لئے اسلامی نقطہ نظر دراصل انسانی نقطہ نظر ہے۔

(۵) چونکہ موضوع "السواد الاعظم" کے مندرجات سے بحث کرنا تھا اس لئے دوسرے علماء کی خدمات اور کارناموں کا سرسری ذکر کیا گیا ہے۔

○

راقم نے اپنی سی کوشش کی ہے کہ واقعات کو دلائل و شواہد کی روشنی میں

بیان کر دیا جائے پھر بھی اگر استدلال میں یا استنباط نتائج میں غلطی ہو گئی ہو تو محققین و مورخین دلائل و براہین کے ساتھ اپنے نقطہ نظر سے مطلع فرمائیں، انشاء اللہ تعالٰی دوسرے ایڈیشن میں ضروری اصلاح کر دی جائے گی، جو کچھ کہا گیا ہے، تلمیذانہ ہے، استادانہ نہیں۔۔ بیان حقائق میں اگر کسی کی دل آزاری ہوئی ہو تو راقم معذرت خواہ ہے، راقم کا مقصود ہرگز ہرگز کسی کی تذلیل و تحقیر نہیں صرف پوشیدہ حقائق کو ظاہر کرنا ہے۔

اصل میں یہ کام ان مورخین یا محققین کا تھا جو ہمارے علمی و تحقیقی اداروں اور جامعات سے متعلق ہیں مگر یہ محسوس کرتے ہوئے کہ شاید یہ مواد ان تک نہ پہنچ سکے یا پہنچے تو بعض وجوہ کی بناء پر وہ نہ لکھ سکیں اور اس طرح تاریخ کا یہ روشن باب المناک طریقے سے فراموشی کی نذر ہو جائے، اس طرف توجہ کی گئی۔ اب یہ منصف مزاج مورخ کا ملی فریضہ ہے کہ وہ تاریخ پاکستان میں اس کو وہ مقام دے جس کا یہ مستحق ہے۔۔۔۔۔۔ اس مقالہ کا مقصد وحید تاریخ کے منتشر اوراق مرتب کرنا ہے تاکہ نئی نسل اپنے اسلاف کے کارناموں سے واقف ہو کر اپنے جسموں میں نئی حرارت محسوس کرے۔ تحریک عمل میں اسلاف کے کارنامے اکسیر اعظم کا حکم رکھتے ہیں، جس قوم کا ماضی اس کے سامنے نہیں وہ نہ حال میں جی سکتی ہے اور نہ مستقبل کی تعمیر کر سکتی ہے اس لئے قوم میں زندگی و حرارت کے لئے ماضی کا آئینہ دکھانا ضروری ہے تو ہم صرف آئینہ دکھانا چاہتے ہیں۔

جہاں اگرچہ دگرگوں ہے قم باذن اللہ
وہی زمیں، وہی آسماں ہے قم باذن اللہ
کیا نوائے انا الحق کو آتشیں تو نے
تری رگوں میں وہی خوں ہے قم باذن اللہ
غمیں نہ ہو کہ پراگندہ ہے شعور ترا
فرنگیوں کا یہ افسوں ہے قم باذن اللہ

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ
مٹھی (ضلع تھرپارکر، سندھ)
۷ مارچ ۱۹۷۷ء

گناہ بے گناہی

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

"معاندین نے امام احمد رضا پر انگریز نوازی کا جو بہتان لگایا تھا' یہ اس کا تحقیقی جائزہ بھی ہے اور منہ توڑ جواب بھی۔ اس الزام تراشی سے پڑھا لکھا طبقہ بہت زیادہ متاثر نظر آتا ہے۔ حضرت مسعود ملت نے بڑی عرق ریزی سے اس موضوع کو نبھایا ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ زندگی کے کسی بھی مرحلے پر جو شخص انگریزوں کا خیر خواہ نہ تھا۔ متنفر تھا' اسے خیر خواہ مشہور کر دیا گیا۔ اور یہ غلط الزام لگایا گیا ____ حیرت ہے جو لوگ انگریزوں کے حلیف تھے' خیر خواہ تھے' انہوں نے تاریخ سے یہ کیسا عجب مذاق کیا ____

تحریک خلافت اور تحریک موالات میں امام احمد رضا کے مثبت کردار سے ان کی انگریز دشمنی کھل کر سامنے آئی لیکن معاندین نے اسے انگریز نوازی قرار دیا۔

یہ تاریخی و تحقیقی کتاب 1981ء میں پہلی بار کراچی سے منظر عام پر آئی۔ اس کے درج ذیل تراجم بھی ہوئے:

☆ مولانا محمد مومن رضوی	سندھی	1988ء	جیسر ضلع تھرپارکر
☆ پروفیسر عبدالقادر	انگریزی	1990ء	کراچی
☆ سراج حسین ایڈووکیٹ	ہندی	1991ء	بریلی شریف

افادیت کے پیش نظر تاریخی حقائق پر مبنی یہ کتاب متعدد بار اندرون ملک و بیرون ملک چھپی۔"

طاہر

حرف آغاز

راقم 1957ء سے برابر لکھ رہا ہے' 1969ء تک امام احمد رضا کے مطالعے سے محروم رہا' اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ماسوائے والد ماجد حضرت مفتی اعظم محمد مظہراللہ علیہ الرحمہ راقم کے بیشتر اساتذہ کا تعلق امام احمد رضا کے مخالفین یا مخالفین کے موئیدین سے رہا لیکن جب 1970ء میں مطالعہ کا آغاز کیا تو اک اور ہی عالم نظر آیا جس نے حیران و ششدر کر دیا ____ اللہ اکبر! ____ حقیقت کیا تھی اور کیا بتایا گیا ____ اب جوں جوں مطالعہ کرتا ہوں' حیرانگی بڑھتی ہی جاتی ہے۔

مطالعہ و مشاہدہ نیک و بد اور خیر و شر کی پہچان کا بہترین ذریعہ ہے۔ پروپیگنڈے سے کچھ وقت کے لئے خیر کو شر اور نیک کو بد بنا کر پیش کیا جاسکتا ہے مگر ہمیشہ کے لئے نہیں ____ مطالعہ کے بعد جب جہل و لاعلمی کے پردے اٹھتے ہیں تو مطلع صاف نظر آنے لگتا ہے ____ تو دیکھنے والوں نے دن کی روشنی میں دیکھا اور بہت کچھ لکھا اور شائع کیا ____ پاک و ہند کے مختلف علمی اداروں' مجلسوں اور ناشروں نے اپنی سی کوشش کی ____ اب جامعات میں بھی کام شروع ہو گیا ہے۔ ایم اے کے پرچوں میں امام احمد رضا پر سوالات آرہے ہیں اور تحقیقی کام بھی ہو رہے ہیں مثلاً

☆ایک فاضل نے پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) سے امام احمد رضا کی فقاہت پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی ہے۔

☆ایک فاضلہ جبل پور یونیورسٹی (بھارت) سے امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر ڈاکٹریٹ کر رہی ہیں۔

☆اور دوسری فاضلہ سندھ یونیورسٹی (پاکستان) سے امام احمد رضا کی شخصیت پر ڈاکٹریٹ کر رہی ہیں۔

____ اس طرح کام ہو رہا ہے اور آگے بڑھ رہا ہے۔

گذشتہ دس برسوں میں راقم نے امام احمد رضا کی سیرت کے مختلف گوشوں پر خامہ فرسائی کی مگر پیش نظر گوشہ ہنوز تشنۂ تکمیل تھا۔ 1979ء میں انگلستان سے جناب محمد الیاس صاحب (سیکرٹری مجلس رضا' مانچسٹر) نے لکھا کہ امام احمد رضا پر انگریز نوازی کے الزام کے خلاف ایک تحقیقی مقالہ قلم بند کیا جائے' چونکہ راقم حیات امام احمد رضا (وسیط)[1] کی تدوین میں مصروف تھا۔ اس کے علاوہ الزامات کے

---

1 یہ کتاب مکتبہ نعمانیہ' سیالکوٹ سے شائع کر رہا ہے۔ حیات امام احمد رضا (بسیط) کی تدوین کا بھی ارادہ ہے' مواد فراہم کر لیا گیا ہے۔ جب خدا کو منظور ہوا یہ کام بھی ہو جائے گا۔ مسعود

تعاقب سے بالعموم گریز کرتا ہوں اور اس کے لئے معذرت پیش کر دی ___ اوائل 1980ء میں کتاب مذکور کی تدوین سے فارغ ہوا تو موصوف نے پھر یاد دہانی کرائی اور باصرار تقاضا کیا۔ اس وقت راقم علوم جدیدہ و قدیمہ اور امام احمد رضا کے عنوان سے ایک مقالہ کا آغاز کر چکا تھا' نومبر 1980ء میں جب اس سے فارغ ہوا تو پیش نظر موضوع کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ پڑھا لکھا طبقہ غلط فہمی کی بناء پر اس الزام تراشی سے متاثر نظر آتا ہے' ضروری تھا کہ غلط فہمیاں دور کی جائیں اور مورخین و محققین سے جو فروگذاشت ہو گئی ہے اس کا ازالہ کیا جائے ___ اس سلسلے میں یہاں صرف ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے مندرجہ بالا حقیقت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے ___

راقم کے کرم فرما پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب نے ایک کتاب 1 کے مقدمے میں امام احمد رضا اور مولانا اشرف علی تھانوی کے لئے یہ اظہار خیال فرمایا:

"انگریز نے توڑ کے لئے اپنی تائید میں جوابی فتوے تیار کرائے 2 ___ یہ بات خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ اس زمانے میں مولانا اشرف علی تھانوی (م۔1943ء) اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی (م۔ 1921ء) ہردو مختلف الخیال علماء نے ترک موالات کے خلاف علیحدہ علیحدہ فتوے دیئے، جو انگریزوں کے ایماء سے لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کئے گئے۔ 3

اس کے برخلاف ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اس رائے کا اظہار فرمایا ہے:

"تھانوی اور بریلوی مکاتیب فکر کو کسی طرح بھی برطانیہ کے والدادہ نہ تھے مگر وہ ہندوؤں کے عزائم کے بارے میں بہت ہی متشکک

1۔ خورشید احمد: پاکستان میں آئین کی تدوین اور جمہوریت کا مسئلہ' مطبوعہ کراچی 1970ء' ص 14

2۔ پروفیسر سید جمال الدین (شعبہ تاریخ' جامعہ ملیہ' دہلی) نے اپنے ایک غیر مطبوعہ انگریزی مقالے میں تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں امام احمد رضا کے کردار کا جائزہ لیا ہے مگر وہ بھی ایسی شہادت پیش کرنے سے قاصر رہے جس سے یہ ثابت کر سکے کہ امام احمد رضا نے انگریزوں کی ایماء پر بالواسطہ یا بلاواسطہ فتوے لکھا۔ (فوٹو اسٹیٹ کاپی' مملوکہ راقم الحروف)

بالفرض ایک لمحہ کے لئے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ امام احمد رضا نے انگریزوں کے ایماء پر فتویٰ دیا تو ظاہر ہے کہ انسان کوئی اہم اور خطرناک کام کسی نہ کسی منفعت کے لئے کرتا ہے مگر جہاں تک تاریخی شواہد کا تعلق ہے امام احمد رضا کو حکومت برطانیہ کی طرف سے کوئی انعام نہیں ملا' پھر وہ تو اس تحریک کے دوران ہی 1921ء میں انتقال فرما گئے تھے کم از کم ان کے صاحبزادگان کو انعامات سے نوازا جاتا مگر ایسی بھی کوئی شہادت نہیں ملتی ___ بلاشبہ یہ علم تاریخ کے عجائبات میں سے ایک اعجوبہ ہے کہ جو زندگی کے کسی مرحلے پر انگریزوں کا خیر خواہ نہ تھا اس کو خیر خواہ مشہور کیا گیا اور اس کے مخالفین جو کسی نہ کسی مرحلے پر انگریزوں کے خیر خواہ ہے' بدخواہ تسلیم کئے گئے۔

3۔ خورشید احمد: پاکستان میں آئین کی تدوین' ص 14

تھے اور اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ مسلم قیادت مہاتما گاندھی اور انڈین نیشنل کانگریس کے زیر نگیں ہو جائے ____ وہ اس حقیقت سے اور بھی حیران و پریشان تھے کہ مہاتما گاندھی کے منشور اور انڈین نیشنل کانگریس کی تجاویز کی حمایت و تائید کے لئے مفتیان اسلام قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی تلاش میں سرگرم عمل تھے۔"[1]

ان حقائق کے پیش نظر راقم نے اپنی تالیف "فاضل بریلوی اور ترک موالات"[2] کے دوسرے ایڈیشن میں پروفیسر محمد ایوب قادری کے خیال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

"پاکستان کے ایک قلمکار پروفیسر محمد ایوب قادری نے ایک جگہ یہ عجیب اظہار خیال فرمایا ہے۔[3]

راقم نے یہ ایڈیشن اپنے ایک دیرینہ کرم فرما کو ارسال کیا۔ موصوف حکومت پاکستان کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں ____

کرم فرمائے موصوف نے راقم کی کتاب پڑھ کر جن خیالات کا اظہار فرمایا اعلیٰ طبقے کے اندیشوں اور غلط فہمیوں کی نشاندہی کرتے ہیں' ملاحظہ فرمائیں:

اگرچہ آپ نے ص 75 پر پروفیسر محمد ایوب قادری کا "عجیب اظہار خیال" نقل کیا ہے لیکن ان کے اس وزنی اعتراض کا جواب نہیں دیا۔ اگر یہ سنگین الزام ثابت ہو جائے کہ انگریزوں کے ایماء پر فاضل بریلوی نے ترک موالات کے خلاف فتوے دیا تھا تو یہ عنداللہ بہت بڑا جرم ہو گا کیونکہ دنیا میں انگریزوں سے بڑھ کر مسلمانوں اور اسلام کی دشمن اور کوئی قوم نہیں ہوئی' تاریخ کے اوراق گواہ ہیں' لہٰذا اگر سیاسی غلامی سے نجات کی خاطر اہل ہندوستان میں مسلمان' ہندو' سکھ وغیرہ نے سیاسی گٹھ جوڑ کیا تو یہ شرعی طور پر

1۔ اشتیاق حسین قریشی: علماء ان پالیٹکس (انگریزی)' مطبوعہ کراچی 1972ء ص۔ 270

2۔ اس کا پہلا ایڈیشن مرکزی مجلس رضا (لاہور) نے 1971ء میں شائع کیا۔ اس کے بعد تقریباً" پانچ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ مسعود۔

3۔ محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی اور ترک موالات' مطبوعہ لاہور 1971ء' ص۔ 75

> ہندو مسلم اتحاد نہیں بنتا جس کے خلاف فاضل بریلوی نے اپنا زور قلم صرف کیا اور دیگر علماء از قبیل مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ نے فتوے دیئے ـــــ آپ کو چاہئے تھا کہ تاریخی اور دستاویزی شواہد سے اس سنگین الزام کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتے۔ فاضل بریلوی کی علمیت اظہر ہے' اخلاص اور نیک نیتی ثابت کرنی چاہئے تھی تاکہ جو الزام پروفیسر قادری نے (کسی مضبوط وجہ سے) الگایا اس کا رد ثابت ہوتا ـــــ ۲

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

> ہندوستان کو غلامی سے آزاد کرانے کی خاطر اگر حقیقۃً طور پر کوئی اقدام اٹھایا گیا تو کیوں معیوب ٹھہرا جب کہ دوسری طرف سے انگریزوں کی ایماء پر عالمان شریعت عظام دنیا کی خاطر اپنا ایمان بیچ ڈالیں ـــــ 3

ان خیالات کا اظہار 1973ء میں کیا گیا تھا الزام کا جواب اس لئے نہ لکھا گیا کہ راقم بے بنیاد الزامات کے تعاقب میں نہیں پڑتا اور تعمیری و تخلیقی اور مثبت کام کو فوقیت دیتا ہے کیونکہ بالعموم دیکھا یہ گیا ہے کہ قبول حق کے بجائے مخالف نئے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر میدان میں آنے کی کوشش کرتا ہے' اس کی کوشش ہمیشہ منفی رہتی ہے' مثبت نہیں' اپنی بات نبھانے کے لئے ہزار جتن کرتا ہے۔ اس لے الزامات کے تعاقب سے مخالف کو پریشان کرنے اور مصروف رکھنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا حالانکہ اختلاف رائے کی قدر کی جانی چاہئے لیکن بعض دانشوروں کا حال تو یہ ہے کہ اختلاف رائے کی وجہ سے دوستی و محبت کو بالائے طاق رکھ کر مخالفت پر اتر آتے ہیں۔ گویا تاریخی حقائق بھی کوئی عقائد ہیں کہ ان سے

1۔ مکتوب کے تیور بتا رہے ہیں کہ جانب دیگر جھکاؤ ہے۔ ہمدردی کے ساتھ یہ رعایت کہ شہادت سے مستغنی کر دیا گیا اور مدعا علیہ پر یہ شدت کہ شہادتیں طلب کی جا رہی ہیں ـــــ ایک طرف یہ سوء ظن کہ انگریزوں کے ایماء پر فتوے لکھا گیا اور دوسری طرف یہ حسن ظن کہ "کسی مضبوط وجہ سے" الزام لگایا گیا۔ اس سوء ظن اور حسن ظن میں مطالعہ سے زیادہ کردہ پیگنڈے کا دخل ہے۔ مسعود

2 مکتوب محررہ 12/اپریل 1973ء از کراچی

3 ایضاً" نوٹ: اب بات کھل کر سامنے آگئی۔ جس الزام کے لئے شواہد کی طلب تھی' اب وہ بے دلیل تسلیم کر لیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

1 یہی صورت حال راقم کو درپیش ہے' ایک دیرینہ کرم فرما جو فضلہ تعالی پی۔ ایچ۔ ڈی بھی ہیں راقم سے اس لئے خوش نہیں کہ امام احمد رضا پر کیوں تحقیق کرتا ہے' چنانچہ وہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ کیا احمد رضا خان کے علاوہ آپ کسی اور موضوع پر لکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے؟"
(مکتوب محررہ۔ 26/ نومبر 1980ء از اسلام آباد)

اختلاف کرنے والا گردن زدنی قرار پائے۔ راقم الحروف تاریخی حقائق اور عقائد دونوں کو الگ الگ خانوں میں رکھنے کا قائل ہے۔ اختلاف رائے کی صورت میں دلائل و براہین سے قائل کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ تاریخ کو تاریخ کے مقام پر رکھا جائے لیکن اگر عقیدے کا درجہ دے دیا گیا اور اس پر اصرار کیا گیا کہ "مستند ہے میرا فرمایا ہوا" تو بات بگڑتی جائے گی اور ضد بحث کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا جس سے سوائے تلخیوں اور افتراق کے کچھ حاصل نہیں۔ اسی لئے راقم نے خود کو مثبت تحقیقات کے لئے وقف کر رکھا ہے کو بعض طبائع پر یہ بھی گراں ہے۔ اپنے طبعی میلان کی وجہ سے 1973ء سے ابتک امام احمد رضا پر اس الزام کے خلاف تفصیلاً کچھ نہ لکھا لیکن بہتان طرازی اور الزام تراشی کا سلسلہ ختم نہیں ہوا اور حقائق معلوم نہ ہونے کی وجہ سے خود دانشوروں کو گومگو کے عالم میں پایا بلکہ بعض دانشوروں کو الزام تراشی کی اس مہم میں سرگرم عمل پایا تو اس طرف متوجہ ہونا پڑا ____ امام احمد رضا کے مخالفین کے لئے نہیں کیونکہ مخالفت جب عقیدہ راسخہ بن جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں سوائے غیبی ہدایت کے ____ جو کچھ لکھا گیا ان دانشوروں کے لئے جو کچھ جاننا چاہتے ہیں اور ان جوانوں کے لئے جو تاریخ کی سچی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ مقالہ حق پسند طبیعتوں کے لئے کافی و شافی ہوگا۔ مولا تعالیٰ ہم سب کو قبول حق کی توفیق خیر رفیق عطا فرمائے اور صراط مستقیم پر ہدایت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ وسلم۔

30/ محرم الحرام 1401ھ	احقر
محمد مسعود احمد عفی عنہ
9 دسمبر/1980ء	پرنسپل
گورنمنٹ ڈگری کالج۔ ٹھٹھہ
(سندھ پاکستان)

شاید ان کے علم میں نہیں کہ گذشتہ 24 سالوں میں راقم ایک سو سے زیادہ موضوعات پر قلم اٹھا چکا ہے۔
مسعود

امام احمد رضا خان بریلوی اور تحریک پاکستان

از سید صابر حسین شاہ بخاری

"سید صابر حسین ایک نوجوان قلمکار ہیں۔ امام احمد رضا پر اس سے پیشتر ان کا مقالہ "امام احمد رضا مخالفین کی نظر میں" شائع ہو چکا ہے۔
انہوں نے تحریک پاکستان کے حوالے سے امام احمد رضا کے کردار کا جائزہ لیا ہے۔ تحریک پاکستان کی اساس دو قومی نظریہ ہے۔ دو قومی نظریہ کے علمبردار حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ تھے۔ اور امام احمد رضا اس کے موئید۔ امام احمد رضا کی جدوجہد کے نتیجہ میں دو قومی نظریہ پھلا پھولا۔ اور مسلمانوں کی شناخت محفوظ رہی ——— ان کے خلفاء و تلامذہ کی کوششوں سے پاکستان وجود میں آگیا ——— اس مقالہ میں اس موضوع پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔"

طاہر

تقدیم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

رحمت حق بہانہ می جوید ـــــ ۱۹۷۰ء میں رئیس احمد جعفری مرحوم کی کتاب "اوراق گم گشتہ (مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء) میں ہندوؤں سے موالات اور انگریزوں سے ترک موالات کے موضوع پر امام احمد رضا کا ایک مفصل و مدلل فتویٰ نظر سے گزرا۔ جس سے پہلی بار امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت اور تدبر کا اندازہ ہوا۔ یہی فتویٰ امام احمد رضا پر فقیر کے پہلے مقالے "فاضل بریلوی اور ترک موالات" (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء) کی بنیاد بنا۔ اس مقالے کے چھ سات ایڈیشن شائع ہوئے۔ مؤرخین ' سیاست داں اور قلمکار اس طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ پاکستان کے مشہور مورخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنی انگریزی کتاب "علماء سیاسیات میں" (مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء) میں ترک موالات کے حوالے سے امام احمد رضا کے دو قومی نظریہ کا ذکر کیا ـــــ فقیر کے مقالے "فاضل بریلوی اور ترک موالات" کے بعد مولانا محمد جلال الدین قادری کی نہایت ہی اہم تالیف "خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس" (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء) سامنے آئی۔ اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے جو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی کے کتب خانے میں محفوظ ہے ـــــ اس کتاب کے بعد فقیر کی تالیف "تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم" (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء) شائع ہوئی ـــ پھر فقیر کی ایک اور تالیف "گناہ بے گناہی" (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء) شائع ہوئی۔ اس کے انگریزی اور اردو ایڈیشن پاکستان' ہندوستان اور افریقہ سے شائع ہو چکے ہیں ـــ فقیر نے ایک اور کتاب "حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی" (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء) میں امام احمد رضا کے سیاسی افکار و نظریات پر ایک مفصل باب باندھا ہے ـــ مسئلہ خلافت پر امام احمد رضا کی ایک اہم کتاب "دوام العیش فی ائمۃ من قریش" (۱۹۲۰ء) پر فقیر نے ایک مفصل مقدمہ لکھا جو اس کتاب کے ساتھ لاہور سے شائع ہوا ـــ مندرجہ بالا مقالات اور کتابوں کی اشاعت کے بعد امام احمد رضا کا ذکر بلند سے بلند تر ہوتا چلا گیا اور آپ کی سیاسی بصیرت پر مختلف فضلاء نے اظہار خیال فرمایا۔

☆ چنانچہ جامعہ ملیہ یونیورسٹی' نئی دہلی کے پروفیسر ڈاکٹر جمال الدین نے ترک موالات

کے حوالے سے امام احمد رضا پر ایک وقیع مقالہ قلم بند فرمایا۔

☆ اس طرح ہمدرد یونیورسٹی' نئی دہلی کے پروفیسر ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم نے ابو الکلام آزاد اور امام احمد رضا کے حوالے سے سیاسیات پر ایک مقالہ قلم بند فرمایا' یہ دونوں مقالات ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی نے شائع کروائے ہیں۔

☆ کولمبیا یونیورسٹی' امریکہ سے امام احمد رضا اور اہل سنت و جماعت پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے والی ہندوستانی خاتون ڈاکٹر اوشا سانیال نے اپنے انگریزی مقالے میں امام احمد رضا کے سیاسی افکار و نظریات پر بحث کی ہے۔ یہ مقالہ ۱۹۹۶ء تک آکسفورڈ یونیورسٹی پریس' نئی دہلی سے مل سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ——————

☆ پروفیسر محمد اسحاق مدنی' کراچی یونیورسٹی سے فقیر کی نگرانی میں پی۔ایچ۔ڈی کر رہے ہیں۔

وہ فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں امام احمد رضا کے افکار و نظریات پر بحث کریں گے۔

الغرض ان تحقیقی مقالات اور بہت سے دوسرے مقالات اور کتابوں نے امام احمد رضا کے سیاسی نظریات' ان کے صاحبزادگان' خلفاء اور متبعین کے سیاسی کردار کو خوب واضح کر دیا ہے اور آج ہر دانشور اور مدبر امام احمد رضا کے تدبر' تحریک پاکستان میں ان کی نظری مساعی اور ان کے خلفاء و تلامذہ کی عملی مساعی کا قائل نظر آتا ہے۔

فاضل مقالہ نگار مولانا سید صابر حسین شاہ صاحب امام احمد رضا پر لکھنے والے جوان قلمکاروں میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ موصوف میں کام کی لگن ہے جو ان کو ہمہ وقت اس قسم کے علمی کاموں میں مصروف رکھتی ہے۔ دس ماہ قبل جولائی ۱۹۹۴ء میں موصوف نے تقدیم کیلئے یہ مقالہ فقیر کو ارسال فرمایا۔ عدیم الفرصتی کی وجہ سے فقیر اس طرف متوجہ نہ ہو سکا آخر ان کے پے در پے تقاضوں نے اس طرف متوجہ کیا اور فقیر نے یہ تقدیم قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کی۔

سید صابر حسین شاہ عرصہ دراز سے امام احمد رضا پر لکھ رہے ہیں' ان کے متعدد مقالات شائع ہو چکے ہیں' انہوں نے مورخ نہ ہوتے ہوئے بھی ایسا مقالہ قلم بند کر دیا ہے جس سے مورخ اور سیاست داں استفادہ کر سکیں گے۔ اس مقالے میں بکثرت مستند حوالے ہیں اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ سید صاحب کے بیانات اور نتائج قابل اعتبار ہیں۔ ماخذ و مراجع

کی فہرست بھی کافی طویل ہے جس سے ان کی وسعت مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ تحقیق و ریسرچ میں علم سے زیادہ لگن کی ضرورت ہوتی ہے پھر علم کے دروازے خود بخود کھلتے چلے جاتے ہیں اور اندھیروں میں اجالا ہوتا چلا جاتا ہے۔

سید صابر حسین شاہ صاحب نے اس مقالے میں ان ذیلی موضوعات پر بحث فرمائی ہے'
امام احمد رضا کے حالات زندگی ——— انگریزوں کے مظالم ——— امام احمد رضا کی انگریزوں سے نفرت ——— ہندوؤں کے عزائم ——— مسلمانوں کی بے راہ روی ——— تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں امام احمد رضا کا کردار ——— ہندو مسلم اتحاد کے خلاف ہمہ گیر تحریک ——— آل انڈیا سنی کانفرنس کا تاریخ ساز کردار ——— الیکشن میں مسلم لیگ کی تائید ——— قرار داد پاکستان میں اہل سنت کا کردار ——— اعلان آزادی' قیام پاکستان ———

سید صابر حسین شاہ صاحب کی یہ کاوش توجہ کی مستحق ہے۔ مولائے کریم ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اس پر اجر عظیم عطاء فرمائے۔ آمین۔ انہوں نے امام احمد رضا کی حیات کے ایک اہم گوشے پر روشنی ڈال کر بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے اور بہت سی حقیقتوں کو آشکار کر دیا ہے ——— حقیقت یہ ہے کہ ہم نے امام احمد رضا کی معرفت کا اب تک حق ادا نہیں کیا' ان کا تعلق ایک عظیم مجاہد خاندان سے تھا جو افغانستان سے تعلق رکھتا ہے۔ ان کے جد امجد علامہ رضا علی خاں نے جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) میں مجاہدین کی بھرپور مدد فرمائی جس کی پاداش میں انگریز جرنیلوں نے ان کے سر کی قیمت مقرر کی مگر مولی تعالیٰ نے ان کو دشمنوں سے محفوظ رکھا ——— امام احمد رضا کے جسم میں یہی خون تھا ——— شہید جنگ آزادی مولانا کفایت علی کافی ان کے محبوب شاعر تھے' انگریزی ظلم و استبداد کے اس دور میں انہوں نے اس شہید آزادی سے اپنی محبت کا برملا اظہار فرمایا اور دشمن سے خوف نہ کھایا ——— امام احمد رضا بڑے نڈر' جری اور بے باک تھے' وہ حیرت انگیز سیاسی بصیرت کے مالک تھے ——— آج سے ۸۰ برس پہلے انہوں نے فرمایا تھا کہ نصاریٰ' یہود و ہنود سب مسلمانوں کے دشمن ہیں ——— اس دور میں ڈاکٹر اقبال اور محمد علی جناح جیسے سیاست داں اور دیدہ ور بھی یہ بات نہ سمجھ پائے ——— بعد میں یہ حقیقت سمجھ میں آئی تو ایک قومی نظریہ کے یہ دونوں علم بردار دو قومی نظریہ کے علم بردار ہو گئے ——— امام احمد رضا

عظیم عبقری تھے' وہ اپنے زمانے سے بہت آگے دیکھتے تھے' ان کے فکر کے اس اہم ترین پہلو پر کوئی فاضل جلیل ہی تحقیق کر سکتا ہے ——— امام احمد رضا نے اپنے عہد کو بہت متاثر کیا اور کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا ———

تحریک آزادی ہند کی سیاسی فضا عجائبات سے پر تھی ——— ایک عجیب بات یہ دیکھنے میں آئی کہ وہ لوگ جو خود کو موحد اور مسلمان کہتے تھے ان کی ہمدردیاں کفار و مشرکین ہند کے ساتھ تھیں اور جن مسلمانوں کو یہ لوگ کافر و مشرک اور بدعتی تصور کرتے تھے وہ ہمیشہ کفار و مشرکین ہند سے الگ رہے' اس گروہ احرار کے سرتاج و سردار امام احمد رضا تھے ——— فطری طور پر مسلمان کو مسلمان کا خیر خواہ ہونا چاہئے اور کافر و مشرک کو کافر و مشرک کا خیر خواہ ——— مگر ہندوستان کی سرزمین پر یہ عجوبہ بھی دیکھا گیا کہ اسلام کے دعویداروں نے ہنود کا ساتھ دیا ——— جو ان سے روٹھے وہ ہمیشہ کے لئے چھوٹے بلکہ مردود اور مغضوب ٹھہرے گویا کفار و مشرکین کی امداد و اعانت' اسلام کا نشان ٹھہری (معاذاللہ ثم معاذاللہ)۔

امام احمد رضا نے دو قومی نظریہ کا احیاء کیا جو قیام پاکستان کی اساس ہے ——— امام احمد رضا کے خلفاء و تلامذہ اور متبعین نے تحریک پاکستان میں اہم کردار ادا کیا اور مسلم لیگ کے مقابلے میں کسی نے کانگرس کا ساتھ نہ دیا ——— لیکن اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ پاکستان میں جو کچھ ہوا اور آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ انکے خواب و خیال میں بھی نہ تھا اور یہ بات بھی ان کے وہم و گمان میں نہ تھی جو کچھ دکھایا جا رہا ہے وہ دیکھا نہ جا سکے گا۔ اور جو وعدے کئے جا رہے ہیں وہ پورے نہ ہو سکیں گے ———

دو قومی نظریہ کی حفاظت میں خانقاہ رضویہ' بریلی کی "جماعت رضائے مصطفیٰ" نے اہم کردار ادا کیا ——— اس جماعت کی تاریخ فاضل جلیل مولوی محمد شہاب الدین رضوی (بریلی) مرتب کر رہے ہیں اور اب تک ۴۰۰ صفحات قلم بند کر چکے ہیں ——— دوسری تنظیم جس نے دو قومی نظریہ کے احیاء کے بعد سیاست میں نہایت اہم کردار کیا وہ آل انڈیا سنی کانفرنس تھی' ۱۹۴۶ء میں اس تنظیم کے تاریخ ساز اجلاس نے تحریک پاکستان میں وہ روح پھونکی کہ پاکستان ایک زندہ حقیقت بن کر ابھرا ———

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اہل سنت و جماعت کی صفوں میں اتحاد پیدا کر کے وہی

کھوئی ہوئی قوت حاصل کی جائے جس نے پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے طول و عرض میں ایک ہلچل مچادی تھی ـــــــ اب تک اہلسنّت و جماعت دور جدید کے سیاست دانوں کے ہاتھ مضبوط کرتے رہے لیکن انہوں نے مسلسل مایوس کیا اور مایوس کر رہے ہیں اس لئے وقت کا تقاضا ہے کہ مولائے کریم پر بھروسہ کرتے ہوئے پاکستان کے مسکینوں اور غریبوں کو موقع پرستوں کی گرفت سے نجات دلائی جائے ـــــــ دیندار طبقہ مملکت کے انتظامی امور میں شریک ہو کر اسلام کا رنگ دکھائے اور محبت و خلوص اور عدل و انصاف کی ایسی فضاء قائم کرے جو ہر قسم کی گھٹن سے آزاد ہو ـــــــ اللہ تعالیٰ اس حسین انقلاب کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

کراچی

۱۷ ذوالحجہ ۱۴۱۴ھ / ۲۹ مئی ۱۹۹۴ء





Marfat.com

۴۔ فقاہت

۱۔ سرتاج الفقہاء

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۷۹ء

۲۔ استاذ کے حقوق

از ڈاکٹر اقبال احمد اختر مئی ۱۹۹۶ء

(فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں)

۳۔ نطق الہلال

از امام احمد رضا خاں ۱۹۹۶ء

تلخیص، مولانا محمد جلال الدین قادری

سرتاج الفقہاء

از پروفیسر ڈاکٹر محمود مسعود احمد

"ثانی امام اعظم' محدث برحق' مجدد دین وملت' امام اہل سنت' امام احمد رضا خاں بریلوی کی فقاہت پر مقالہ حضرت مسعود ملت نے لکھا۔

کتابچے کی صورت میں مرکزی مجلس امام اعظم ۱۹۹۰ء میں لاہور سے شائع کیا۔

قبل ازیں یہ مقالہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے سالانہ مجلّہ "معارف رضا ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا۔ ۱۹۸ء میں یہ مقالہ ڈاکٹر حسن رضا خاں کے مقالہ "فقیہ اسلام" کے ساتھ بطور افتتاحیہ کراچی ہے سے شائع ہو چکا ہے"۔

طاہر

باسمہ تعالیٰ

ابتدائیہ

امام احمد رضا بریلوی (۱۸۵۶ء ــ ۱۹۲۱ء) اپنے عہد کے عظیم محدث و فقیہ تھے۔ آپ نے انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں مسلک جمہور کا احیاء کیا اور سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی لاج رکھ لی۔ حرمین شریفین' پاک و ہند اور بلاد اسلامیہ کے بکثرت علماء و فضلا' نے آپ کی ہمہ گیر علمیت و بصیرت اور بے مثال دینی و ملی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔۔۔۔۔۔

پاک و ہند کے دور آخر کے مفتیوں میں مفتیء اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ (خطیب و امام مسجد جامع فتح پوری' دہلی) اور مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی (صدر مدرس مدرسہ امینیہ' دہلی) بھی امام احمد رضا کے تبحر اور وسعت علمی کے معترف تھے۔ مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی نے فرمایا:۔

"اس میں کلام نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا علم بہت وسیع تھا"۔

"ہفت روزہ "ہجوم" نئی دہلی' امام احمد رضا نمبر ۲ ستمبر ۱۹۸۸ء' ص ۶' ک ۴"

مغربی ممالک میں ہالینڈ کی قدیم اور مشہور جامعہ' لائڈن یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ کے سن رسیدہ اور جہاں دیدہ پروفیسر' ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس۔ بلیان کو جب امام احمد رضا کے بارے میں لکھا گیا تو وہ حیران رہ گئے۔ کیوں کہ علوم اسلامیہ کے استاد ہونے کے باوجود وہ امام احمد رضا کے نام تک سے بے خبر تھے لیکن جب انہوں نے فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا تو امام احمد رضا کے تبحر علمی کا برملا اعتراف کیا اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں پیش کئے جانے والے اپنے مقالات میں امام احمد رضا کا ذکر کیا۔ چنانچہ ہائیڈل برگ یونیورسٹی (مغربی جرمنی) اور بوڈاپسٹ (ہنگری) کی بین الاقوامی کانفرنسوں میں موصوف نے جو مقالات پیش کئے ان میں فتاویٰ رضویہ کے متعدد حوالے موجود ہیں۔

فتاویٰ رضویہ پر پروفیسر مجید اللہ قادری (کراچی یونیورسٹی' کراچی) نے بہت مفید کام کیا ہے۔ انہوں نے ایک مستقل مقالے میں فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی جائزہ پیش کیا ہے۔ یہ مقالہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی نے ۱۹۸۸ء میں شائع کر دیا ہے۔ ایک اور اہم کام

جامعہ نظامیہ' لاہور کے مہتمم مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ' العالی کر رہے ہیں۔ وہ فتاویٰ رضویہ کے ترجمہ و تخریج کا کام کروا رہے ہیں ——— حقیقت یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ فقہ اسلامی کا ایک عظیم انسائکلوپیڈیا ہے' اس پر تحقیق کے لئے محققین اور ماہرین علوم وفنون کی ضرورت ہے جو ایک اکیڈمی میں بیٹھ کر اس اہم کام کو انجام دیں ——— فتاویٰ رضویہ کی عبارات کے ترجمے اور حوالوں کی تفصیلات کے علاوہ جن کتب و رسائل اور اماکن و رجال کا فتاویٰ رضویہ میں ذکر کیا گیا ہے ان کے متعلق علمی' سوانحی' تاریخی' جغرافیائی تفصیلات بھی فراہم کی جائیں اور فتاویٰ کے ماحول' تاریخی وسیاسی اور معاشی و معاشرتی پس منظر کا بھی جائزہ لیا جائے۔

جن علوم وفنون میں امام احمد رضا کو مہارت حاصل تھی ان میں علم فقہ خاص امتیاز رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد علماء و فضلا اور دانشوروں نے امام احمد رضا کی فقاہت کو موضوع سخن بنایا ہے اور علمی مقالات ومضامین لکھے ہیں۔ مثلاً" یہ حضرات:۔ علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی' مفتی وقار الدین قادری' علامہ شمس بریلوی' جسٹس ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری' مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری' مولانا غلام رسول سعیدی' مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری' مولانا محمد یاسین اختر مصباحی' مولانا محمد علی محمد رضا قادری' مولانا عبدالقدوس مصباحی' مولانا عطاء المصطفے قادری' مولانا محمد شجاع الدین رتوی' سید انور علی ایڈوکیٹ' پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش' پروفیسر محمد فاروق القادری' پروفیسر حافظ محمد شکیل اوج' میاں عبدالرشید وغیرہ وغیرہ۔

اور ڈاکٹر حسن رضا خاں نے تو امام احمد رضا کی فقاہت پر پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) سے ڈاکٹریٹ کیا ہے لیکن اس کے باوجود امام احمد رضا کی فقاہت کے متعدد گوشے ہنوز تشنہ تحقیق ہیں ——— پیش نظر مقالہ بھی امام احمد رضا کی فقاہت سے متعلق ہے۔

یہ مقالہ آج سے پانچ برس قبل ۱۹۸۳ء میں لکھا گیا تھا۔ اس میں مندرجہ تمام حقائق کا تعلق پانچ سال قبل کی معلومات سے ہے۔ یہ مقالہ پہلے ادارہ تصنیفات امام احمد رضا' کراچی نے ۱۹۸۴ء میں ڈاکٹر حسن رضا خاں کے مقالے "فقیہہ اسلام" کے ساتھ بطور' افتتاحیہ شائع کیا پھر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی نے اسی سال اپنے سالنامہ "معارف رضا" میں شائع کیا۔ اس کے بعد مرکزی مجلس امام اعظم' لاہور نے کتابی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ

ظاہر کیا۔ خیال تھا کہ نظر ثانی کر کے اس میں ضروری اضافے کر دیئے جائیں کیوں کہ امام احمد رضا سے متعلق معلومات میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے' دنیا کے چار برا عظموں میں امام احمد رضا پر کام ہو رہا ہے اور نئے نئے حقائق سامنے آ رہے ہیں۔ لیکن عدیم الفرصتی کی وجہ سے ماسوائے ایک دو اضافوں کے کوئی خاص اضافہ نہ کیا جا سکا اور یہ کام آئندہ کے لئے اٹھا رکھا گیا۔ بہر حال اب برادرم جناب محمد عبدالستار طاہر زید مجدہ' (سیکرٹری مرکزی مجلس امام اعظم' لاہور) اس مقالہ کو پہلی بار کتابی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ موصوف کو اور سرپرست مجلس علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری مظہری زید عنایتہ' نیز تمام اراکین ومعاونین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

۶ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ

۱۳ فروری ۱۹۸۹ء

احقر

محمد مسعود احمد

پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج' ٹھٹھہ (سندھ)

استاذ کے حقوق
(فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں)

از ڈاکٹر مولانا محمد اقبال احمد اختر

" حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ نے کچھ عرصہ قبل چھوٹے چھوٹے رسائل مرتب کرنا شروع کئے ہیں۔ یہ سلسلہ "عیدوں کی عید" سے شروع ہوا اور بین الاقوامی سطح پر بہت مقبول و معروف ہوا اور نئے موضوعات پر فیضان مسعود جاری و ساری ہے۔

حضرت مسعود ملت نے ارشاد فرمایا کہ اس افراتفری کے عالم میں دینی لٹریچر کو آسان فہم انداز میں پیش کیا جائے۔ تاکہ ہر خاص و عام امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی نگارشات کا مفہوم سمجھ سکے۔ اس حکم کی تعمیل میں محترم ڈاکٹر اقبال احمد اختر قادری صاحب نے قدم بڑھایا اور امام احمد رضا کی تعلیمات کو آسان فہم انداز میں عوام کے سامنے پیش کرنا شروع کیا۔۔۔۔ "استاذ کے حقوق" اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محسن ملت شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کی نظر زندگی کے ہر گوشے پر تھی۔ آپ نے زندگی کا کوئی گوشہ تاریک نہیں چھوڑا' ملت اسلامیہ پر آپ کا بڑا احسان ہے مگر ہماری عادت ہے کہ ہم محسنوں کو بھلا دیتے ہیں' محسنوں کو یاد رکھنا زندہ قوموں کی نشانی ہے——— ہمیں اپنے محسنوں کو یاد رکھنا چاہئے۔

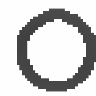
پیش نظر رسالے "استاد کے حقوق" میں اہل سنت کے قلمکار ڈاکٹر اقبال احمد قادری زیدہ مجدہ نے استاد کی عظمت اور قدرو منزلت کے بارے میں فتاویٰ رضویہ سے شاہ احمد رضا خان محدث بریلوی کی تحقیقات کو جمع کیا ہے تاکہ ہمارے طلبہ حقائق سے باخبر ہوں اور ان میں وہ شعور پیدا ہو جو ایک باوقار اور باعزت زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے۔ مولائے کریم فاضل موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے اور طلبہ کو اس رسالے سے مستفیض ہونے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ملت اسلامیہ کو پہلا درس تاجدار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا' آپ نے پڑھایا بھی' سکھایا اور سمجھایا بھی۔ دلوں کو حکمت و دانائی کے نور سے منور بھی کیا۔ مس خام کو کندن بنایا——— پھر درس و تدریس کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ چودہ صدیاں گزر گئیں یہ سلسلہ روز بروز بڑھتا ہی چلا جاتا ہے——— قرآن کریم ہمارے علم و دانش کی بنیاد ہے——— علم و دانش کی ساری بہاریں اسی کے دم سے ہیں مگر افسوس قرآن پڑھانے والا' علم دین سکھانے والا ہماری نظر میں کچھ نہیں۔ کلیات اور جامعات کے اساتذہ سب کچھ ہیں——— ایک وہ زمانہ تھا کہ صرف قرآن ہی ہمارے نصاب میں تھا اور صرف قرآن پڑھانے والا ہی ہمارا استاد تھا——— دو تین صدیوں تک یہی صورت حال رہی اور قرآن کریم کی برکت سے ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے!——— اب تو قرآن حکیم کی تعلیم' تعلیم کی فہرست ہی میں نہیں——— انا للہ و انا الیہ راجعون

ایک صاحبزادے سے پوچھا' "کیا پڑھتے ہو؟"——— جواب ملا "کچھ نہیں"——— پھر پوچھا گیا "کچھ تو پڑھتے ہوگے"——— جواب ملا "بس قرآن پڑھتا ہوں"——— گویا قرآن حکیم پڑھائی میں شامل ہی نہیں' پھر قرآن کریم پڑھانے والے کی کیا قدر و منزلت ہوگی؟——— ہمارے بڑے بڑے ادیب و دانشور قرآن حکیم کی روشنی سے محروم ہیں——— پڑھے لکھے دینی گھرانوں کا حال یہ ہے کہ مولوی' قاری' حافظ ناپسندیدہ القاب سمجھے جاتے ہیں——— ہاں پروفیسر' ڈاکٹر' انجنیئر اچھے لگتے ہیں حتیٰ کی رقص و سرود کی محفلیں جمانے والے بھی اچھے لگتے ہیں——— لیکن فطرت سلیمہ کیا کہتی ہے؟

یاد آیا راقم کی بچی جب بچپن میں قرآن کریم پڑھتی تھی' انگریزی سکول میں پڑھنے والی ایک بچی نے اس سے پوچھا "تم قرآن کیوں پڑھتی ہو' اسکول میں کیوں نہیں پڑھتیں؟"——— بچی نے جواب دیا' "ہم اللہ کا کلام پڑھتے ہیں' تم انسان کا کلام پڑھتی ہو"——— پھر راقم سے پوچھا' "ابو میں نے ٹھیک جواب دیا نا؟"

یہ جواب سن کر بڑی خوشی ہوئی اور یہ راز معلوم ہوا کہ فطرت سلیمہ کی یہی پکار ہے کہ اللہ کا کلام سب کلاموں سے افضل و اعلیٰ ہے اور اس کے پڑھانے والا سب استادوں سے بلند و بالا ہے——— مگر افسوس بہت سے پڑھے لکھے بھی بچی کی سوچ تک نہ پہنچ سکے!——— شکر ہے کہ اس گئے گزرے زمانے میں ایسے گھرانے بھی ہیں جہاں بسم اللہ اور ختم قرآن کی محفلیں اس طرح سجائی جاتی ہیں جیسے شادی بیاہ کی محفلیں' ایسی محفلوں میں شریک ہو کر بڑی فرحت ہوتی ہے۔



اسلام میں دینی علوم پڑھانے والے کی بڑی فضیلت ہے بلکہ ہر استاد کی قدر و منزلت ہے——— ہمیں تو یہ تصور دیا گیا ہے کہ ایک آیت پڑھانے والا بھی نہ صرف استاد بلکہ آقا و مولیٰ ہے مگر ہم ابتدائی تعلیم دینے والے استاد کو کسی فہرست میں شامل ہی نہیں کرتے جب اللہ بڑا بنا دیتا ہے' سب استادوں کو بھول جاتے ہیں——— استاد کی ناقدری' ناشکری ہے اور احسان فراموشی——— علم سیکھئے تو ادب و احترام بھی سیکھئے' عجز و انکساری بھی سیکھئے' جاہ و منصب کا غرور بالآخر خاک میں

ملا دیتا ہے۔

یاد آیا کہ راقم کے استاد جنہوں نے ۱۹۴۰ء میں دوسری جماعت میں راقم کو مدرسہ عالیہ مسجد فتحپوری دہلی میں پڑھایا تھا جب ۱۹۶۲ء میں ۲۲ سال کے بعد راقم کے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے ملاقات کے لئے آئے تو آپ نے ان سے ملاقات کی خاطر اپنے معمولات ترک کر دیئے اور بڑی محبت اور احترام سے پیش آئے ــــــ یہ وہ استاد تھے جن کو دنیا کی لالچ نہ تھی جو اپنے شاگرد سے بے لوث محبت کرتے تھے لیکن اب ہمارے معاشرے میں اکثر استاد دنیا کی لالچ میں گرفتار اور تن پروری میں مصروف ہیں' طلبہ سے ان کا سلوک مشفقانہ نہیں بلکہ تاجرانہ ہے۔ ایسے استاد حقیقی معنوں میں استاد نہیں۔ اس لئے ہمارے طلبہ استادوں کو یاد نہیں رکھتے ' محبت و خلوص والے استادوں کو ضرور یاد رکھتے ہیں کہ خلوص و محبت میں ایک کشش ہے ــــ

بعض بدنصیب طلبہ اپنے استاد کے مخالف ہو جاتے ہیں اور اس کی جان کو آجاتے ہیں' یہ بہت بڑی بدنصیبی ہے' ایسا طالب علم کبھی سرخرو نہیں ہو سکتا' پریشانی اور اضطراب اس کا مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے طلبہ کو اس عذاب سے محفوظ رکھے۔ آمین! ماں باپ اور استادوں کے ساتھ حسن سلوک سے زندگی کو جنت نظیر بنائے' فرماں برداروں میں زندہ رکھے اور فرماں برداروں میں اٹھائے۔ آمین!

معاشرے میں ذہنی اور فکری انقلاب کی ضرورت ہے ــــــ جب تک ہم دماغ کے جالے صاف نہیں کریں گے اور دل کی دھول نہ جھاڑیں گے دنیا و آخرت میں عزت نہ پا سکیں گے ــــــ گھروں میں' گلیوں میں بازاروں میں' اسکولوں میں' کالجوں میں' یونیورسٹیوں میں دفتروں میں جب سوئی ہوئی غیرت کو جگائیں گے تو ایک حسین انقلاب آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ایسا حسین انقلاب برپا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

عزت ہے بڑی چیز جہاں تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سردارا

۱۷ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

احقر

محمد مسعود احمد

نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال

از امام احمد رضاخاں بریلوی

تلخیص: مولانا محمد جلال الدین قادری

"یہ رسالہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے اور تشریف لے جانے کے بارے میں امام احمد رضاخاں بریلوی کے دو فتووں پر مشتمل ہے۔

اس کی تلخیص معروف محقق و مصنف جناب مولانا محمد جلال الدین قادری صاحب نے کی ہے، جس سے عام قاری بھی امام احمد رضا کی تعلیمات و نگارشات سے استفادہ کر سکتا ہے۔ محمد جلال الدین صاحب کی اس سے قبل یہ معروف کتب منظرعام پر آچکی ہیں۔

☆ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس

☆ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس

☆ امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم

☆ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد (جلد ۲)

اس سے قبل حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی ہدایت و تجویز پر ڈاکٹر مولانا اقبال احمد اختر صاحب نے امام احمد رضا کے رسائل کی تلخیص و تسہیل کا کام شروع کیا ہے، ان کے تسہیل کردہ کچھ رسائل منظرعام پر آچکے ہیں۔

امید ہے مولانا جلال الدین صاحب امام احمد رضا کے دیگر رسائل کو عام فہم انداز میں پیش کرنے میں سرگرم عمل رہیں گے۔

طاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔۱ پھر اس نور کو فانوس بشری میں سارے عالم کو دکھایا ۲عادت الٰہی یہ ہے کہ وہ نور کو جب انسانی ہدایت و رہنمائی کے لئے یا بشارت و خوشخبری سنانے کے لئے بھیجتا ہے تو لباس بشری میں بھیجتا ہے۔۳ جس سے بصیرت سے محروم شک و شبہ میں مبتلا ہو کر اپنے جیسا انسان سمجھنے لگتے ہیں۔۴ اور ہدایت سے محروم ہو جاتے ہیں۔۵ لیکن ہدایت پانے والے ہدایت پا لیتے ہیں۔

پیش نظر رسالے میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم آب و گل میں آنے اور جانے سے متعلق امام احمد رضا محدث بریلوی کے دو فتوے شامل ہیں' جن میں اہم سوالات کے فاضلانہ ' محققانہ اور مورخانہ جوابات دیئے گئے ہیں' دور جدید کا شاید ہی کوئی مفتی ان سوالات کا اس تفصیل و تحقیق کے ساتھ جواب دے سکے۔ اس رسالے کا تاریخی نام

۱۔ مصنف عبدالرزاق بحوالہ فتاوی حدیثیہ ' ص ۲۸۹ سیرت حلبیہ ' ج ۱ ص ۳

۲۔ قرآن حکیم ' سورہ مائدہ آیت نمبر ۱۵

۳۔ قرآن حکیم ' سورہ مریم ' آیت نمبر ۱۸ سورہ انعام ' آیت نمبر ۹

۴۔ قرآن حکیم ' سورہ ابراہیم ' آیت نمبر ۱۰ سورہ الشعراء ' آیت نمبر ۱۵۴

۵۔ قرآن حکیم ' سورہ اسراء ' آیت نمبر ۹۴

نطق الهلال بارخ ولاد الحبیب و او صال ہے۔

محدث بریلوی نے سوالات کے جوابات میں تفصیلی تحقیق فرمائی ہے اور مختلف اقوال پیش کرتے ہوئے اپنا فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ یہاں ہم مختصرا" سوال کے ساتھ ساتھ محدث بریلوی کے جوابات تحریر کرتے ہیں' تاکہ قارئین کرام کسی الجھن کے بغیر اصل حقائق سے باخبر ہو جائیں۔

سوال نمبرا:۔ استقرار نطفہ زکیہ کس ماہ تاریخ میں ہوا؟

جواب:۔ ۱۲ذی الحجہ

سوال نمبر۲:۔ دن کیا تھا؟

جواب:۔ دو شنبہ (پیر)

سوال نمبر۳:۔ مدت حمل شریف کس قدر تھی؟

جواب:۔ ۹ مہینے

سوال نمبر۴:۔ ولادت شریف کا دن کیا ہے؟

جواب:۔ دو شنبہ (پیر)

سوال نمبر۵:۔ کیا مہینہ تھا؟

جواب:۔ ماہ ربیع الاول

سوال نمبر۶:۔ کون سی تاریخ تھی (یہ سوال محدث بریلوی نے خود قائم کیا)

جواب:۔ ۱۲ ربیع الاول

سوال نمبر۷:۔ ولادت باسعادت کی شمسی تاریخ کیا تھی؟

جواب:۔ ولادت اقدس ہجرت مقدسہ سے ۵۳ برس پہلے تھی۔

(اس حساب سے تقریبا" ۵۶۸ میں ولادت باسعادت ہوئی)

سوال نمبر۸:۔ وصال شریف کی تاریخ کیا تھی؟

جواب:۔ ۱۲ ربیع الاول یوم دو شنبہ (پیر) بمطابق ۸ جون ۶۳۲)

(اس روز ۲۹ کا چاند نہ ہونے کی وجہ سے مدینہ منورہ میں ۱۲ ربیع الاول تھی' اور مکہ معظمہ میں ۲۹ کا چاند ہونے کی وجہ سے ۱۳ ربیع الاول

تھی)۔

اس رسالے میں مندرجہ بالا سوالات پر فاضلانہ اور محققانہ بحث سے حدیث و سیرت پر محدث بریلوی کی گہری نظر کا اندازہ ہوتا ہے' سیرت کے ان گوشوں پر شاید ہی کسی سیرت نگار نے اس تفصیل سے بحث کی ہوگی۔ محدث بریلوی نے سیرت پر اتنا کچھ لکھ دیا ہے اور سیرت سے متعلق ایسے حقائق بیان کر دیئے ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو خود سیرت نگار حیران رہ جائیں۔۔۔کوئی صاحب ہمت محقق اس طرف توجہ فرمائیں۔۔۔

بلاشبہ کسی بھی مسئلے میں مختلف آراء کی روشنی میں بحث کر کے نتائج اخذ کرنا علماء و محققین کے لئے فائدے سے خالی نہیں مگر خالی الذہن اور کم علم قاری کے لئے مناسب یہ ہے کہ ایسے مباحث کا لب لباب پیش کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں فقیر کی تجویز یہ ہے کہ محدث بریلوی کے علمی رسائل کی تلخیص و تسہیل کر کے سادہ اردو میں عام مسلمانوں کے سامنے پیش کئے جائیں تاکہ جو بات بیسویں صفحات میں کہی گئی ہے ■ چند صفحوں میں بیان کر دی جائے۔ اس طرح عام قاری بڑی آسانی کے ساتھ محدث بریلوی کے افکار و تعلیمات سے مستفید ہو سکے گا۔۔۔اگر یہ سلسلہ جاری کیا گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ برسوں چلتا رہے گا اور اس کے بہت ہی مفید اثرات مرتب ہوں گے۔

اس رسالے میں فاضل جلیل مولانا محمد جلال الدین قادری نے متن کی تسہیل کے علاوہ بہت ہی قیمتی تعلیقات و حواشی کا اضافہ فرمایا ہے۔ اس محنت کی قدر و قیمت کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے یہ کام کیا ہو۔ مولائے کریم فاضل موصوف کو اجر عظیم عطاء فرمائے اور ان کی محنت کو مقبول و مشکور فرمائے۔ آمین

احقر

محمد مسعود احمد

۲/۱۷ای۔۔۔فرسٹ فلور
پی' ای' سی' ایچ سوسائٹی
کراچی نمبر ۷۵۴۰۰
نزیل حیدر آباد' سندھ

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
۳ ستمبر ۱۹۹۶ء



تنقیدات

۵ - تنقیدات

۱- رد بدعت اور امام احمد رضا

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۹۴ء

۲- مسئلۃ اللبیب از التشریع بید الحبیب

از امام احمد رضا خاں ۱۹۹۵ء

۳- الرد والبدع (عربی)

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ردبدعت اور امام احمد رضا

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

"یہ تقدیم مکتوبات مسعود ماب میں سے ملی تھی ——— یہ غالباً" اس باب کے لئے لکھی گئی تھی جو "بدعات" کے عنوان سے "سوانح حیات احمد رضا خاں بریلوی" مطبوعہ سیالکوٹ میں شامل ہے۔ جو رسالے کی صورت میں سیالکوٹ سے شائع ہے' اس باب کا بعد ازاں مولانا ممتاز احمد سدیدی نے عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ اور بدعات کے موضوع پر یہ عربی ترجمہ ادارہ تحقیقات امام رضا' کراچی نے ۱۹۹۵ء میں علیحدہ سے شائع کردیا ہے"۔

طاہر

تقدیم

بقول پروفیسر ڈاکٹر محی الدین رسوائی (مدینہ یونیورسٹی' مدینہ) شیخ احمد رضا بریلوی بلند پایہ عالم و محقق تھے ——— شیخ ابوالحسن ندوی نے بھی فقہ حنفی میں شیخ احمد رضا بریلوی کے مقام رفیع کا ذکر کیا ہے ———

شیخ موصوف کے بیان کی تصدیق' علامہ یوسف نبہانی کی اس تقریظ سے ہوتی ہے جو طرابلس (شام کے ماہنامہ البیان (ربیع الاول ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء) میں شائع ہوئی ہے۔ یہاں ہم چند اقتباسات پیش کرتے ہیں:۔

جیسا کہ ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے کہ فقہ میں شیخ احمد رضا بریلوی اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ ظاہر ہے جو فقہ میں مہارت تامہ رکھتا ہے وہ حدیث پر بھی کامل عبور رکھتا ہے چنانچہ جامعہ ملیہ اسلامیہ' دھلی کے فاضل شیخ خالد الحامدی نے جو اپنے مقالۂ ڈاکٹریٹ میں علم حدیث میں پاک و ہند کی خدمات کا جائزہ لے رہے ہیں' شیخ احمد رضا بریلوی پر مستقل ایک باب قائم کیا ہے۔ جس میں علم حدیث میں شیخ احمد رضا بریلوی کی ۴۰ کتب و رسائل اور حاشی تعلیقات کا ذکر کیا ہے ——— شیخ محمد ظفرالدین بہاری نے چھ ضخیم مجلدات میں "صحیح البہاری" کے نام سے ان تمام احادیث کی تدوین کی ہے جو شیخ احمد رضا بریلوی نے اپنی تصانیف وغیرہ میں بیان کی ہیں۔ اس کی دوسری جلد حیدر آباد' سندھ سے شائع ہوئی ہے جو ۹۴۰ صفحات پر مشتمل ہے پہلی جلد رضا فاؤنڈیشن' لاہور شائع کر رہا ہے ——— علم حدیث میں جس عالم کا پایہ بلند ہو' ہرگز ہرگز وہ بدعات کی حمایت نہیں کر سکتا۔ شیخ بریلوی بدعات کے سخت خلاف تھے۔ یہ رسالہ اس حقیقت پر شاہد عادل ہے۔ شیخ محمد یاسین مصباحی اور پروفیسر محمد فاروق القادری نے شیخ احمد رضا بریلوی کے حوالے سے رد بدعات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں ———

نہ جانے کیوں بعض اہل علم میں یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے کہ شیخ احمد رضا بریلوی نے بدعات کو رواج دیا ——— چنانچہ پنجاب یونیورسٹی' لاہور' شعبہ عربی کے ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے اپنے ایک انٹرویو میں ذکر کیا ہے کہ مکہ شریف میں ان کی ملاقات ایک سعودی پروفیسر سے ہوئی۔ ان کے سامنے جب شیخ احمد رضا بریلوی کا ذکر آیا تو انہوں نے فرمایا "وہ تو قبروں کو

سجدے کا حکم دیتے ہیں" ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ "آپ کو غلط فہمی ہے بلکہ انہوں نے قبر کو بوسہ دینے سے منع کیا ہے ——— اس میں شک نہیں شیخ احمد رضا بریلوی نے حرمت سجدہ تعظیمی پر ایک محققانہ رسالہ لکھا ہے جس کی ابوالحسن علی ندوی نے بھی ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔

لیڈن یونیورسٹی' ہالینڈ کے مشہور اسکالر پروفیسر ڈاکٹر جے' ایم' ایس بلیان نے لکھا ہے کہ شیخ احمد رضا بریلوی نے "اباحت و استحباب میں بشرط نیت صالح' عرف" کا خیال رکھا ہے" یک قلم کسی جائز چیز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز نہیں لکھا۔ ان کے فتووں میں احتیاط' وسعت اور گہرائی پائی جاتی ہے جس سے ان کی فقہی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے ——— وہ بدعات اور بدعتیوں کے سخت خلاف ہیں۔ چنانچہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سابق صدر شیخ محمد علی مونگیری کے نام ایک خط میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے موقف کی تائید کرتے ہوئے بدعتی کو صد کافر سے بدتر قرار دیا ہے ———

حقیقت یہ ہے بعض علماء مشائخ اور عوام جو خود کو شیخ احمد رضا بریلوی کا عقیدت مند اور متبع کہتے ہیں۔ محرمات و منکرات اور بدعات کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ یہی لوگ غلط فہمیوں کا سبب بن رہے ہیں۔ مگر شیخ احمد رضا بریلوی ان کے اعمال کے ذمہ دار نہیں۔ وہ اپنے وقت کے عظیم مصلح و مبلغ اور مدبر و مفکر تھے ——— عالم اسلام اس کٹھن وقت میں ان کے افکار سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

کراچی

مالک و مختار نبی

منیتہ اللبیب ان التشریع بید الحبیب

از امام احمد رضا خاں بریلوی

"حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا جو سلیقہ امام احمد رضا نے سکھایا ہے' انہیں اپنے معاصرین میں ممتاز و سرفراز کرتا ہے۔ عشق رسول سے مستغنی تھے۔ انہوں نے اہل اسلام کو دولت ایمان سے مالا مال کیا۔ اور اس دولت و متاع عزیز کو بچائے رکھنے کی تلقین کرتے رہے۔

اس مقالہ میں انہوں نے محبت و عقیدت کے گلابوں کے باغ مہکائے ہیں—— جو روح و جاں کو معطر و معنبر کرتا ہے—— محبتوں کے مظہر اس مقالہ کو رضا اکیڈمی لاہور نے ۱۹۹۶ء میں شائع کر دیا ہے"۔

طاہر

ابتدائیہ

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

تقریباً دو سو سال قبل مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تصنیف "تقویت الایمان" کی اشاعت کے بعد ملت اسلامیہ میں انتشار و افتراق پیدا ہوا جو بڑھتا ہی چلا جاتا ہے گھٹتا نہیں ------ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس جس کو محبوب و مطاع بنایا گیا تھا نہ ختم ہونے والے بحث و مباحثہ کا محور بن گئی ------ یہ ایک عظیم المیہ نہیں، یہ گھر کا رونا ہے ------ جو دل و دماغ ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن تھا' وہاں گستاخیاں بسیرا کرنے لگیں' گلشن اجڑنے لگے' باغ ویران ہونے لگے۔

------ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ ابر بہار بن کر آئے' آیات و احادیث کے وہ چمن کھلائے کہ دماغ معطر ہو گئے اور دل روشن ہو گئے ------ پیش نظر رسالہ' مولوی اسمٰعیل دہلوی کی بعض نہایت ہی دل آزار باتوں کا نہایت ہی دل آویز جواب ہے۔ محدث بریلوی نے اس تحریر کو اس نام سے معنون کیا ہے۔

"منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب"

(۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء)

یہ تحریر کیا ہے ایک مہکتا باغ ہے جس کا ایک ایک پھول مشام جام و ایمان کو معطر کر کے مست و بیخود کیے دیتا ہے ------ اس رسالے میں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے بکثرت آیات و احادیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجبور بے اختیار نہیں بلکہ اس کے کرم سے حاکم و مختار ہیں ------

کہا جاتا ہے کہ محدث بریلوی نے سیرت پر کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اللہ اکبر! محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کا تو محور فکر ہی سیرت ہے' انہوں نے سیرت کے ان گوشوں پر قلم اٹھایا جن کو سیرت نگاروں نے چھوا تک نہیں ------ جن فضائل پر سیرت نگاروں نے ایک دو صفحے لکھے محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے کئی کئی تحقیقی مقالے لکھ ڈالے ------ جب محدث بریلوی سیرت رسول علیہ التحیۃ والتسلیم پر سوچتے ہیں تو ان کی پرواز فکر دیدنی ہوتی ہے۔ جب

وہ سیرت حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھتے ہیں تو ان کی روانی قلم دیدنی ہوتی ہے۔ پیش نظر رسالہ اس دعوے پر شاہد عادل ہے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے عجیب وغریب بحث کا آغاز کیا ——— "مجبور یا مختار"؟ ——— اور معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! اپنے حلقہ اثر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبور و بے اختیار ثابت کرنا چاہا ——— کہا جاتا ہے کہ وہ دانا و بینا عالم و فاضل تھے ——— اگر ایسا تھا تو پھر یہ بات ضرور سمجھ میں آنی چاہئے تھی کہ جب ملک کا ایک عام وزیر اور افسر اپنے اپنے دائرہ اختیار میں مختار ہوتا ہے بلکہ اختیار کے حوالے ہی سے اس کو وزیر و افسر جانا اور مانا جاتا ہے ——— اختیار نہ ہو تو وزیر' وزیر نہیں اور افسر' افسر نہیں ——— تو پھر احکم الحاکمین نے جس کو اپنا نائب' خلیفہ' خاتم النبیین اور رحمۃ اللعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) بنا کر بھیجا' وہ کیسے مجبور و بے اختیار ہو سکتا ہے؟ ——— یہ بات تو عقلی ہے جو عقل والوں کی سمجھ میں آجاتی ہے مگر جو نقل سے جاننا چاہتے ہیں ان کے لئے آیات و احادیث کا ایک عظیم ذخیرہ موجود ہے ——— افسوس صد افسوس! ملت اسلامیہ نے جس کو اپنا قائد و رہنما سمجھا' اس نے خیانت کی اور سچی باتیں نہ بتائیں' حق کو چھپایا اور جس نے سچی باتیں بتائیں اور حق کو عالم آشکار کیا اس کو تیر ملامت کا نشانہ بنایا گیا' اس پر تہمتوں کے انبار لگا دیئے گئے ——— یہ ہماری تاریخ کا عظیم المیہ ہے جس کی طرف حق پسند مؤرخین کو توجہ دینی چاہئے ———

نہ معلوم ہم کو کیا ہو گیا' ہم مدح کے حوالے سے بادشاہوں کے بارے میں اتنے حساس نہیں جتنے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حساس ہیں ——— اس ماحول میں جہاں قصیدہ گو شعراء بادشاہوں کی شان میں اور اپنے ممدوحین کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے تھے' توحید کے کسی پرستار نے ان کی زبان کو لگام نہ دی اور کسی نے کفر و شرک کا حکم نہ لگایا ——— ایک دنیوی بادشاہ کے لئے منہ سے نکلنے والی ہر نامعقول بات حق و صحیح سمجھی گئی بلکہ اس کو تاریخ و ادب کا حصہ بنا دیا گیا مگر جب بات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و مدح کی آئی تو سچی باتیں بھی کڑوی معلوم ہونے لگیں ——— اہل دانش اور اہل ادب کے لئے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے ———

محدث بریلوی علیہ الرحمۃ اپنے ممدوح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت

وثناء میں رطب اللسان ہیں ـــــ جو کچھ کہتے ہیں' وہی کہتے ہیں جو قرآن وحدیث میں موجود ہے ـــــ وہ عقل کے گھوڑے نہیں دوڑاتے' وہ قرآن وحدیث سے ہٹ کر کوئی بات نہیں کرتے' یہی ان کا خاص امتیاز ہے ـــــ ملت اسلامیہ کو ان سے دور رکھنے کے لئے یہ بات مشہور کر دی گئی کہ وہ قرآن وحدیث سے واقف نہیں تھے' مگر سچی بات دیر تک چھپی نہیں رہتی' ظاہر ہو کر رہتی ہے ـــــ علم تفسیر وعلم حدیث میں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کا پایہ بہت بلند تھا۔ علمائے عرب نے ان کو مفسر ومحدث مانا ہے۔ چنانچہ شیخ حمدانی وینسی الجزائری نے محدث بریلوی کو "المفسر" "المحدث" لکھا ہے (الدولتہ المکیہ' ص ۸۸) اسی طرح شیخ یاسین احمد الخیاری نے "امام المحدثین" لکھا ہے (الدولتہ المکیہ' ص ۲۷۰)۔

محدث بریلوی کے درس ومطالعہ میں پچاس ر۵۰ سے زیادہ کتب حدیث رہتی تھیں (اظہار الحق الجلی۔ ص ۲۴۔ ۲۵) ـــــ

☆ جامعہ ملیہ یونیورسٹی کے استاد ایس۔ ایم خالد الحامدی اپنے مقالہ' ڈاکٹریٹ میں علم حدیث میں پاک وہند کے علماء کی خدمات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ اس میں انہوں نے ایک باب محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے لئے مختص کیا ہے۔ اور چالیس سے زیادہ علم وحدیث پر تصانیف کا ذکر کیا ہے ـــــ

☆ مولانا منظور احمد صاحب (امام مسجد رحمانیہ' کراچی) محدث بریلوی علیہ الرحمۃ پر علم حدیث کے حوالے سے کراچی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کرنے والے ہیں ـــــ

محدث بریلوی علیہ الرحمۃ پر علم حدیث کے حوالے سے دو تین کام اور ہوئے ہیں ـــــ

☆ علامہ محمد ظفر الدین رضوی نے "الجامع الرضوی" کے عنوان سے چھ مجلدات پر مشتمل ایک عظیم مجموعے کا بیڑا اٹھایا تھا جس میں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ اور دیگر علماء کی تصانیف سے استفادہ کر کے ایسی احادیث شریفہ جمع کی جاتیں جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی ہے۔ اس منصوبے کی پہلی اور دوسری جلدیں تیار ہو گئی تھیں۔ دوسری جلد کتاب الطہارت اور کتاب الصلوۃ پر مشتمل ہے۔ ہندوستان اور پاکستان سے شائع ہو چکی ہے' پہلی جلد کا مخطوطہ جو کتاب العقائد سے متعلق ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد کی عنایت سے ملا ہے۔

☆ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، رضا فاؤنڈیشن، لاہور سے اس کی تدوین و تخریج اور طباعت واشاعت کا اہتمام فرمارہے ہیں ——

☆ ایک اور اہم کام جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کے فاضل استاد علامہ محمد حنیف رضوی نے انجام دیا ہے۔ موصوف رضا دارالاشاعت، بہیری (بریلی) کے مہتمم بھی ہیں، آپ نے اہم مطبوعات شائع کی ہیں۔ اپنے ایک مکتوب محررہ ۱۳ر جنوری ۱۹۹۵ء میں انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ مشکوٰۃ شریف کے طرز پر احادیث کا ایک عظیم ذخیرہ جمع کیا ہے جو کلیتہً "فتاویٰ رضویہ کی ضخیم مجلدات پر مبنی ہے۔ یہ مجموعہ فل اسکیپ سائز کے ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے، ابھی کام جاری ہے اور محدث بریلوی کی سینکڑوں دوسرے کتب و رسائل سے استفادہ کرنا ہے امید ہے کہ یہ کام دو ہزار صفحات تک پھیل جائے گا —— فتاویٰ رضویہ کے ماخذ و مراجع میں صرف علم حدیث سے متعلق ۱۴۲ کتابوں کی فہرست تیار ہوئی ہے۔ جو ۲۰۰ مجلدات تک پہنچتی ہے کیونکہ بعض کتب احادیث دس دس اور بیس بیس جلدوں پر مشتمل ہیں۔

یہ تمام تفصیلات محض اس لئے عرض کی گئیں تاکہ قارئین کرام کو اندازہ ہو جائے کہ علم حدیث میں محدث بریلوی کا پایہ کتنا بلند تھا جس کو مخالف و موافق سب نے تسلیم کیا ہے لیکن جن کے مزاج میں ضد وہٹ دھرمی ہے انہوں نے نہ مانا کیونکہ وہ بعض وجوہ کی بناء پر معذور ہیں۔

احادیث شریفہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میٹھی میٹھی باتیں ہیں، محدث بریلوی علیہ الرحمتہ عاشق رسول علیہ التحیتہ والتسلیم تھے، عاشق کو معشوق کی باتیں نہ معلوم ہوں گی تو کس کو ہوں گی؟ —— اور وہ ہم کو نہ بتائے گا تو اور کون بتائے گا؟ —— محدث بریلوی علیہ الرحمتہ نے یہ رسالہ لکھ کر ملت اسلامیہ پر احسان فرمایا، آپ نے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح فرمادی کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کریم سے مختار ہیں —— جو چاہیں حکم فرمائیں، جس کو چاہیں عطاء فرمائیں، جس کو چاہیں معاف فرمائیں ——

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے!

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

کراچی۔ سندھ

۱۶۔ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ

۱۵۔ جولائی ۱۹۹۵ء

تقدیم

دور الشیخ احمد رضا خان الهندی البریلوی ـــــ

فی مقاومۃ البدع والرد علیہا

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ترجمہ: ممتاز احمد سدیدی

"یہ تقدیم مندرجہ بالا کتاب کے علاوہ

☆ الوظیفۃ الکریمۃ (عربی)

از امام احمد رضا خان بریلوی، مطبوعہ لاہور

(ص ۲ تا ۳ مجمل)

☆ من عقائد اہل السنۃ

از علامہ محمد عبدالحکیم شرف القادری

مطبوعہ، لاہور ۱۹۹۵ء (ص ۲۵ تا ۳۰)

میں بھی شامل ہے ـــ دراصل یہ حضرت قبلہ پروفیسر صاحب کی محررہ تحقیقی و سیط سوانح "امام احمد رضا خاں بریلوی" مطبوعہ سیالکوٹ کے ایک باب "ردبدعات" کا عربی ترجمہ ہے۔ جسے عربی کے قالب میں مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب نے ڈھالا۔ یہ عربی مقالہ کراچی سے ۱۹۹۵ء میں منظر عام پر آیا"۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلى ونسلم على رسوله الكريم وعلى آله وأصحابه أجمعين

وبعد : فهذه رسالة موجزة عن شخصية الشيخ أحمد رضا البريلوى ودوره المهم فى مقاومة البدع والرد عليها . وبتوفيق الله تعالى قمت بتقديم هذا الكتيب .

كان الشيخ البريلوى عالما محققا، كما اشار إلى هذا الأمر البروفيسور الدكتور محى الدين الوائى (الذى أخذ شهادة الدكتوراة من جامعة الأزهر)[1] اشار كذلك إلى الحقيقة نفسها الأستاذ ابو الحسن على الندوى (الفائز بجائزة الملك فيصل من الحكومة السعودية فى بداية القرن الرابع عشر) مشيرا إلى المرتبة الرفيعة للشيخ أحمد رضا البريلوى فى الفقه الحنفى :

"اشتغل (الشيخ البريلوى) بالعلم على والده ، ولازمه مدة طويلة حتى برع فى العلم وفاق أقرانه فى كثير من الفنون لاسيما الفقه الاسلامى --- وسافر إلى الحرمين الشريفين عدة مرات وذاكر علماء الحجاز فى بعض المسائل العلمية والكلامية ، وألف بعض الرسائل أثناء إقامته بالحرمين ،

١- انظر صوت الشرق (القاهره) عدد فبراير ١٩٧٠م ص ١٢

وأجاب عن بعض المسائل التى عرضت على علماء الحرمين، وأعجبوا بغزارة علمه وسعة اطلاعه على المتون الفقهية والمسائل الخلافية وسرعة تحريره وذكائه[1]"

ويقول الأستاذ الندوى مشيرا إلى الحقيقة نفسها :

"كان عالما متبحراً، كثير المطالعة، واسع الاطلاع، له قلم سيال وفكر حافل فى التأليف وتبلغ عدد مؤلفاته على رواية بعض مترجميه إلى خمسمائة أكبرها : "الفتاوى الرضوية"- - - يندر نظيره فى عصره فى الاطلاع على الفقه الحنفى وجزئياته. يشهد بذلك مجموع فتاواه وكتابه : "كفل الفقيه الفاهم فى أحكام قرطاس الدراهم" الذى ألفه فى مكة سنة ثلاث وعشرين وثلاث مائة والف ، وكان راسخا طويل الباع فى العلوم الرياضية والهيئة والنجوم والتوقيت[2]"

واتضحت أحد المسائل الخلافية من رسالة موجهة إلى مدير مجلة البيان (طرابلس ، شام) من أحد علماء المدينة المنورة السيد أحمد على :

لما كان قد كثر البحث واختلفت الأقوال فى هذا الزمن فى مسئلة علم النبي ﷺ فقام علماء الاسلام وكتبوا الرسائل فى تحقيق هذه المسألة ومنهم العلامة الامام ، والفاضل الهمام شيخنا ومولانا الشيخ أحمد رضا خان القادرى الهندى

١- نزهة الخواطر : لابى الحسن على الندوى ٨/٤٢

٢- نزهة الخواطر : " " " " ٨/٤٤

البريلوى متعنا الله بطول حياته آمين ، فإنه سلمه تعالى قد كتب رسالة جميلة سماها : (الدولة المكية بالمادة الغيبية) ثم قدمها إلى العلماء من العرب والعجم وطلب عليها التصديقات من علماء الغرب والشرق فقبلها أكثر العلماء من الحرمين الشريفين والغرب والشام ومصر من علماء الأزهر وكتبوا التقاريظ عليها وقد بلغت عددها نيفا وخمسين تقريظا(١) .

وقال العلامة الشيخ يوسف النبهاني في تقريظ له على "الدولة المكية بالمادة الغيبية" ما يصدق رأى الشيخ الندوى فيقول العلامة النبهاني :

"لما تشرفت بالمجاورة في أعتاب سيد المرسلين في بلدته الطاهرة ومدينته المنورة في هذا العام ١٣٣١هـ طلب مني بعض العلماء الأفاضل من أهل السنة ، والعترة الطاهرة من أهل المدينة المنورة ـ ـ ـ أن أقرظ هذا الكتاب المسمى بالدولة المكية بالمادة الغيبية تاليف الامام العلامة الشيخ أحمد رضا خان الهندي وكان قبل ذلك كاتبني لمل بيروت في هذا المعنى الشيخ الفاضل العالم الكامل الشيخ كريم الله الهندي، فلما أرسله إلى هذه المرة السيد عبدالباري حفظه الله قرأته من أوله إلى آخره فوجدته من أنفع الكتب الدينية وأصدقها لهجة وأقومها حجة ، لا يصدر مثله إلا عن إمام كبير وعلامة نحرير فرضي الله عن مؤلفه وأرضاه وبلغه من

١ـ مجلة البيان : عدد ربيع الاول ١٣٣٠هـ ص ٩١

كل خير مناه"[1]

كما مر قول الأستاذ الندوى عن الشيخ البريلوى : يندر نظيره فى عصره فى الاطلاع على الفقه الحنفى وجزئياته فالبارع فى الفقه لابد أن يكون عالما بالحديث النبوى أيضا فلهذا وجدنا الشيخ خالدالحامدى ألف رسالته للدكتوراة تحت عنوان "دور الهند فى نشر الحديث" وقد جعل باباً خاصا لسرد خدمات الشيخ أحمد رضا البريلوى فى علم الحديث معتمداً على كتبه ورسائله وحواشيه وتعليقاته وقد تجاوزت هذه المراجع أربعين مرجعا ـ

قد قام الشيخ محمد ظفر الدين البهارى ١٣٠٣هـ ـ ١٣٨٠هـ بتبويب تلك الأحاديث النبوية الشريفة التى ذكر الشيخ البريلوى فى مصنفاته . وقد سمى هذه المجموعة بصحيح البهارى فى ست مجلدات ضخمة . وقد طبع المجلد الثانى من حيدرآباد السند الذى اشتمل على ٩٢٨٦ حديث والمجلد الأول سيطبع باهتمام مؤسسة رضا بلاهور ـ

إنه يستحيل على المؤمن صاحب المنزلة الرفيعة فى علم الحديث أن يؤيد البدع وكان الشيخ البريلوى معارضا شديداً للبدع والمناكير وبحثنا هذا شاهد عادل على هذه الحقيقة : قد صنف الأستاذ المحقق السيد محمد فاروق القادرى (الباكستانى) والشيخ العلامة محمد يسين المصباحى (الهندى) كتبا خاصة عن مساعى الشيخ أحمد رضا البريلوى فى مقاومة البدع والرد عليها ـ

لا ندرى كيف اشتبه على بعض أهل العلم بأن الشيخ أحمد رضا

١ـ مجلة البيان : عدد ربيع الاول ١٤٠٢هـ ص ٩٢

البريلوى سعى لنشر البدع ، حكى الدكتور ظهور احمد اظهر (رئيس كلية اللغة العربية بجامعة بنجاب) فى حوار مع احد المجلات بأنه زار بروفيسوراً سعوديا فى مكة المكرمة فقال الأستاذ السعودى عند ذكر الشيخ البريلوى : "كان يأمر بالسجود للقبور" فقال له الدكتور أظهر "كلا ! بل كان ينهى عن تقبيل القبور" فاستغرب العالم السعودى وقال أخبرنا هكذا[1] ولا شك فى ذلك بأنه نهى عن تقبيل القبور وصنف رسالة فى حرمة سجود التحية للصالحين وقبورهم ـ

وقال الشيخ الندوى معجبا بهذه الرسالة :

وألف الرسائل فى الاستمداد والاستعانة بأولياء الله وأهل القبور وكان مع ذلك يرى حرمة سجدة التحية وألف فيها رسالة سماها : "الزبدة الزكية لتحريم سجود التحية" وهى رسالة جامعة تدل على غزارة علمه وقوة استدلاله[2]

قال الشاعر الاسلامى الجليل العلامه محمد إقبال :

كان (الشيخ أحمد رضا خان) عالما ذكيا ، دقيق الفكر ، وكانت له مرتبة رفيعة فى التفقه ، يعرف مواهبه الاجتهادية العالية من مطالعة فتاويه وكان من نوابغ الهند ، يصعب علينا أن نجد فى الهند فقيها طباعا ورجلا ذكيا مثله فى عصر المتأخرين[3]

١ـ نداء أهل سنت (لاهور) عدد ١٦-٣١ يناير ١٩٩٤م

٢ـ نزهة الخواطر : للندوى ٨/٤٤

٣ـ مقالات يوم رضا : للشيخ عبدالنبى كوكب (ط:لاهور) ٣/١٠

وقد كتب إلى الشيخ محمد على المونكيرى رئيس ندوة العلماء سابقا نقلا عن العالم الربانى الشيخ مجدد الألف الثانى :

مصاحبة المبتدع اسوأ من صحبة مائة كافر''

وهناك حقيقة مولمة وهى أن بعض جهلة الناس الذين يزعمون أنفسهم محبين للشيخ أحمد رضا، هم الذين يرتكبون هذه البدع وهم الذين يثيرون الشبهات ، والشيخ أحمد رضا واتباعه الصادقون بريئون منهم وكان رحمه الله تعالى من كبار المصلحين والمفكرين فى عصره ، والعالم الاسلامى يستطيع أن يستفيد من آرائه وأفكاره فى هذه الظروف الكارثة التى يمر بها هذه الأيام ـ

١٩ـ يناير ١٩٩٤م — محمد مسعود احمد المجددى

١ـ سكربنت امام احمد رضا — الشيخ محمود احمد القادرى (ط : لاهور ١٩٨٦) ص ٩٠



تأثرات

Marfat.com

۶۔ تاثرات

۱۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ۱۹۷۳ء
پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد

۲۔ امام احمد رضا اور عالم اسلام

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۸۳ء

۳۔ گویا دبستان کھل گیا

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۸۹ء

۴۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۹۱ء

۵۔ بات میری نہیں، بات ہے زمانے کی

از: ڈاکٹر اقبال احمد اختر ۱۹۹۵ء

فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ پر حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی یہ دوسری تحقیقی کاوش تھی، جسے مرکزی مجلس رضا، لاہور نے ۱۹۷۳ء میں شائع کیا۔ مرکزی مجلس رضا، لاہور نے اس کے چار ایڈیشن شائع کئے۔ اس کی پذیرائی اور مانگ اس کی اوپر تلے متعدد اشاعتوں سے ظاہر ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں اضافات کئے گئے۔ پھر چوتھے ایڈیشن میں مزید اضافات مجلس مذکورہ کے سیکرٹری جنرل محمد ظہور الدین خاں صاحب نے کئے۔ یہ اضافات مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہونے والے تبصروں اور مختلف الخیال شخصیات کے تاثرات پر مبنی تھے، بعد ازاں ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور نے اپنے روایتی انداز میں ۱۹۸۸ء میں شائع کیا۔

مبارک پور، بھارت سے بھی اس کی اشاعت ہو چکی ہے، بھارت ہی سے اس کے انگریزی ترجمہ کی اطلاع ملی ہے۔ یہ ترجمہ پروفیسر عبدالرشید صاحب نے کیا ہے۔

طاہر

اظہار تشکر

حدیث شریف میں آتا ہے' جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے خداؑ کا شکر ادا نہ کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے کتنا پیار ہے' کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟ اسی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں محبین و مخلصین کا شکریہ ادا کرنا دینی فرض سمجھتا ہوں' رسم زمانہ کی تکمیل مقصود نہیں کہ وہاں ثواب اور حسن عاقبت کی کوئی امید نہیں اور یہاں امید ہی امید ہے۔

مژدہ اے دل کہ بہر استقبال
رحمتش بے قرار می آید

محترمی قاری محمد شاہد صاحب (ٹنڈو محمد خان کا ممنون ہوں کہ موصوف نے فاضل بریلوی کی تالیف الدولتہ المکیہ اور اس پر علمائے حرمین کی تقریظات الفیوضات المکیہ کا ایک نسخہ عنایت فرمایا جو اس مقالے کے لئے حقیقی محرک ثابت ہوا۔ موصوف نے بعد دوسری کتابیں بھی عنایت فرمائیں

مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری (لاہور) کا شکریہ ادا کرنے کا الفاظ نہیں پاتا۔ حق تو یہ ہے کہ اگر یہ حضرات مطلوبہ ماخذ کی فراہمی میں دل و جان سے مدد نہ فرماتے تو موجودہ صورت میں مقالہ پیش کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا۔ پروفیسر محمد صدیق اکبر صاحب (لاہور) کا شکر گزار ہوں کہ موصوف نے الاجازات المتینہ از مرتبہ مولانا حامد رضا خان صاحب کا قلمی نسخہ عنایت فرمایا جس سے کما حقہ استفادہ کیا گیا۔

جناب تاج محمد صدیقی القادری (پشاور) کا ممنون ہوں کہ موصوف نے ضروری معلومات فراہم کیں۔ مکرمی جناب حکیم غلام محی الدین سرہندی مجددی اور جناب حامد حسین قادری (ٹنڈو محمد خاں) کا بھی شکر گزار ہوں کہ ان حضرات نے بعض ضروری کتابیں عنایت فرمائیں جن سے استفادہ کیا گیا۔ برادر محترم جناب پروفیسر قاری علیم الرحمن صاحب اور

مکرمی جناب ڈاکٹر محمد ریاض صاحب (اسلام آباد) کا ممنون ہوں کہ انہوں نے بعض عربی عبارات کے ترجمے میں مدد فرمائی اور آخر میں محب محترم ذوالمجد و الکرم حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری زید عنایتہ کا بصمیم قلب شکرگزار ہوں کہ موصوف نے مقالہ کے مبیضے پر نظر ثانی فرماکر ضروری اصلاح فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔

مولیٰ تعالیٰ ان تمام محبین و مخلصین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

۲۷ شوال ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

ٹنڈو محمد خان (سندھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افتتاحیہ

عشق و محبت کے جذب و کشش کا بھی عجیب عالم ہے۔

گاہ بحیلہ بردگاہ بزور می کشد
عشق کی ابتدا عجب عشق کی انتہا عجب

۱۹۷۰ء میں مرکزی مجلس رضا (لاہور) کے ایماء پر اپنی چودہ سالہ علمی زندگی میں پہلی بار فاضل بریلوی پر قلم اٹھایا اور مندرجہ ذیل عنوان پر ایک مقالہ قلم بند کیا۔

"فاضل بریلوی اور ترک موالات"

بفضلہ تعالیٰ یہ مقالہ ملک کے طول و عرض میں بے حد مقبول ہوا' بکثرت اخبارات و رسائل نے اس پر تبصرے لکھے اور تین چار ماہ کے اندر اندر اس کے دو ایڈیشن شائع ہو گئے۔ اس مقالے کی تیاری کے دوران فاضل بریلوی کی ہمہ گیر شخصیت کے مختلف گوشے سامنے آئے اور آنکھیں کھل گئیں۔ خیال آیا کہ جو کچھ دیکھا ہے اوروں کو بھی دکھلاؤں اور دکھانے کے لئے کچھ اور دیکھ لوں' چنانچہ اوائل ۱۹۷۱ء میں پیش نظر مقالے کے لئے مواد کی فراہمی شروع کی اس سلسلے میں محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری بانی مرکزی مجلس رضا لاہور' نے جس مستعدی اور خلوص سے مدد فرمائی اس کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ انسان جس کی طرف جذوبی ہوتا ہے تو پردۂ غیب سے دستگیری ہوتی چلی جاتی ہے۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں

رحمت ایزدی نے قدم قدم پر مشکل کشائی کی‘ کئی حادثات سے دوچار ہونا پڑا‘ اگر یہ رحمت رفیق راہ نہ ہوتی تو دولت صبر و قرار لٹ چکی ہوتی۔ یکم رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ (۲۲ اکتوبر ۱۹۷۱ء) کو راقم کے برادر گرامی حضرت مولانا حافظ قاری الحاج محمد احمد صاحب علیہ الرحمتہ کا دہلی میں اچانک وصال ہوگیا۔ ابھی یہ غم تازہ ہی تھا کہ ۱۷ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ (۶ دسمبر ۱۹۷۱ء) کو دوسرے برادر معظم حضرت مفتی اعظم مولانا حافظ قاری محمد مظفر احمد صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کراچی میں وصال فرماگئے اور پھر ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو سقوط ڈھاکہ کی المناک و غمناک خبر ہر دل کا داغ بن کر رہ گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ زندگی حادثات سے معمور ہے بلکہ مجموعہ حادثات ہے‘ اگر رفیق اعلیٰ کی معیت کاملہ کے احساس سے قلب و روح سرشار نہ ہوتے تو منزل مقصود تک پہنچنا مشکل ہو جاتا‘ اس کا خیال غمزدوں کا سہارا ہے‘ قدم قدم پر اس نے دست گیری فرمائی۔

آلام روزگار کو آساں بنادیا
جو غم ہوا اسے غم جاناں بنادیا



جس موضوع پر راقم نے قلم اٹھایا ہے اس پر بعض حضرات نے جزوی کوششیں کی ہیں‘ اور فاضل بریلوی کی سوانح کے ذیل میں اس پہلو پر معمولی اور سرسری روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً ”یہ حضرات

(۱) بدرالدین احمد قادری: سوانح اعلیٰ حضرت‘ مطبوعہ لاہور

(۲) محمد صابر قادری: مجدد اسلام‘ مطبوعہ کانپور‘ ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء

(۳) مجیب الاسلام نسیم اعظمی: ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی) ۱۳۸۶ھ / جون ۱۹۶۶

(۴) محمد عبدالحکیم شرف قادری: یادِ اعلیٰ حضرت، ہری پور ہزارہ

(۵) اقبال احمد: کراماتِ اعلیٰ حضرت، مطبوعہ بریلی

(۶) الملفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ کراچی

ان حضرات نے جو کچھ لکھا وہ چند اوراق سے زیادہ نہیں، فاضل بریلوی کی شخصیت کا یہ پہلو نہایت جاندار اور تابناک تھا اس لئے راقم نے اس طرف توجہ کی اور بحمد للہ تعالیٰ توقع سے کہیں زیادہ اس میں کامیابی ہوئی ہے۔ یہ امید نہ تھی کہ یہ مقالہ ایک کتابی صورت اختیار کر جائے گا۔

اس مقالے کی تیاری میں ہم نے خاص طور پر چار کتابوں پر اپنی توجہ مرکوز رکھی، ذیلی مباحث کے لئے بہت سی کتابیں مطالعہ کیں جن کی تفصیلی فہرست کتاب کے آخر میں "ماخذ و مراجع" کے عنوان سے پیش کر دی گئی ہے۔ یہ چار کتابیں ہمارے موضوع کا محور ہیں۔

(۱) الاجازات المتینہ لعلماء بکہ والمدینہ (مرتبہ ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء)

(۲) الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ (مرتبہ ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء)

(۳) حسام الحرمین علی منحر الکفر و المین (مرتبہ ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء)

(۴) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (مؤلفہ ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۲ء)



مخالفین نے تحریر و تقریر کے ذریعہ فاضل بریلوی کی شخصیت کو ایسا مسخ کر کے پیش کیا کہ سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرتے جھجکنے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ نصف صدی گزر جانے کے بعد بھی کسی محقق نے اس طرف توجہ نہیں کی اور کوئی ایسا کام نہ ہو سکا جو علمی دنیا میں پیش کیا جا سکے، دائرۃ المعارف الاسلامیہ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام) میں فاضل بریلوی کا ذکر تک

نہیں، حالانکہ ان کا ذکر کیا جانا چاہئے تھا اور دائرۃ المعارف کے ارباب حل و عقد کسی فاضل کو اس طرف متوجہ کر کے یہ اہم کام انجام دیتے؛ مگر نہیں

آنچہ ما کردیم بر خود ہیچ نابینا نہ کرد

ہماری سوانح نگاری اور تاریخ نگاری تعصب و تنگ دلی کی نذر ہوگئی، جس نے لکھا اپنے مخالف کے سارے کارناموں کو سیاہ کر دکھایا یا پانی ہی پھیر دیا۔ بہت کم ایسے ہیں جنہوں نے مخالف کے بارے میں عدل و انصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ کسی بھی اہم شخصیت کو نظرانداز کر دینا تاریخی دیانت کے منافی ہے اور پھر ایسی شخصیت جس کی نظر دوسری شخصیتوں پر قاہرانہ ہے، بڑی سے بڑی شخصیت جس کو مرعوب نہیں کر سکتی، اپنے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے آگے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا، ضروری ہے کہ ایسی شخصیت کو پرکھیں، اس کے دل کی گہرائیوں میں اتریں، اس کے خلوص و محبت کا اندازہ لگائیں، جو کچھ کہے اس کو بغور سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔



بعض حضرات نے عادل و منصف بنکر بریلوی اور دیوبندی مکاتیب فکر کا تاریخی جائزہ لینے کی سعی فرمائی ہے، مگر یہ حضرات جانب دیگر کچھ جھکے جھکے سے معلوم ہوتے ہیں اور بعض مقامات پر تو کچھ پھٹ پڑنے والی کیفیت بھی محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً "فیروزالدین روحی کی کتاب آئینہ صداقت (مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء) بعض حضرات نے علماء پاک و ہند کی سیاسی سرگرمیوں کا جائزہ لیا ہے مگر ان کو فاضل بریلوی اور ان کے خلفاء و تلامذہ میں سے کوئی نظر نہیں آیا۔ مثلاً" مولوی محمد میاں کی کتاب "علمائے ہند کا شاندار ماضی" اور منشی عبدالرحمن کی "تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی" وغیرہ۔ بعض حضرات نے فاضل بریلوی سے متعلق کتابوں پر تنقید کے بہانے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ مثلاً" مولانا ظفرالدین بہاری کی تالیف. حیات اعلیٰ حضرت" (جلد اول) پر مولوی محمد سلیمان بدایونی کی تنقید جو سہ ماہی "العلم" (کراچی)

ا۔ الحمدللہ احقر کا تحقیقی مقالہ بعنوان "رضا بریلوی" "انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (جلد نمبر 10 جز نمبر 5) میں شائع ہو چکا ہے۔ اور دوسرا تحقیقی مقالہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (ہالینڈ) میں اشاعت کے لئے فرانس بھیجا جا چکا ہے۔ مسعود

کے شمارے ۸،۷ ۱۳۷۸ھ / مارچ ۱۹۵۸ء میں شائع ہو چکی ہے۔ فاضل تنقید نگار نے کتاب پر کم اور فاضل بریلوی کی شخصیت پر زیادہ تنقید فرمائی ہے۔ افتتاحیہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ ورنہ ہم اس متعصبانہ تنقید کا تجزیہ کرتے اور یہ دکھاتے کہ کس طرح اہل علم تابناک سیرت کو داغدار بنا رہے ہیں۔

تذکرہ علمائے ہند کے مترجم نے فاضل بریلوی کے حالات کے ضمن میں "حیات اعلیٰ حضرت" کی طرف قارئین کو متوجہ کرتے ہوئے اس تنقید کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو "حیات اعلیٰ حضرت" پر پانی پھیرنے کے مترادف ہے۔ جب یہ تنقید خود محتاج تنقید ہے تو اس کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں۔



جیسا کہ ابتداء میں عرض کیا گیا راقم السطور نے ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء میں "فاضل بریلوی اور ترک موالات" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا تھا۔ اس میں یہ کوشش کی تھی کہ جو بات کہی جائے تعصب اور تنگ دلی سے بالاتر رہ کر کہی جائے۔ حقائق و واقعات کو تاریخ کی روشنی میں پیش کیا جائے۔ **الحمد للہ علی احسانہ** کہ اس تحریر نے پورا پورا اثر دکھایا اور جن علماء کے دلوں میں شکوک و شبہات تھے وہ اس کے مطالعہ کے بعد رفع ہو گئے۔ اس سلسلے میں بلوچستان سے ایک عالم مولانا عبدالباقی صاحب کے مکتوب کا اقتباس پیش کرتا ہوں:۔

> جناب نے "فاضل بریلوی اور ترک موالات" کے موضوع پر جو زریں نکات قلم بند فرمائے ہیں اس سے حقیر کے دل میں بہت سے شکوک و ابہام کا استیصال ہوا' واقعی اعلیٰ حضرت مفتی صاحب اسی منصب کے مالک ہیں مگر بعض حاسدوں نے آپ کا صحیح حلیہ اور علمی تبحر طاق نسیان میں رکھ کر آپ کے بارے میں غلط اوہام کو پھیلا دیا ہے جس کو ناآشنا قسم کے لوگ سن کر صید وحشی کی طرح متنفر ہو جاتے ہیں اور ایک مجاہد عالم دین مجدد وقت ہستی کے بارے میں گستاخیاں کرنے لگ جاتے ہیں حالانکہ علمیت میں وہ ایسے بزرگوں کے عشر عشیر بھی نہیں ہوں گے۔ مگر محترم پروفیسر صاحب کے مقالہ مذکور کے دقیق

مطالعے سے ان شاء اللہ غیر متعصب لوگ ضرور اپنے کئے ہوئے پر
نادم ہو کر اعلیٰ حضرت کے معتقد اور حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔

(مکتوب محررہ ۲۲ نومبر ۱۹۷۱ء از کوئٹہ)

موصوف کوئی بریلوی عالم نہیں' رب العزت نے قلب و نظر میں وسعت عطا فرمائی تو حق کی طرف متوجہ ہوئے اور جو کچھ محسوس کیا صاف دلی کے ساتھ تحریر کر دیا تاکہ دوسروں کے لئے عبرت ہو۔



فاضل بریلوی پاک و ہند کی جانی پہچانی شخصیت ہیں لیکن بعض نے تو اس کے باوجود بھی نہ جانا اور بعض نے جانا پہچانا مگر جاننے پہچاننے کا حق ادا نہ کیا۔ جاننے پہچاننے کے مختلف مدارج ہیں' سن کر جاننا' دیکھ کر جا' ساتھ بیٹھ کر' زندگی کے کچھ لمحات گزار اور پرکھ کر جاننا پہچاننا' جنہوں نے سن کر جانا ان میں ایک طبقہ ایسا ہے جو فاضل بریلوی کے متعلق صرف اس قدر سننا چاہتا ہے کہ اس کی غلط فہمیوں کی تائید ہوتی رہے اور بس۔ زیادہ بات کرنا نہیں چاہتا۔ مگر ان سننے والوں میں بعض حضرات ایسے بھی ہیں جن کو ذوق و شوق کشاں کشاں ان کے قدموں تک لے گیا' پھر انہوں نے علم الیقین سے گزر کر عین الیقین کی منزل میں قدم رکھا اور حق الیقین حاصل کیا۔ انہی حضرات میں ایک بزرگ مولوی مفتی عبدالسنان صاحب (مدرس مدرسہ عربیہ محمدیہ' عظیم آباد' پٹنہ) ہیں۔ مولانا ظفر الدین بہاری کے نام ایک مکتوب (محررہ ۱۳۴۶ھ / ۱۰ دسمبر ۱۹۲۷ء) میں فاضل بریلوی کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں وہ تو آفتاب شریعت' ماہتاب طریقت ہیں' دنیا کا کون سا خطہ اور مقام ہے جو آپ کی علمی ضو فشانیوں سے محروم رہا ہو' دوست تو دوست دشمن کو بھی آپ کے تبحر علمی اور فضل و بزرگی کا قائل پایا' سچ ہے۔

"والفضل ما شھدت بہ الاعداء"

علمائے عصر و فضلائے دہر' خواہ وہ کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں آپ کی تحقیقات و تدقیقات کے سامنے سر تسلیم خم ہی کرتے تھے' ہندوستان تو ہندوستان' علمائے مکہ و مدینہ (زادھما اللہ تعالی شرفا" و تعظیما") روم و شام' مصر و یمن سب ہی کو آپ کے علم و فضل کا مداح پایا' مجھ حقیر کو بھی ۱۳۲۹ھ کے موسم بہار میں زیارت کا موقع ملا"۔

(ظفر الدین بہاری: سوانح اعلیٰ حضرت' جلد اول' مطبوعہ کراچی' ص ۲۰۵)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

"یوں تو عرصہ دراز سے آپ کے رسائل مفیدہ و تحریرات انیقہ دیکھا کرتا تھا اور جزئیات فقہیہ پر اعلیٰ حضرت کو جو ید طولیٰ حاصل تھا اس کا قائل بھی تھا اور درحقیقت یہی رسائل و تحریرات نے زیارت کا ولولہ بھی اس فقیر کے دل میں پیدا کر دیا تھا۔

(ایضا" ص ۲۰۵)



ایک اور جلیل القدر عالم کا حال سنئے جو عہد حاضر کے زبردست فقیہہ تھے یعنی مولانا سراج احمد صاحب (متوفی ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء) ستر سال درس دیا اور فتویٰ نویسی کو نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا۔ مولانائے موصوف فرماتے تھے کہ طالب علمی کے زمانے میں یہ بات ذہن میں بٹھادی گئی تھی کہ مولوی احمد رضا خاں کی کتابیں پڑھنا ناجائز ہے اور ان کی تصنیفات کو تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں۔ لوگوں سے ان کی تبحر علمی کی باتیں سن رکھی تھیں جس کو ہمارے حلقے میں مریدین و معتقدین کے غلو سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ حسن اتفاق کہ رسالہ' میراث کی تالیف کے وقت ایک مسئلے میں الجھن پیدا ہو گئی' علماء دہلی' دیوبند' سہارن پور کو لکھا مگر شافی جواب نہ ملا۔ ناچار مولوی احمد رضا خاں کو بھی لکھا انہوں نے بڑا مدلل

ٹ افسوس کہ حضرت سراج الفقہاء ۵ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ / ۱۳ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز سہ شنبہ وصال فرماگئے۔

اور مشرح جواب عنایت فرمایا جس سے پوری تشفی ہو گئی اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔
اس جواب نے مولانا سراج احمد صاحب پر جو تاثرات قائم کئے وہ انہی کے الفاظ میں سنئے:

"اس جواب کو دیکھنے کے بعد مولانا احمد رضا خان قدس سرہ کے متعلق میرا انداز فکر یکسر بدل گیا اور ان کے متعلق ذہن میں جمائے ہوئے تمام خیالات کے تار و پود بکھر گئے' ان کے رسائل اور دیگر تصانیف منگوا کر پڑھے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے سامنے سے غلط عقائد و نظریات کے سارے حجابات آہستہ آہستہ اٹھ رہے ہیں"۔

(محمد عبدالحکیم شرف قادری: سوانح سراج الفقہاء' مطبوعہ لاہور' ۱۳۹۲ھ' ص ۳۳)



مولانا سراج احمد نے اپنے مکتوب (بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری) میں مولوی نظام الدین احمد پوری (وہابی) کا یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک مسئلے کے سلسلے میں جب انہوں نے فاضل بریلوی کے رسالہ "الفضل الموھبی و فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی"۔ کے چند ابتدائی اوراق منازل حدیث کے سنائے تو انہوں نے بصد حیرت و استعجاب فرمایا:

"یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے۔۔۔ افسوس میں ان کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا"۔

پھر جب چند مسائل فقہیہ کے جوابات رسائل رضویہ سے سنائے تو فرمایا:

علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں' یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں"۔

(ایضاً" ص ۳۴)

یہ اس عالم کے الفاظ ہیں جو معاصرین علماء دیوبند میں کسی کو اپنا ہم پلہ نہ سمجھتے تھے لیکن فاضل بریلوی کے تبحر کا علم ہوا تو فراخ دلی سے اعتراف فرمایا۔



جنہوں نے جاننے پہچاننے کی کوشش ہی نہ کی ان سے تو صرف یہی شکایت ہو سکتی ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں نہ کیا' مگر زیادہ شکایت ان حضرات سے ہو سکتی ہے جنہوں نے جاننے پہچاننے کے باوجود حق معرفت ادا نہ کیا' چاہیے تو یہ تھا کہ اپنے محبوب قائد کے علمی کارناموں کو اجاگر کرتے اور ان کی شہرت کو چار چاند لگاتے' ایسا منظم طریق تعلیم رائج کرتے جس سے قابل فخر فضلاء پیدا ہوتے' شعبہ تصنیف و تالیف میں بلند مقام حاصل کرتے۔ مدارس دینیہ اور سکولوں' کالجوں میں نئی پود کی اصلاح کا فریضہ انجام دیتے' تاریخ و تذکرہ کی طرف خاطر خواہ توجہ دیتے۔ مختلف اطراف سے الحاد و بیدینی کے اٹھنے والے سیلاب کے استیصال کے لئے پورے نظم و ربط سے کام کرتے' مگر افسوس کہ نظم و اتحاد کے فقدان کی وجہ سے کسی طرف بھی معتدبہ کام نہ ہو سکا۔



ساٹھ سال ہوتے ہیں کہ فاضل بریلوی نے قرآن کریم کا جیتا جاگتا اردو ترجمہ پیش کیا' ضرورت تھی کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جاتی مگر نہ معلوم کیوں یہ اتنی سست رفتاری سے چلا کہ بعد والے آگے بڑھ گئے۔ تعمیر پاکستان کے بعد تو ایسے جواہر پارے برق رفتاری کے ساتھ آگے بڑھے ہیں۔ مگر حقوق طباعت کی ہوس نے ہمارے بہت سے شاہ پاروں کو دفن کر دیا ہے' ممکن ہے اس کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا ہو۔ خدا خدا کر کے چند سال ہوئے یہ پوری طرح منظر عام پر آیا' ایک عزیز نے اس کا مطالعہ کیا تو فرمایا: "ایک نیا ترجمہ شائع ہوا ہے' مترجم کوئی مولوی احمد رضا خاں صاحب ہیں"۔ راقم نے عرض کیا یہ ترجمہ ۱۳۳۰ھ ر ۱۹۱۱ء میں شائع ہو چکا تھا۔ مولانا محمد حسین کا ترجمہ ۱۳۳۸ھ ر ۱۹۱۹ء میں مکمل ہوا اور ۱۳۴۲ھ ر ۱۹۲۳ء میں منظر عام پر آیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے تراجم (مع تفاسیر قرآن) تو بہت کی چیزیں ہیں۔ لیکن یہ تراجم اس شان سے شائع کیے گئے کہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ سابقین اولین پر شہرت میں سبقت لے گئے۔

ضرورت ہے کہ مشترکہ کوششوں سے ایک ایسا مرکزی ادارہ قائم کیا جائے جو فاضل بریلوی کی ان تصانیف کی طرف خصوصی توجہ دے جو ان کی ہمہ گیر شخصیت و علمیت کی

مظہر ہیں' کم از کم پاکستان میں یہ ممکن ہے' صرف جذبہ ایثار و قربانی کی ضرورت ہے۔ بعض ادارے جزوی طور پر اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں اور دو ایک ادارے تو بہت صاف ستھرے کام کر رہے ہیں لیکن انفرادی کوشش سے اجتماعی کوششیں بدرجہا بہتر ہیں۔ مادی منافع کا خیال دل سے نکال دیا جائے اور فاضل بریلوی کے پیغام کی اشاعت کو مقصود بنا لیا جائے تو کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔



دوسرے حضرات نے نہ صرف یہ کہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کے کارناموں کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا بلکہ ان کی سوانح لکھ کر ان کی شخصیت کو بھی خوب ابھارا' ان سے سبق لینا چاہیے' جدید اور دور متوسط کی سوانح پر نظر ڈالی جائے تو قابل ذکر کتابیں انہیں حضرات کے ہاں نظر آتی ہیں۔ مثلاً یہ کتابیں ابن عبدالوہاب (مسعود عالم ندوی)' سید احمد شہید' غلام رسول مہر) سیرت سید احمد شہید (ابوالحسن علی ندوی)' سوانح احمدی (محمد جعفر تھانیسری) شاہ اسماعیل (مرزا حیرت دہلوی)' انوار قاسمی (محمد انوار الحسن)' تذکرہ افغانی (عبدالحلیم اثر)' جمال الدین افغانی (ضیاء الدین احمد برنی)' جمال الدین افغانی (مرزا ادیب) حیات شبلی (سید سلیمان ندوی)' حیات جاوید (الطاف حسین حالی)' اشرف السوانح (عزیز الحسن)' نقش حیات (حسین احمد مدنی)' انور شاہ کشمیری (قاری محمد رضوان اللہ)' امام الہند (ابو سلمان الہندی)' تذکرہ سلیمان (غلام محمد)' ابوالاعلیٰ مودودی (علی سفیان آفاقی) الغرض بیشمار کتابیں ہیں اور ان میں سے بیشتر فن سوانح نگاری کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف فاضل بریلوی کی سوانح پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ کشکول واقعات اور مدلل مدائح کے' ذیل میں تو آتا ہے' سوانح کا اطلاق اس پر مشکل ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ محققین اس طرف توجہ کریں تو اتنا مواد میسر آئے کہ سمیٹنا مشکل ہو جائے۔



اب ہم پیش نظر مقالے کے متعلق چند باتیں عرض کریں گے۔

موضوع کا تقاضا تو یہ تھا کہ جو کچھ کہا جاتا اسی کے متعلق ہوتا مگر مشکل یہ آپڑی کہ ہم ایک ایسی شخصیت کے تعارف کی کوشش کر رہے ہیں جس پر تہمتوں کے انبار لگے ہیں۔

ایک جماعت تعریف و توصیف تو در کنار ان کے متعلق بات سننا بھی گوارا نہیں کرتی اور شدت تنفر کا یہ عالم ہے کہ اگر ہاتف غیبی بھی ان کی تعریف میں رطب اللسان ہو تو معاذ اللہ ابلیس لعین سمجھ کر اس سے منہ موڑلیں۔ اس لئے ضروری سمجھا کہ ان غلط فہمیوں اور تہمتوں کے ازالے کے لئے بعض مباحث شامل کر دیئے جائیں گو براہ راست ان کا موضوع سے تعلق نہیں مگر بنیادی طور پر وہ قاری کے لئے مسکن کا کام دیں گے۔

اس کے علاوہ بعض مخالفین نے ایسی کتابیں لکھی ہیں جو ہمارے موضوع سے متصادم ہیں۔ اس لئے یہ بھی ضروری سمجھا کہ مقالے کے آخر میں "استدراک" کے عنوان سے ان کا تجزیہ پیش کر دیا جائے تاکہ حقائق مخفی نہ رہیں۔ استدراک میں ہم نے ان کتابوں کا تجزیہ کیا ہے۔

۱۔ غایۃ المامول فی تتمہ منہج الوصول فی تحقیق علم غیب الرسول

۲۔ المہند علی المفند

۳۔ الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب



ہمارا خطاب ان سے نہیں جو پہلے ہی عقیدت و محبت میں سرشار ہیں بلکہ ان سے ہے جو غلط فہمیوں کا شکار ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے دانش و بینش سے نوازا ہے' ہم امید کرتے ہیں کہ یہ حضرات ہماری بات توجہ سے سنیں گے اور ہماری تحریر کی روشنی میں فاضل بریلوی کی شخصیت کے حقیقی خدوخال دیکھنے کی کوشش کریں گے' اگر ایسا ہوا تو ہم سمجھیں گے کہ ہماری کوششیں بار آور ہوئیں اور ہم تالیف و تزکیہ قلوب کا اہم فریضہ انجام دے سکے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو!

اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو
وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے

مرکزی مجلس رضا' لاہور' مبارک باد اور تحسین و آفریں کی مستحق ہے کہ وہ خلوص نیت کے ساتھ اپنا فریضہ بحسن و خوبی انجام دے رہی ہے اور ایسی مطبوعات سامنے لا رہی

ہے جو اہل دانش کو اپنی طرف متوجہ کر سکیں امید ہے کہ وہ اس سنجیدگی اور وقار کو برقرار رکھے گی۔

اس مجلس کے روح رواں حکیم محمد موسیٰ امرتسری ہیں جو نہایت خاموشی سے علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کی غائبانہ محبت واخلاص نے راقم کو اتنا متاثر کیا کہ محض رضائے الٰہی کے لئے ایک سال کے اندر اندر یہ تحقیقی مقالہ مرتب کیا حالانکہ دوسرے مقالات تسوید و تبییض کے لئے عرصے سے منتظر تھے مگر فیض رضا کی کرامت کہئے کہ تمام دنیوی علائق سے منقطع کر کے اپنی طرف ایسا کھینچا کہ کھنچا ہی چلا گیا۔

گاہ بحیلہ می برد گاہ بزور می کشد
عشق کی ابتداء عجب عشق کی انتہا عجب

۲۷ شوال ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء

احقر
محمد مسعود احمد عفی عنہ
ٹنڈو محمد خان (سندھ)

امام احمد رضا اور عالم اسلام

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

""امام احمد رضا کو ان کی تصنیف "الدولۃ المکیہ" نے علمائے حرمین شریفین میں جو عزت بخشی'اس کا اعتراف بکثرت علمائے اسلام نے تقاریظ کی صورت میں کیا۔ان میں سے بہت سی شائع ہو گئیں اور کچھ شائع ہونے سے رہ گئیں۔

ان غیر مطبوعہ تقاریظ کو حضرت مسعود ملت نے 1981ء میں مرتب کیا۔اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا'کراچی نے 1983ء میں شائع کیا_____اس کتاب پر محررہ تقدیم اور افتتاحیہ اب آئینہ رضویات'سوم کی زینت بن کر آپ کے سامنے ہے۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

عالم اسلام میں امام احمد رضا کی جس طرح پذیرائی ہوئی اس کا کچھ اندازہ فتاویٰ الحرمین'حسام الحرمین'الدولۃ المکیہ اور الاجازات المتینہ وغیرہ کے مطالعہ سے ہوتا ہے_____الصورام الہندیہ' مقالات یوم رضا'فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں'المیزان'انوار رضا'امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں'مجدد الامہ'جہان رضا'خیابان رضا وغیرہ کتب بھی عالم اسلام میں احمد رضا کی عظمت و رفعت کو مزید اجاگر کرتی ہیں_____اس خصوص میں امام احمد رضا کی تصنیف الدولۃ المکیہ نہایت ممتاز ہے'اس پر بکثرت علمائے اسلام نے تقاریظ لکھی ہیں جن میں بہت سی شائع ہو گئیں اور کچھ غیر مطبوعہ بریلی میں محفوظ رہیں'حسن اتفاق کہ غیر مطبوعہ اصل تقاریظ کا یہ علمی ذخیرہ پاکستان میں دستیاب ہو گیا۔ راقم نے 1981ء کے اوائل میں ان تقاریظ کی تدوین کا کام شروع کیا اور اب بحمد اللہ تعالیٰ یہ تقاریظ نیز

امام احمد رضا کی دوسری تصانیف کی 70 سے زیادہ نادر و نایاب قلمیں شائع کی جا رہی ہیں' ساتھ ہی امام احمد رضا کی حیات اور کارناموں پر ایک مقالہ بھی شامل کیا جا رہا ہے۔

ایک بات قابل توجہ ہے' علمائے اسلام نے تقاریظ اس انداز سے لکھی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا سے ان حضرات کے برسوں سے مراسم تھے حالانکہ امام احمد رضا خاں کا حرمین شریفین میں قیام مجموعی طور پر چند ماہ رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات نے امام احمد رضا کی شخصیت و علمیت سے متاثر ہو کر اپنے اپنے تاثرات قلمبند کئے اور ایک ہندی عالم کے بارے میں اس طرح دل کھول کر اظہار خیال کیا جیسے وہ ان کے ساتھ برسوں رہا ہو۔ بلاشبہ حرمین شریفین میں کسی کا اس طرح مرکز نگاہ بن جانا بجائے خود فضل عظیم ہے' یہاں تو بڑے بڑے علماء اور اولیا غلامانہ پھرتے ہیں۔

تقاریظ کے فائل میں تقریباً" 64 تقاریظ میں جو سعودی عرب' شام اور مصر و عراق کے علماء نے لکھی ہیں' ان میں بعض تقاریظ اصل ہیں اور بعض نقول' راقم نے 38 مقرظین کی خود نوشت تقاریظ کا انتخاب کیا ہے' نقول کو نظرانداز کر دیا گیا ہے ____ قارئین کرام کی سہولت کے لئے عربی تقاریظ کا اردو میں خلاصہ قلمبند کر دیا گیا ہے' یہ کام راقم کے کرم فرما فاضل جلیل مولانا عبدالرحمن تنتوی (خطیب جامع مسجد ہاشم آباد' ٹھٹھہ' سندھ) نے مکمل فرمایا' اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور دارین میں سرفراز فرمائے' آمین۔

محترم سید ریاست علی قادری نگران اعلیٰ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا ہم کو ممنون ہونا چاہئے کہ موصوف کی عنایت سے ہم کو یہ تقاریظ ملیں ____ انہوں نے پاکستان میں پہلی بار محققین کے لئے اتنا مواد فراہم کر دیا ہے جس کا وہم و گمان بھی نہ تھا اور جس کا سنبھالنا مشکل ہو گیا' وہ 1980ء میں بریلی گئے اور وہاں سے نبیرہ امام احمد رضا مولانا خالد علی خاں (مہتمم دارالعلوم مظہر اسلام' بریلی) کی عنایت سے امام احمد رضا کے چالیس قلمی حواشی لائے جن میں جیمز پرائڈ کے رسالہ لوگارثم (مطبوعہ لندن 1878ء) کے اردو ترجمے پر امام احمد رضا کا فارسی حاشیہ جو تشریحی اور تنقیدی و تحقیقی نوٹس پر مشتمل ہے' ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی نے شائع کیا ہے۔۔۔ جس کے بانی سید صاحب موصوف ہی ہیں (حاشیہ رسالہ لوگارثم کے صرف ایک صفحہ پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' اسلام آباد کے پروفیسر ابرار حسین صاحب نے مستقل مقالہ قلمبند کیا ہے جو معارف رضا (مطبوعہ کراچی 1981ء) میں شائع ہوا ہے) ____ متذکرہ بالا چالیس قلمی حواشی کے علاوہ 1981ء میں مولانا خالد علی خاں نے مختلف علوم

وفنون پر امام احمد رضا کی بہت سی قلمی اور مطبوعہ تصانیف ارسال کیں جن کی تعداد دو سو سے متجاوز ہے' یہ سارا ذخیرہ سید ریاست علی قادری کے پاس ہے۔ موصوف کی عنایت سے راقم کو بھی اس علمی ذخیرے کی زیارت نصیب ہوئی' اس ذخیرے میں ایک فائل نظر سے گزرا جس میں امام احمد رضا کے عربی رسالہ الدولۃ المکیہ پر علمائے اسلام کی اصلی تقاریظ محفوظ تھیں' انہی تقاریظ میں سے بعض تقاریظ کے عکس آپ کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عقیدت مندان امام احمد رضا کو مزید ہمت و حوصلہ عطا فرمائے تاکہ آپ کے وہ کتب و رسائل جلد از جلد منظر عام پر لاسکیں جن کا اہل علم و فکر کو عرصے سے انتظار ہے۔ مولائے کریم ہم سب کو مسلک اہل سنت و جماعت کی خدمت کی لگن عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین' رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ
پرنسپل
گورنمنٹ ڈگری کالج' ٹھٹھہ (سندھ)

افتتاحیہ

عالم اسلام میں امام احمد رضا کا پہلا تعارف اس وقت ہوا جب وہ 1295ھ / 1878ء میں اپنے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خاں کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے' اس موقع پر مفتی شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل مکی نے بغیر کسی سابقہ تعارف کے امام احمد رضا کی پیشانی دیکھ کر بے ساختہ فرمایا:۔

انی لاجد نوراللہ من ھذا الجبین

"میں اس پیشانی میں اللہ کا نور محسوس کر رہا ہوں"

اس کے ساتھ اور واقعات بھی پیش آئے جن کی تفصیل آگے آتی ہے ____ عالم اسلام میں اس مجمل تعارف کے تقریباً" 22 سال بعد 1371ھ / 1899ء میں قدرے تفصیلی تعارف اس وقت ہوا جب ندوہ میں امام احمد رضا کا فتوے تصدیق و توثیق کے لئے علمائے اسلام کے سامنے پیش ہوا اور انہوں نے اپنی تصدیقات عنایت فرمائیں' پھر چھ برس بعد 1323ھ / 1905ء میں پچھلے تعارفوں کی تکمیل ہوئی' جب امام احمد رضا دوسری بار حج بیت اللہ کے لے حرمین طیبین حاضر ہوئے اور وہاں علماء نے آپ سے فتوے لئے اور سندیں حاصل کیں اور آپ کی عربی تصانیف المستند المعتمد اور الدولتہ المکیہ پر تقاریظ لکھیں اور تصدیقات ثبت کیں' ایک نہیں بلکہ 70' 80 علماء اسلام نے اپنے تاثرات بڑی فراخ دلی کے ساتھ تحریر فرمائے۔ تفصیلات آگے آتی ہیں

الغرض امام احمد رضا کی شخصیت و علمیت جس کا تعارف 1295ھ / 1878ء میں ہوا تھا' 1324ھ / 1906ء تک 30 سال کے اندر اندر دور و نزدیک اس کا چرچا ہونے لگا' علماء اسلام نے امام احمد رضا سے جس وابستگی اور شیفتگی کا ثبوت دیا' وہ باعث حیرت ہے ____ چند تاثرات ملاحظہ ہوں۔

حافظ کتب الحرم شیخ اسمٰعیل بن خلیل مکی جو مکہ معظمہ کے ایک جید عالم تھے' ایک مکتوب میں امام احمد رضا کو لکھتے ہیں۔

لکن الفقیر احد نفسی ثالث اولادکم 1

1 احمد رضا' الدولتہ المکیہ' ص 642

"لیکن فقیر آپ کی اولاد میں خود کو تیرا بیٹا شمار کرتا ہے۔"

یہی بزرگ امام احمد رضا کی تصنیف الدولتہ المکیہ پر تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

شیخنا العلامہ المجدد 1

اور امام احمد رضا کی دوسری تصانیف المستند المعتمد پر تقریظ لکھتے ہوئے کہتے ہیں:۔

بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقا و صدقا 2

شیخ موسیٰ علی شامی الازہری احمدی دروری الدولتہ المکیہ پر اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:۔

امام الائمتہ المجدد لھذہ الا 1-html

اور حسین بن علامہ سید عبدالقادر طرابلسی الدولتہ المکیہ ہی پر تقریظ لکھتے ہوئے کہتے ہیں:۔

حامی ملتہ المحمدیتہ الطاہرۃ و مجدد المائتہ الحاضرۃ 4

امام احمد رضا کے معاصرین میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا رحمن علی اپنی فارسی تصنیف "تذکرہ علمائے ہند" میں امام احمد رضا کے حالات میں لکھتے ہیں:۔

"دور سال نو دو پنجم صدی مذکور (1295ھ) بہ معیت والد ماجد خود بہ زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً" مشرف شدہ از اکابر علمائے آں دیار اعنی سید احمد دحلان مفتی شافعیہ و عبدالرحمن سراج مفتی حنفیہ سند حدیث و فقہ و اصول و تفسیر و دیگر علوم یافتہ ____ روزے نماز مغرب بمقام ابراہیم علیہ السلام خواند' بعد نماز امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بلا تعارف سابق' دست صاحب ترجمہ گرفتہ بخانہ خود بردو تا دیر پیشانی سے گرفتہ فرمود۔

انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین

بعدہ سند صحاح ستہ و اجازت سلسلہ قادریہ بہ دستخط خاص دادہ فرمودند کہ نام تو ضیاء الدین احمد است ____ و سند مذکور تا امام بخاری علیہ الرحمہ یازدہ وسائط اند و ہم در مکہ معظمہ بہ ایمائے شیخ جمل اللیل

---

2 احمد رضا خاں: الدولتہ المکیہ' ص 82
3 رحمن علی: تذکرہ علمائے ہند (فارسی)' مطبوعہ لکھنؤ 1914ء' ص 16,15
1۔ مکتوب محررہ 1330ھ /1912ء
1۔ احمد رضا خاں: الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ' مطبوعہ کراچی 1955ء' ص 6
2۔ احمد رضا خاں: حسام الحرمین' مطبوعہ لاہور 1975ء' ص 51

موصوف شرح رسالہ جوہرہ مضمہ در بیان مناسک حج مذہب شافعیہ کہ از تصانیف شیخ سابق الوصف است' اندر دو یوم نوشتہ ونام آں "النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضمہ" مقرر کردہ پیش شیخ برد' شیخ بہ تحسین و آفرین وے لب کشاد' در مدینہ طیبہ مفتی شافعیہ یعنی صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد عرب ضیافت صاحب ترجمہ کردہ ــــــ بعد نماز عشاء صاحب ترجمہ در مسجد خیف تنہا توقف نمود' در آں جابشارت مغفرت یافتہ 3

(ترجمہ) 1295ھ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حرمین شریفین حاضر ہوئے اور وہاں کے اکابر علماء مفتی شافعیہ سید احمد دحلان' مفتی حنفیہ عبدالرحمٰن سراج سے حدیث و فقہ واصول و تفسیر اور دوسرے علوم میں سند لی۔

ایک روز نماز مغرب مقام ابراہیم علیہ السلام پر ادا کی' نماز کے بعد امام شافعہ حسین بن صالح جمل اللیل نے سابقہ تعارف کے بغیر مولانا احمد رضا خاں کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے' وہاں دیر تک آپ کی پیشانی تھامے رہے اور فرمایا:۔

"میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں"

اس کے بعد امام شافعیہ نے آپ کو صحاح ستہ میں اور سلسلہ قادریہ میں اپنے دستخط خاص سے اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاءالدین احمد رکھا' سند مذکور میں امام بخاری علیہ الرحمہ تک گیارہ واسطے ہیں۔

مکہ معظمہ میں شیخ جمل اللیل موصوف کے ایماء پر مذہب شافعیہ میں مناسک حج پر ان کے رسالے "جوہرہ مضمہ" کی دو روز میں شرح لکھی۔ اور اس کا نام "النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضمہ" رکھا' جب یہ شرح شیخ موصوف کے پاس لے گئے تو شیخ نے تحسین و آفرین کی۔

مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد عرب نے آپ کی دعوت کی' اسی روز نماز عشاء کے بعد مسجد خیف میں تنہا قیام کیا اور یہاں آپ کو مغفرت کی بشارت ملی۔"

خود امام احمد رضا نے یہ حالات اپنی تصنیف "النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضمہ" میں اس طرح لکھے ہیں:۔

1295ھ میں فقیر سراپا تقصیر عبدالمصطفیٰ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی غفرا للہ لہ۔۔

۔ہمراہی رکاب حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی مد ظلہم العالی۔۔۔ خلف۔۔۔

حضرت مولانا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب قادری قدس سرہ العلی نعمت حاضری بلدہ معظمہ مکہ مکرمہ ہاتھ آئی۔ حسن اتفاق کہ ایک روز جناب مولانا سید حسین بن صالح جمل اللیل علوی فاطمی قادری مکی امام و خطیب شافعیہ سے مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قریب کے فقیر رکعات طواف اور وہ جناب امامت نماز مغرب سے فارغ ہوئے تھے' ملازمت حاصل ہوئی۔ سبحان اللہ! عجب بزرگ خوش اوقات و برکات ہیں۔ اکثر عرب' جاوہ و داغستان وغیرہا بلاد نزدیک و دور کے ہزاروں آدمی ان کے بلکہ ان کے مریدوں کے مرید اور شرف بیعت' سلسلہ تلمذ سے مستفید ہیں۔

اول نیاز میں حد سے زیادہ لطف فرمایا' فقیر کا ہاتھ دست مبارک میں لئے دولت خانہ تک کہ نزدیک باب صفا واقع ہے' لے گئے اور تا قیام مکہ معظمہ حاضری کا تقاضا فرمایا' فقیر حسب وعدہ حاضر ہوا' مسائل حج میں ایک ارجوزہ اپنا مسمی "بالجوہرۃ المضیہ" فقیر کو سنایا' پھر فرمایا' اکثر اہل ہند اس سے مستفید نہیں ہو سکتے' ایک تو زبان عربی' دوسرے مذہب شافعی اور ہندی اکثر حنفی' میں چاہتا ہوں کہ تو اس کی بزبان اردو تشریح اور اس میں مذاہب حنفیہ کی توضیح کر دے۔ فقیر نے باعث اجر جزیل و ثواب جمیل سمجھ کر قبول کیا' اگرچہ وہاں نہ فرصت تھی اور نہ کتابیں پاس۔

روز اول دو بیت کے متعلق صرف تفصیل مسائل میں تین ورق طویل سے زائد لکھے گئے' جب بطور انموذج حاضر کئے' جناب مولانا نے فرمایا میرا مقصد تطویل اور اس قدر تفصیل نہیں کہ عوام اس سے کم مستفید و متمتع ہوتے ہیں' صرف ہمارے کلام کا ترجمہ و خلاصہ مطلب اور جہاں حنفیہ کا اختلاف ہو' ان کا بیان مذہب ہو جائے ـــــــ فقیر نے امتثال امر لازم اور یہی امر فرصت حاصلہ کے ملائم دیکھ کر بتاریخ ہفتم ذی الحجہ 1295ھ روز جاں افروز دو شنبہ یہ مختصر جملے لکھ دیئے اور "النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ" سے ملقب کئے۔1

4۔ احمد رضا' النیرۃ الوضیہ فی شرح الجواہرۃ المضیہ' مطبوعہ لکھنؤ 1308ھ۔1890ء' ص 2-3
(نوٹ): الجوہرۃ المضیہ' عربی میں منظوم رسالہ ہے اور النیرۃ الوضیہ اس کی اردو شرح اور الطرۃ الرضیہ' النیرۃ الوضیہ کے حواشی ہیں' اس کے محشی بھی امام احمد رضا ہیں' یہ تینوں یک جا مطبع انوار محمدی' لکھنؤ میں 13 جمادی الاخر 1308ء کو طبع ہوئے ـــــــ راقم کو یہ مطبوعہ نسخہ محترم ریاست علی قادری کی عنایت سے ملا' اس کی تفصیل یہ ہے۔
صفحہ 1 سے 27 تک الجوہرۃ المضیہ مع شرح النیرۃ الوضیہ' پھر زیارت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق امام احمد رضا نے اپنے رسالے البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ کا خلاصہ شامل کیا ہے' یہ صفحہ 27 سے 32 تک پھیلا ہوا ہے' پھر امام احمد رضا کے حواشی الطرۃ الرضیہ صفحہ 33 سے 47 تک پھیلے ہوئے ہیں۔
امام احمد رضا نے حواشی باعداد جدید آخر میں جمع کئے ہیں جس طرح آج کل تحقیقی مقالات میں درج کئے جاتے ہیں' امام احمد رضا کی طبع ایجاد پسند نے وہ طرز ایجاد کیا جو آج کل رائج ہے۔

الغرض حرمین شریفین میں امام احمد رضا کا جو ابتدائی شاندار تعارف ہوا اس نے مستقبل کے لئے راہ ہموار کر دی اور پھر علماء عرب امام احمد رضا کی نگارشات سے برابر مستفید ہوتے رہے اور اپنے اپنے تاثرات قلمبند کرتے رہے' اس سلسلے میں امام احمد رضا کی مندرجہ ذیل تصانیف خاص طور پر قابل توجہ ہیں:۔

1 فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین (1294ھ/1877ء)

2 المستند المعتمد فی بناء نجاۃ الابد (1320ھ/1902ء)

3 الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (1323ھ/1905ء)

4 الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکتہ البہیہ (1323ھ/1905ء)

5 الاجازات المتینہ لعلماء بکتہ والمدینہ (1324ھ/1906ء)

6 کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (1324ھ/1906ء)

7 الفیوض الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ (1325ھ/1907ء)

ان میں بعض تصانیف کے بارے میں مجملاً یہاں عرض کیا جاتا ہے تاکہ عالم اسلام سے امام احمد رضا کے تعلق پر روشنی پڑ سکے اور عالم اسلام کی طرف سے ان کے افکار کی پذیرائی کے متعلق حقائق معلوم ہو سکیں۔

1۔ "فتاوی الحرمین" ندوۃ العلما (بھارت) کے بارے میں امام احمد رضا کے 28 سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ یہ جوابات بقول امام احمد رضا 20 گھنٹے میں قلمبند کئے گئے' یعنی 16۔ شوال 1317ھ کو بعد نماز صبح سے لے کر 7/ شوال 1317ھ طلوع فجر سے پہلے پہلے مسودہ اور مبیضہ مکمل کر لیا گیا۔ امام احمد رضا اپنے عربی اشعار میں اس کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں

فما حوا الاشغل عشرین ساعۃ
وھنہا الی السجرات والا کل یفرد
فما کان دا الاتحو فتیق ربنا

ان کی نگارشات دور جدید کے معیار سے بہت اونچی ہیں' ہمارے محققین نے ان پر کماحقہ توجہ نہیں کی۔ مسعود

لہ ۔ الحمد حمد اوانما بتا بدا

یہ استفتاء و فتویٰ تقریباً" 40 صفحات پر مشتمل ہے' جب یہ علماء حرمین کے سامنے پیش کیا گیا تو مکہ معظمہ کے 16 اور مدینہ منورہ کے 7 علماء اعلام نے اس کی تصدیق و توثیق فرمائی۔ حافظ کتب الحرم شیخ اسمٰعیل بن خلیل مکی کی تصدیق 22 صفحات پر مشتمل ہے جس میں سوالات پر بحث اور جوابات کی تصدیق کے علاوہ امام احمد رضا کو ان کے علم و فضل کی بناء پر خراج عقیدت پیش کیا ہے اور بلند القاب و آداب سے نوازا ہے۔1

2۔ شاہ فضل رسول بدایونی (م۔ 1289ھ /1872ء) کی عربی تصنیف "المعتقد المنتقد" (1270ھ /1853ء) پر امام احمد رضا نے "المعتمد المستند" کے نام سے عربی میں تعلیقات و حواشی کا اضافہ کیا ہے۔2'3۔۔۔ 1324ھ /1906ء میں یہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا جس پر 37 علماء نے اپنی اپنی تقاریظ اور تصدیقات ثبت کیں۔ 4ان تعلیقات میں امام احمد رضا نے اپنے بعض معاصرین کی قابل اعتراض نگارشات کا تعاقب کیا ہے اور اپنا مطمع نظر پیش کیا ہے۔ اسی پس منظر میں 1326ھ /1908ء کو امام احمد رضا نے ایک کتاب "تمہید ایمان بآیات قرآن" تصنیف فرمائی جس میں قرآنی آیات و احادیث نبویہ کی روشنی میں شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک دکھائی ہے۔

3۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ چند سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جو قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں 1323ھ کو پیش کیے گئے تھے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں مسئلہ علم غیب پر فاضلانہ

1۔ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری: رسائل رضویہ' ج1' مطبوعہ لاہور 1974ء' ص 40

1 فتاوی الحرمین: رسائل رضویہ' ج1 مطبوعہ لاہور 1974ء میں شامل ہے' عربی متن کے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے' تفصیلات کے لئے اس طرف رجوع کریں۔

2 یہ متن اور حواشی لاہور اور استنبول سے شائع ہو گئے ہیں۔ مسعود

3 تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمائیں حسام الحرمین' مطبوعہ لاہور 1975ء۔ مسعود

4 سب سے پہلے "الآتے حرمین کا آتہ علیہ" (1328ھ /1910ء) بریلی کے عنوان سے "الدولۃ المکیہ" کا خلاصہ شائع ہوا اور اس میں 20 تقاریظ کا خلاصہ شامل کیا گیا۔۔۔۔۔۔ بعض حاقین نے "الدولۃ المکیہ" کی عدم اشاعت کی وجہ سے عوام و خواص میں اس کے مندرجات کے متعلق غلط فہمیاں پھیلادی تھیں اس لئے ضروری ہوا فوری طور پر اس کا خلاصہ مع تقاریظ پیش کر دیا جائے چنانچہ مندرجہ بالا عنوان سے 19 شعبان 1328ھ کو یہ خلاصہ مدرسہ اہل سنت و جماعت' منظر اسلام (بریلی) کے اجلاس میں تقسیم کیا گیا "الدولۃ المکیہ" کا اصلی متن اور تقاریظ بعد میں بریلی سے شائع ہوئے چنانچہ 1374ھ /1955ء میں پہلی بار کراچی (پاکستان) سے "الدولۃ المکیہ" کا جو متن شائع ہوا ہے اس میں علماء عرب کی 60 تقاریظ اور امام احمد رضا کے حواشی شامل ہیں' پھر 1976ء میں کراچی سے دوسرا ایڈیشن شائع ہوا' اس میں تقاریظ نہیں' صرف متن اور حواشی ہیں۔ مسعود

بحث کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت کرتے ہوئے بڑے معقول اور دل نشیں انداز سے اپنا موقف بیان کیا ہے۔ دوسرے حصے میں دیگر چار سوالات ہیں۔

جب یہ کتاب علمائے عرب کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے بڑی پذیرائی کی اور تقریباً" 77 علماء نے اس پر اپنی تصدیقات لکھیں۔۔۔ پیش نظر کتاب انہیں تقاریظ کی تعریب رونمائی کیجئے ____ اس لئے ضروری ہوا کہ اس کتاب میں مندرجہ مسئلہ غیب سے متعلق امام احمد رضا کا خلاصہ پیش کر دیا جائے کیونکہ یہی مسئلہ وجہ نزاع واختلاف ہے لیکن اگر حقیقت" سمجھ لیا جائے تو کم از کم ایک معقول انسان اختلاف نہیں کر سکتا۔ امام احمد رضا کے افکار کا خلاصہ یہ ہے:

1۔ علم ذاتی محیط' اللہ کے لئے ہے' علم عطائی غیر محیط' مخلوق کے لئے۔

2۔ علم مخلوقات متناہی' علم الٰہی غیر متناہی ____ دونوں میں نسبت ناممکن کجا مساوات کا دعویٰ۔

3۔ علم ذاتی واجب للذات اور علم عطائی ممکن۔

4۔ وہ ازلی' یہ حادث ____ وہ غیر مخلوق' یہ مخلوق ____ وہ زیر قدرت نہیں' یہ زیر قدرت الٰہی ____ وہ واجب البقاء' یہ جائز الفناء ____ اس کا تغیر محال' اس کا ممکن۔

5۔ علم 'کل' اللہ کو سزاوار ہے اور علم 'بعض' رسول اللہ کو ____ مگر بعض بعض میں فرق ہے ____ پانی کی بوند بھی' بعض ہے اور سمندر کے مقابلے میں دریا' بھی بعض ہے ____ تو بعض بعض میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

6۔ مخالفین کا 'بعض' بغض و توہین کا ہے اور ہمارا "بعض" عزت و تمکین کا جس کی قدر خدا ہی جانے اور جن کو عطاء ہوا۔

7۔ جس طرح علم ذاتی پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح علم عطائی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن کریم نے دونوں علوم کی خبر دی ہے ____ پورے قرآن پر ایمان لانے والا دونوں علوم میں سے کسی کے علم کا منکر نہیں ہو سکتا جو منکر ہے وہ پورے قرآن پر ایمان نہیں لایا اور جو پورے قرآن پر ایمان نہیں لایا اس کا حکم معلوم۔

8۔ کسی عالم کے علم کی اس لئے نفی کرنا کہ وہ استادوں کے پڑھانے سے پڑھا ہے' کسی صاحب عقل سے متوقع نہیں ____ صاحب عقل اس کے علم کا اعتراف کرے گا کہ اور کبھی یہ کہہ کر اس کے علم کو ہیچ نہ کرے گا کہ اس کے علم میں کیا خوبی ہے' یہ تو پڑھانے سے پڑھا ہے اور سب اسی طرح پڑھتے ہیں۔

الغرض امام احمد رضا خاں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو متناہی غیر محیط، خالق، زیر قدرت الٰہی اور حادث مانتے ہیں مگر اس کے ساتھ آپ کی وسعت علم کو وہی نسبت دیتے ہیں جو ایک سمندر کو پانی کی بوند سے ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی کہیں کم۔

"الدولتہ المکیہ" 1323ھ میں مکہ معظمہ میں تصنیف فرمائی، ہندوستان واپسی کے بعد 1325ھ میں اس پر حواشی تحریر فرمائے، جس کا تاریخی عنوان یہ ہے۔

الفیوض الملکیہ لمحب الدولتہ المکیہ 1(1325ھ)

5,4 الاجازات الرضویہ لمبجل مکتہ البہیہ (1323ھ /1905ء) اور الاجازات المتینہ لعلماء بکتہ والمدینہ (1324ھ /1906ء) ان سندات پر مشتمل ہیں جو امام احمد رضا نے علماء اسلام کو عنایت فرمائیں، اس میں وہ خطوط بھی شامل ہیں جو علماء اسلام نے امام احمد رضا کو لکھے۔2

6۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (1324ھ /1906ء) کی تفصیل یہ ہے کہ قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں امام مسجد الحرام مولانا عبداللہ میرداد اور ان کے استاد مولانا حامد محمود جداوی نے نوٹ کے متعلق ایک استفتاء امام احمد رضا کے سامنے پیش کیا، امام احمد رضا نے اس کے جواب میں ڈیڑھ دن سے کم مدت میں عربی میں رسالہ "کفل الفقیہ الفاہم" تحریر فرمایا۔ جب یہ رسالہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی نقلیں لیں، مثلاً "شیخ الائمہ احمد ابوالخیر میرداد حنفی"

☆ قاضی مکہ شیخ صالح کمال حنفی

☆ حافظ کتب الحرام سید اسمٰعیل بن خلیل حنفی

☆ مفتی حنفیہ شیخ عبداللہ صدیق وغیرہم۔

☆ امام احمد رضا سے قبل آپ کے استاذ الاساتذہ مفتی اعظم مکہ معظمہ مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر حنفی سے بھی نوٹ کے متعلق سوال کیا گیا تھا کہ اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں لیکن انہوں نے جواب سے اعراض فرمایا مگر امام احمد رضا نے مفصل جواب دیا جس پر مفتی حنفیہ عبداللہ بن صدیق پھڑک اٹھے۔

[illegible]

1 [illegible] 1976 [illegible]

الغرض امام احمد رضا کی شخصیت حرمین شریفین اور عالم اسلام میں جانی پہچانی تھی اور ان کے علم و فضل کا عوام و خواص میں چرچا تھا جس کا اندازہ آگے چل کر امام احمد رضا کے حالات زندگی اور ان تقاریظ سے ہوگا جس کے عکس اس کتاب کے آخر میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

21/جمادی الثانیہ 1401ھ

27/اپریل 1981ء

احقر

محمد مسعود احمد

پرنسپل

گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ (سندھ)

(پاکستان)

گویا دبستان کھل گیا

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

"امام احمد رضا پر مختلف الخیال حضرات نے اظہار خیال کیا ہے۔ ان تاثرات پر مبنی
متعدد مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ مثلاً

(۱) فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

(۲) امام احمد رضا اور عالم اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

(۳) امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں
مولانا یاسین اختر مصباحی

(۴) جہان رضا ـــــــ مولانا مرید احمد چشتی

(۵) خیابان رضا ـــــــ مولانا مرید احمد چشتی

(۶) کنزالایمان ارباب علم و دانش کی نظر میں ـــــــ محمد عبدالستار طاہر

(۷) بات میری نہیں 'بات ہے زمانے کی ـــــــ مولانا ڈاکٹر اقبال احمد اختری

"گویا دبستان کھل گیا" کا انگریزی میں ترجمہ پروفیسر زین الدین صدیقی صاحب
نے کیا جو ۱۹۹۳ء میں لاہور' مبارک پور اور ڈربن (جنوبی افریقہ) سے شائع ہو گیا
ہے ـــــ انگریزی ترجمہ میں بہت سے اضافے کئے گئے ہیں"۔
اسی طرح سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا مرتبہ مجموعہ تاثرات "گویا دبستان کھل گیا"
مرکزی مجلس امام اعظم نے ۱۹۸۹ء میں لاہور سے شائع کیا۔ تاثرات کا یہ مجموعہ منفرد حیثیت
حامل ہے۔"

طاہر

باسمہ تعالیٰ

حرف آغاز

محسنین اہل سنت محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری اور علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری مظہری کی تحریک پر ۱۹۷۰ء میں راقم نے امام احمد رضا پر کام کا آغاز کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب جامعات و کلیات اور تحقیقی اداروں میں محققین اور دانشور امام احمد رضا کے علمی مقام سے واقف نہ تھے بلکہ ان اداروں میں امام احمد رضا کا ذکر و فکر بھی معیوب سمجھا جاتا تھا اور خود راقم بھی حقائق سے باخبر نہ تھا لیکن جب ۱۹۷۰ء میں امام احمد رضا کے حالات اور علمی خدمات پر تحقیق شروع کی تو یوں محسوس ہوا کہ جیسے راقم ایک عظیم الشان خزانے تک پہنچ گیا ہو جو نہ معلوم کب سے زیر زمین دفن کر دیا گیا تھا۔ ۱۹۷۰ء سے اب تک (۱۹۸۹ء) کو ۱۹ سال گزر چکے ہیں یہ خزانہ برابر نکلے چلا آ رہا ہے اور نہ جانے کب تک نکلتا رہے گا ——— اس خزانے کے علمی جواہرات جب بازار عالم میں جوہر شناسوں کے سامنے پیش کیے گئے تو ہر طرف سے تحسین و آفرین کی صدائیں بلند ہونے لگیں، جہاں سناٹا اور ہو کا عالم تھا وہاں ایسی چہل پہل ہو گئی کہ آبادیاں رشک کرنے لگیں ——— اس مہم میں پاک و ہند اور بیرونی ممالک کی بہت سی شخصیات اور اداروں نے حصہ لیا جن کی ایک طویل فہرست ہے، یہ سب اہل علم کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

آج سے اسی سال قبل عالم اسلام کی مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں حتیٰ کہ حرمین شریف سے امام احمد رضا کی مدح و ثناء میں آوازیں بلند ہوئیں پھر نہ معلوم کیوں سنی ان سنی کر دی گئیں لیکن کسی کے ہٹانے سے کوئی نہیں ہٹتا جب تک وہ مٹانے والا مٹانا نہ چاہے، اس کریم نے نہ چاہا کہ امام احمد رضا کا نام مٹا دیا جائے۔ اس کے فضل و کرم سے وہ دور آیا جس دور کو امام احمد رضا کے تعارف و تعلیمات کی نشاۃ ثانیہ کا دور کہا جا سکتا ہے۔ اس دور میں جامعات و کلیات کے استادوں اور دانشوروں، ادارہ ہائے تحقیقات علمیہ کے محققوں اور اسکالروں، عدالت ہائے عالیہ کے ججوں اور وکیلوں، مملکت کے گورنروں اور وزیروں، عساکر اسلامیہ کے کمانڈروں اور سپہ سالاروں اور میدان صحافت و سیاست کے صحافیوں اور سیاستدانوں نے یک زبان ہو کر امام احمد رضا کے علمی کمالات اور عبقریت کا کھلے دل سے اعتراف کیا اور

ہر طرف سے تحسین و آفرین کی آوازیں بلند ہونے لگیں ——— آیئے آپ بھی یہ آوازیں سنیں اور اللہ کا شکریہ ادا کریں کہ دورِ جدید کے اندھیروں میں اس نے اپنے کرم سے اجالے کی طرف رہنمائی فرمائی' ہاں

اے رضا' جان عنادل' ترے نغموں کے نثار
بلبل باغ مدینہ! ترا کہنا کیا ہے!

احقر

محمد مسعود احمد

پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج' ٹھٹھہ (سندھ)

۱۷ر جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ

مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۸۹ء

امام احمد رضا اور عالمی جامعات

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

"امام احمد رضا پر تحقیق کے سلسلے میں دنیا بھر کے سکالرز نے حضرت مسعود ملت سے رابطہ کیا۔ اور آپ نے ان کی رہنمائی فرمائی ـــــ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی نے مطلوبہ مواد بھی فراہم کیا۔

حضرت مسعود ملت کی تحریک پر بین الاقوامی سطح کی یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا پر تحقیق شروع ہوئی۔

زیر عنوان مقالہ میں دنیا بھر کی ان جامعات کا ذکر ہے' جہاں امام احمد رضا پر کام ہو رہا ہے' یا ہو چکا ہے۔ "امام احمد رضا اور عالمی جامعات" ۱۹۹۱ء میں رضا انٹر نیشنل اکیڈمی' صادق آباد' ضلع رحیم یار خان نے ۱۹۹۱ء میں شائع کیا تھا۔ گزشتہ چھ برسوں میں امام احمد رضا پر تحقیق کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے جو ایک الگ مقالے کا مقتضی ہے"۔

طاہر

ابتدائیہ

امام احمد رضا پاک و ہند کے جلیل القدر عالم تھے' بریلی میں ۱۸۵۶ء کے انقلابی دور میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء کے ہنگامی دور میں وہیں انتقال کیا ــــــ اپنی ۶۵ سالہ زندگی میں انہوں نے جو علمی اور سیاسی اور دینی خدمات انجام دیں عالمی پیانہ پر ان کو سراہا جا رہا ہے۔ پیش نظر مقالے میں امام احمد رضا سے متعلق صرف جامعات کے محققین واساتذہ اور طلبہ کی تحقیقات و تاثرات کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

امام احمد رضا کے معاصرین میں رئیس الجامعات اور اساتذہ جامعات دونوں ہی ان سے مستفیض ہوئے۔ اس سلسلے میں مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ' کے وائس چانسلر اور مشہور ریاض دان ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ صدر شعبہ دینیات پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری اور اسلامیہ کالج (پنجاب یونیورسٹی' لاہور) کے پروفیسر ریاضی اور پرنسپل پروفیسر حاکم علی بھی قابل ذکر ہستیاں ہیں' ڈاکٹر محمد اقبال بھی چونکہ پنجاب یونیورسٹی (لاہور)' اور لندن یونیورسٹی (لندن) سے متعلق رہے اس لئے ان کو بھی اساتذہ جامعات میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ وہ امام احمد رضا سے مستفیض ہوئے اور امام احمد رضا کے بارے میں اچھا تاثر رکھتے تھے۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد نے ریاضی کے ایک لاینحل مسئلے کے متعلق جو امام احمد رضا سے استفسار کیا تھا اس کے چشم دید احوال سید اصغر علی شاہ (ریٹائرڈ جج' پاکستان) نے اپنے استاد پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری (صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے حوالے سے اس طرح بیان کئے ہیں۔

> "مولانا سید سلیمان اشرف صاحب صدر شعبہ دینیات کے بڑے جید عالم تھے' اور ہم سب طلبہ جناب مولانا صاحب کی بے عزت کرتے تھے' ان کے بارے میں ایک واقعہ قابل تحریر یہ ہے کہ جناب ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب سے ریاضی کا ایک مسئلہ حل نہ ہو سکا اور ڈاکٹر صاحب ممدوح نے جرمنی کے سفر کا قصد کیا تاکہ وہاں جا کر اس مسئلے کا حل تلاش کریں' جب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو مشورہ دیا کہ بجائے جرمنی کے بریلی کا سفر اختیار کریں اور مولانا احمد رضا خاں

مرحوم و مغفور سے اس مسئلہ کا حل دریافت کریں۔ اس پر ڈاکٹر صاحب کو بہت حیرت ہوئی لیکن مولانا سید سلیمان اشرف نے ان کو مجبور کیا اور اپنے ساتھ بریلی لے گئے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کا تعارف مولانا احمد رضا خاں صاحب سے کرایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنا غیر حل شدہ مسئلہ ریاضی بیان کیا اور اسی وقت پہلی ملاقات میں وہ مسئلہ حل ہو گیا۔ اب تو ڈاکٹر صاحب کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی' اس وقت تک مغربی تعلیم کا اثر ڈاکٹر سر ضیاءالدین احمد صاحب پر بہت زیادہ تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ مولوی صاحبان کو تو محض عربی کی لیاقت ہوتی ہے اور دیگر مضامین کے بارے میں ان کی معلومات بہت گھٹیا قسم کی ہوتی ہیں' کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے داڑھی رکھی اور اور پابندی سے نماز پڑھنے لگے۔"

(سہ ماہی العلم' کراچی' شمارہ اپریل تا ستمبر ۱۹۷۵ء ص ۱۷۷)

اس واقعہ کو ایک اور عینی شاہد مفتی محمد برہان الحق جبل پوری نے اپنی کتاب "اکرام احمد رضا" (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء کے ص ۵۸۔۶۱) میں بیان کیا ہے ـــــــ

"پروفیسر سید سلیمان اشرف کو امام احمد رضا" سے جو تعلق خاطر تھا اور جس حد تک وہ امام احمد رضا سے متاثر تھے اس کی کیفیت پروفیسر صاحب کے ایک اور شاگرد ڈاکٹر عابد احمد علی مرحوم (مہتمم دار القرآن پنجاب یونیورسٹی' لاہور) کی زبانی سنیئے۔

"مولانا مرحوم (احمد رضا بریلوی) کے بارے میں میرے بالواسطہ تاثرات کا ایک وقیع اور قیمتی حصہ وہ ہے جو مجھے اپنے استاذ محترم مولانا سید سلیمان اشرف کی وساطت سے حاصل ہوا۔ مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ میں مجھے برسوں ان کی مربیانہ صحبت میں رہنے کا شرف حاصل رہا۔ وہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت سے از حد تک متاثر تھے۔ اسی دور کی دو اور شخصیتوں کو ساتھ ملا کر سید صاحب فرمایا کرتے تھے۔

"ان تین ہستیوں کو دیکھ لینا چاہئے پھر ایسے لوگ نہیں ملیں گے۔" استاذ محترم مولانا سید سلیمان اشرف پر حضرت مولانا بریلوی کا اتنا اثر تھا کہ میں نے

مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کی عظیم شخصیت کا اندازہ دراصل استاذ محترم کی شخصیت ہی سے لگایا۔ مجھے مولانا سلیمان اشرف سے شرف تلمذ کے علاوہ ان کا انتہائی قرب بھی حاصل رہا اور میں دیکھتا کہ حضرت مولانا بریلوی کا ذکر خیر چھیڑ دیتے اور یوں محسوس ہوتا کہ اکثر انہیں کے تصور میں مگن رہتے حتی کہ استاذ محترم کی طبیعت انہی کے رنگ میں رنگی گئی تھی۔"

(قاضی عبدالنبی کوکب: مقالات یوم رضا حصہ سوم ۱۹۷۱ء ص ۹)

ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے امام احمد رضا کے افکار و خیالات کا مطالعہ کیا تھا اور ان سے متاثر تھے۔ چنانچہ پروفیسر سید سلیمان اشرف کے ہاں تقریباً ۱۹۳۲ء میں علی گڑھ میں ایک دعوت کے موقعہ پر امام احمد رضا کا ذکر نکل آیا تو اقبال نے جو کچھ کہا وہ شریک محفل اقبال ڈاکٹر عابد احمد علی مرحوم کی زبانی سنئے۔

"علامہ مرحوم نے مولانا بریلوی کو خراج عقیدت و تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے علامہ مرحوم نے فرمایا کہ میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے۔"

(خود نوشتہ بیان محررہ یکم اگست ۱۹۹۸ء مملوکہ راقم)

ڈاکٹر اقبال مرحوم پر امام احمد رضا کے گہرے تاثر کا اس حقیقت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اقبال جو پہلے وطن پرستی کے نغمے الاپ رہے تھے وہ امام احمد رضا کے نغمہ رسول سے اس قدر متاثر ہوئے کہ عشق رسول ہی کو روح ایمان قرار دیا۔

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اور وہ اقبال جو پہلے ایک قومی نظریہ کی بات کر رہے تھے اور ایک نیا شوالہ تعمیر کر رہے تھے، وہ دو قومی نظریہ کے اس شدت سے حامی ہوئے جس شدت سے امام احمد رضا نے اس نظریہ کی حمایت کی تھی۔ فکر اقبال میں یہ انقلابات بے وجہ نہیں۔ میرے خیال میں امام احمد رضا کے افکار عالیہ نے فکر اقبال کو بے حد متاثر کیا اور خود قائداعظم جن سے بالواسطہ متاثر

ہوئے ـــــ انجمن نعمانیہ کے ایک اجلاس میں ڈاکٹر محمد اقبال نے لاہور میں امام احمد رضا سے شرف نیاز بھی حاصل کیا تھا اور ان کو اپنی نعت بھی سنائی تھی۔

شاہ مانا میاں قادری: سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی' مطبوعہ کراچی ص ۱۵۷)

اقبال نے امام احمد رضا کے متعلق جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ خود وقیع ہیں کیوں کہ اقبال قانون کے طالب علم رہے' بیرسٹرایٹ لاء تھے اور ماہر قانون' اسکے علاوہ ہندوستان کے ایک پارسی ماہر قانون' بمبئی ہائیکورٹ کے جج پروفیسر ڈی۔ ایف ملا کے بیان سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ پروفیسر موصوف نے جے پور کے سیکرٹری آف اسٹیٹ مسٹر کھمباٹا سے جسٹس عبدالسلام کے استفسار پر جو کچھ کہا وہ شریک محفل علامہ نور احمد قادری (سفارت خانہ انڈونیشیا' اسلام آباد) کی زبانی سنئے۔

"ہندوستان میں فقہ حنفیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے میرے سامنے جج صاحب سے کہا کہ ہندوستان کا بھی بڑا کارنامہ ہے' فقہ حنفیہ پہ بہت کچھ لکھا گیا اور بالخصوص دو کتابیں تو بہت بڑی لکھی گئیں' ایک فتاویٰ عالمگیری اور دوسری فتاویٰ رضویہ۔"

(مکتوب علامہ نور احمد قادری محررہ ۷ر جنوری ۱۹۸۱ء از اسلام آباد)

اسلامیہ کالج (پنجاب یونیورسٹی' لاہور) کے پروفیسر ریاضی مولوی حاکم علی بھی امام احمد رضا سے بے حد متاثر تھے اور امام احمد رضا سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۲۰ء میں انہوں نے جو لاہور سے رسالہ نکالا تھا اس کی پیشانی پر چند اشعار ہوتے تھے۔ ایک مصرع یہ بھی تھا

مجدد الف ثانی و مجدد مائتہ حاضرہ داری

یہاں مجدد الف ثانی سے مراد حضرت شیخ احمد سرہندی ہیں اور مجدد مائتہ حاضرہ سے مراد امام احمد رضا خاں بریلوی ہیں۔

پروفیسر حاکم علی لاہور سے بریلی بھی آتے جاتے تھے اور علمی مسائل پر امام احمد رضا سے تبادلہ خیال کرتے تھے' ۱۹۲۱ء میں انہوں نے ترک موالات سے متعلق امام احمد رضا کو ایک استفسار بھیجا جس کے جواب میں امام احمد رضا نے ایک رسالہ بعنوان:۔

الجبل المنو تمن فی آیۃ الممتحنۃ (۱۹۲۱ء)

تحریر فرمایا' چنانچہ اسلامیہ کالج کی منتظمہ کمیٹی کی پرواہ کئے بغیر (جس کے سیکرٹری ڈاکٹر محمد اقبال تھے) پروفیسر حاکم علی نے ترک موالات کی مخالفت کی۔ جس کی پاداش میں ان کو کالج سے معطل کیا گیا۔ جب ہنگامہ فرو ہو گیا تو انکو دوبارہ رکھ لیا گیا غالباً اسی لئے کہ اقبال ذاتی طور پر خود ترک موالات کے حامی نہ تھے۔

(اختر راہی: تذکرہ علمائے پنجاب' جلد مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۱۵۲' ۱۵۴)

پروفیسر حاکم علی ریاضی اور سائنس کے موضوعات پر بھی امام احمد رضا سے تبادلہ خیالات کرتے تھے۔ امام احمد رضا کے رسائل کے مطالعہ سے اس کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً حرکت زمین کے سلسلے میں پروفیسر صاحب کاپرنیکس کے حامی تھے مگر امام احمد رضا اس کے مخالف' پروفیسر صاحب کے ایک استفسار پر امام احمد رضا نے ایک رسالہ لکھا تھا جس کا عنوان ہے۔

نزول آیات فرقان۔ سکون زمین و آسمان (۱۹۱۹ء)

اس میں امام احمد رضا نے پروفیسر صاحب کو ہدایت کی ہے کہ سائنس کو جتنے اسلامی مسائل سے اختلاف ہے ان سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔ حرکت زمین کے خلاف امام احمد رضا نے ایک مستقل کتاب لکھی تھی جو ڈھائی سو صفحات پر مشتمل تھی اس کا عنوان تھا:۔

فوز مبین در رد حرکت زمین (۱۹۲۰ء)

اس کتاب میں امام احمد رضا نے اپنے موقف کی حمایت میں جو تفصیلی اور فنی و عملی بحث کی ہے وہ سائنس دانوں کے لئے قابل مطالعہ ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (اسلام آباد) کے سابق پروفیسر جناب ابرار حسین صاحب اس پر کام کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا نے اپنے عہد کے عالمی جامعات کے ماہرین فن کی تحقیقات کو چیلنج کیا چنانچہ مشی گن یونیورسٹی (امریکہ) یا ئیوراں یونیورسٹی (اٹلی) کے ہیاۃ دان پروفیسر البرٹ ایف۔ پورٹا نے اکتوبر ۱۹۱۹ء میں ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کے لئے ایک ہولناک پیش گوئی کی جو نیو یارک ٹائمز (امریکہ)' ایکسپریس (بانکی پور' بھارت) وغیرہ انگریزی اخباروں میں شائع ہوئی اور اس سے ایک تہلکہ مچ گیا۔ اس سلسلے میں جب امام احمد رضا سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے

اپنی فنی تحقیقات کی روشنی میں اس پیش گوئی کو باطل قرار دیا۔ چنانچہ جب ۱۷؍ دسمبر ۱۹۱۹ء کا دن آیا تو جو کچھ امام احمد رضا نے کہا تھا وہی سچ ثابت ہوا اور امریکی ہیاۃ داں کی پیش گوئی باطل ثابت ہوئی۔ امام احمد رضا نے پروفیسر پورٹا کے رد میں ایک رسالہ لکھا۔ جس کا عنوان ہے۔

معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین (۱۹۱۹ء)

کہ پرنسٹن یونیورسٹی (امریکہ) کا مشہور سائنس داں پروفیسر البرٹ آئین اسٹائن بھی امام احمد رضا کے معاصرین میں تھا۔ امام احمد رضا کو اس کی تحقیقات میں بھی کلام تھا۔ جس کا اظہار انہوں نے اپنی تصنیف "فوز مبین در رد حرکت زمین" میں کیا ہے۔

یہ تو تھیں عہد امام احمد رضا کی باتیں ——— امام احمد رضا کے انتقال کے نصف صدی بعد اب پھر عالمی جامعات میں ان کا چرچا سننے میں آ رہا ہے۔

مختلف جامعات کے اساتذہ نے ان کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے' بعض اساتذہ نے اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کیا ہے اور کئی جامعات میں امام احمد رضا پر تحقیقی کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ ان میں براعظم ایشیاء' امریکہ' یورپ' افریقہ وغیرہ کی جامعات شامل ہیں۔ اگر عالمی جامعات کے اساتذہ کے تاثرات اور حوالوں کو جمع کیا جائے اور جو کچھ تحقیقی کام ہوا ہے اس کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو یہ مقالہ ایک کتاب کی شکل اختیار کر جائے گا مگر سردست اختصار و اجمال سے کام لیا جاتا ہے اور مختلف ممالک کی یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا پر جو کچھ کام ہوا ہے یا ہو رہا ہے اور اساتذہ جامعات نے امام احمد رضا کے متعلق جن خیالات و تاثرات کا اظہار کیا ہے اس کا سرسری طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

یہ مقالہ رضا انٹرنیشنل اکیڈمی' صادق آباد کے بانی برادرم مولانا محمد عبداللہ عسکری اور ان کے رفقاء کی کوششوں سے منظر عام پر آ رہا ہے۔ محترم جناب خلیل احمد رانا صاحب نے کتابت کے لئے جدوجہد فرمائی اور مکرمی جناب محمد صدیق فانی صاحب نے خلوص سے کتابت فرمائی' بعض احباب نے مواد کی فراہمی میں مدد فرمائی' راقم ان کرم فرماؤں کا تہہ دل سے ممنون ہے۔ مولیٰ تعالیٰ سب کو دارین میں نوازے اور اپنی رضا و خوشنودی کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

بات میری نہیں، بات ہے زمانے کی

از مولانا ڈاکٹر اقبال احمد اختر قادری رضوی

"ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے پرانے رفیق صدیق ہیں، تحقیق کی لگن رکھتے ہیں۔ عصر حاضر کے قاری کے مزاج آشنا قلمکار ہیں، ان کے مضامین و مقالات ان کی طبع اور طرز تحریر پر دال ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے حوالہ سے ان کی یہ کتب قابل ذکر ہیں۔

☆ شہزادۂ اعلیٰ حضرت، جولائی ۱۹۹۰ء، کراچی

☆ امام احمد رضا اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین نومبر ۱۹۹۱ء، کراچی

☆ پردہ اٹھتا ہے۔ مارچ ۱۹۹۳ء، لاہور

☆ مقتدر شخصیات کے تاثرات، ۱۹۹۵ء، کراچی

(مجلہ امام احمد رضا کانفرنس)

اول الذکر تین نگارشات حضرت مسعود ملت کی تقدیمات سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔

مقالہ "بات میری نہیں، بات ہے زمانے کی" میں انہوں نے امام احمد رضا کے حوالے سے سیاسی اور علمی حیثیت کی قد آور شخصیات کے تاثرات پیش کئے ہیں۔ یہ مقالہ لاہور سے رضا اکیڈمی نے شائع کیا۔"

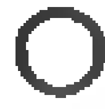
طاہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

تقدیم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد



برادرم ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری اہل سنت کے خاموش مگر پرجوش جوانوں میں ممتاز ہیں' وہ نئی نسل کی نمائندگی کرتے ہیں' انہوں نے اپنے شب و روز مسلک اہل سنت کی ترویج اور امام احمد رضا محدث بریلوی کے مشن کے فروغ کے لئے وقف کر دیئے ہیں' ان کے مضامین اور مقالات مسلسل شائع ہو رہے ہیں' وہ نئے نئے زاویوں سے سوچتے اور لکھتے ہیں' مولیٰ تعالیٰ ان کے قلم کو رواں دواں رکھے' ان کے اوقات میں برکت عطا فرمائے اور ان کے فکر و خیال کو روشن فرمائے۔ آمین ——— !

پیش نظر مقالے میں انہوں نے پاکستان کے حوالے سے امام احمد رضا محدث بریلوی کے بارے میں اہل علم و دانش اور ملک و ملت کے نمائندوں کے خیالات و تاثرات جمع کر کے فکر رضا کو اور تابناک بنا دیا ہے ——— انہوں نے چیدہ حضرات کے تاثرات مرتب کئے ہیں جن میں صدر مملکت' وزیر اعظم' گورنر' وزراء مملکت' چیئرمین سینٹ' ڈپٹی چیئرمین سینٹ' اسپیکر قومی اسمبلی' چیف جسٹس سپریم کورٹ' ہائیکورٹ' چیف الیکشن کمشنر' وائس چانسلر' پروفیسر' ڈاکٹر' مدیر و صحافی سب ہی شامل ہیں ——— یہ سب حضرات علم و دانش اور ملک و ملت کے نمائندے ہیں ———

ڈاکٹر اقبال احمد قادری نے ان کی آنکھ سے ہمیں امام احمد رضا محدث بریلوی کے جلوے دکھائے ہیں اور ان کی زبان سے امام احمد رضا محدث بریلوی کے سیاسی تدبر کی باتیں سنائی ہیں ——— ہر ایک نے اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے دیکھا ہے اور جو کچھ دیکھا ہے وہ ہم کو سنایا ہے ——— سنئے سنئے یہ کیسی آوازیں آ رہی ہیں ——— ؟

امام احمد رضا نے شمع عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم روشن کی ـــــ آپ نے متاع دین و ایمان کا سودا نہ کیا ـــــ آپ نے ملت کو احیاء دین کا احساس دلایا ـــــ آپ نے قومی یکجہتی اور اتحاد کے لئے انتھک محنت کی ـــــ آپ نے ملت کو یک جان بنایا ـــــ آپ نے افراد ملت کو سیاسی شعور بخشا ـــــ آپ نے جسموں کے اتحاد کے لئے نہیں دماغوں کے اتحاد کے لئے کوشش کی ـــــ آپ نے انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف جذبہ حریت پیدا کیا ـــــ آپ نے ملت کو ان کو سیاسی چالوں سے باخبر کیا ـــــ آپ نے فکری اور نفسیاتی انقلاب برپا کیا اور ایک معاشی و اقتصادی پروگرام دیا ـــــ آپ نے سیاسی' معاشی اور دینی پراگندگی پر قابو پانا سکھایا اور سیدھا راستہ دکھایا ـــــ آپ نے دو قومی نظریہ کا احیاء کیا اور دور غلامی میں مسلمانوں کی رہنمائی کی ـــــ دو قومی نظریہ کے حوالے سے قائداعظم اور قائد ملت آپ کے مقتدی تھے ـــــ آپ کے افکار پاکستان کی بنیاد میں شامل ہیں ـــــ آپ پاکستان کے روحانی باپ ہیں ـــــ آپ پاکستان کے اولین محسنین میں ہیں ـــــ آپ تحریک پاکستان کے لئے ایک ٹیم تیار کر گئے ـــــ آپ کے ایک وسیع حلقہ ارادت نے تحریک پاکستان میں قائداعظم کی مدد کی۔ بنارس کانفرنس (۱۹۴۶ء) میں آپ کے پیروکاروں اور ہم نواؤں نے متفقہ طور پر پاکستان کی حمایت کی ـــــ بے شک آپ کی بدولت پاکستان وجود میں آیا۔

آپ نے سنا! عقل والوں نے حکمت و دانائی کے کیسے کیسے پھول برسائے ـــــ! ہاں' جو نہ جانتے تھے یا غلط فہمی کا شکار تھے' جب انہوں نے جانا پہچانا تو کھلے دل سے مانا ـــــ ایسے دانشوروں میں یہ حضرات بھی شامل ہیں۔

- ڈاکٹر محی الدین الوائی (الازہر یونیورسٹی' قاہرہ)
- ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس۔ بلیان (لیڈن یونیورسٹی' ہالینڈ)
- ڈاکٹر اوشا سانیال (کولمبیا یونیورسٹی امریکہ)
- ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (پنجاب یونیورسٹی' لاہور پاکستان)
- ڈاکٹر عبد الساوی ندوی (مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ بھارت)
- پروفیسر خالد الحامدی (جامعہ یونیورسٹی' دہلی' بھارت)
- پروفیسر وسیم بریلوی (روہیل کھنڈ یونیورسٹی' بریلی' بھارت)

وغیرہ وغیرہ ـــــ بیسیوں محققین اور دانشوروں نے جب جان لیا تو مان لیا ـــــ مگر جو جانتے ہوئے بھی نہیں مانتے یا جاننا ہی نہیں چاہتے بلکہ جاننے والوں کے دشمن جاں بنے ہوئے ہیں ـــــ عقل کہتی ہے کہ یہ علم و دانش کے خادم نہیں ہو سکتے ـــــ دین و ملت کے پاسباں نہیں ہو سکتے ـــــ وہ پاکستان کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے ـــــ کیوں کہ وہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے اہل علم و دانش اور ملک و ملت کے نمائندوں کو جھٹلا رہے ہیں' ناموس علم و دانش کو خاک میں ملا رہے ہیں' حکمت و دانائی کا مذاق اڑا رہے ہیں ـــــ حیف! یہ کیا کر رہے ہیں ـــــ؟

ایک اور تلخ' حقیقت کی طرف اشارہ ضروری سمجھتا ہوں ـــــ امام احمد رضا محدث بریلوی کی نظر میں تعمیر ملت کا جو منصوبہ تھا' علماء اہل سنت کے ذہن میں پاکستان کا جو نقشہ تھا گو جغرافیائی نقشہ اس سے کچھ زیادہ ہی تھا مگر اندرونی نقشہ خصوصاً وہ نہ تھا جو آج ہم دیکھ رہے ہیں ـــــ ہندوستان کے ایک دانشور نے راقم سے سوال کیا ـــــ کیا علماء اہل سنت کے ذہن میں پاکستان کا یہی تصور تھا؟ کیا ایسے ہی پاکستان کے لئے انہوں نے قربانیاں دیں ـــــ؟ اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا ـــــ سچ تو یہ ہے کہ علماء اہل سنت کے انتشار نے یہ دن دکھائے ہیں ـــــ انہیں سبز باغ دکھا کر راستہ سے ہٹایا گیا ـــــ اس میں کوئی شک نہیں پاکستان کی داخلی و خارجی ترقی و استحکام ان کے اتحاد میں ہے ـــــ ان کے خلوص میں ہے ـــــ ان کی بیداری میں ہے ـــــ ان کی قربانیوں میں ہے ـــــ مولائے کریم خوابیدہ جذبوں کو پھر بیدار فرمائے۔ آمین

احقر

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد عفی عنہ

۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ

۸ر اکتوبر ۱۹۹۵ء

کراچی (اسلامی جمہوریہ پاکستان)



قرآنیات

۷ - قرآنیات

۱- قرآن، سائنس اور امام احمد رضا

از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری ۱۹۸۹ء

قرآن، سائنس اور امام احمد رضا

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مجید اللہ قادری

"اس موضوع پر ڈاکٹر لیاقت علی نیازی صاحب نے بھی مقالہ لکھا تھا۔ جو ۱۹۹۰ء میں جہلم سے شائع ہوا تھا۔ جناب نیازی صاحب نے اپنے مقالہ میں سائنس کے حوالے سے کنزالایمان کی خوبیوں کو اجاگر کیا تھا۔ اس پر محررہ تقدیم آئینہ رضویات جلد دوم میں شامل ہے۔

اسی موضوع پر محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مجید اللہ قادری صاحب نے بھی تحقیق فرمائی ہے۔ اس مقالے کی امتیازی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے پرانی باتوں کو دہرانے کی بجائے نئی نئی معلومات کا اضافہ کیا ہے۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا ۵۵ علوم و فنون کی بجائے ۷۰ سے زائد علوم و فنون میں عبور رکھتے تھے۔

اس مقالہ کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۹ء/ ۱۴۱۰ھ میں اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء/ ۱۴۱۵ھ میں کراچی سے منظر عام پر آیا۔"

تقدیم

فاضل مصنف برادرم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید مجدہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی کے سرپرست محترم جناب شیخ حمید اللہ صاحب قادری حشمتی (المتوفی ۱۹۸۹ء) کے فرزند ارجمند ہیں اور اس ادارے کے جنرل سیکرٹری' وہ گزشتہ دس سال سے ادارے کی خدمت کر رہے ہیں مولیٰ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے آمین!

پروفیسر مجید اللہ قادری' کراچی یونیورسٹی میں شعبہ ارضیات کے استاد ہیں وہ بڑے با حوصلہ جوان ہیں۔ انہوں نے جب سے امام احمد رضا کی خدمت کے لئے اپنی زندگی کو وقف کیا ہے اس وقت سے خود کو بنانا بھی شروع کر دیا ہے۔ تعمیر سیرت کے لئے خود نگری خود گری اور خود گیری کی منزلوں سے گزرنا ضروری ہے۔ پروفیسر مجید اللہ قادری نے ارضیات کے بعد اسلامک اسٹڈیز میں ایم اے کیا اور خود کو پابند شرع بنایا' وہ ایک مسجد میں جمعہ کی خطابت بھی کرتے ہیں امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کنزالایمان اور اردو کے دوسرے معروف قرآنی تراجم سے تقابلی جائزہ پر فاضلانہ تحقیقی مقالہ پیش کر کے کراچی یونیورسٹی سے ۱۹۹۳ء میں ڈاکٹریٹ کیا۔ وہ امام احمد رضا پر اردو زبان میں ڈاکٹریٹ کرنے والے پہلے پاکستانی فاضل ہیں۔

پروفیسر مجید اللہ قادری لکھتے رہتے ہیں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے سالنامہ "معارف رضا" میں برابر مضامین لکھتے رہے ہیں۔ اور اس کی تدوین میں بھی بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ "فتاوی رضویہ" پر ان کا ایک طویل مقالہ جس میں انہوں نے فتاویٰ رضویہ میں شامل رسائل و مسائل کے موضوعات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے جو ایک قابل قدر کوشش ہے۔ یہ مقالہ ۱۹۸۸ء میں ادارے کی طرف سے شائع ہوچکا ہے۔ پیش نظر مقالہ بھی لائق تحسین کوشش ہے۔ اس میں انہوں نے مختلف علوم و فنون جدیدہ میں امام احمد رضا کے آثار علمیہ کا ایک جائزہ پیش کیا ہے جو یقیناً اہل علم اور متلاشیان حق کے لئے ایک سوغات ہے اور جو حضرات امام احمد رضا کی کردار کشی میں مصروف عمل ہیں ان کے لئے ایک تازیانہ ہے۔

جدید علوم و فنون میں امام احمد رضا کی مہارت اور تبحر علمی کے بارے میں راقم نے بھی دو تین مقالات قلم بند کئے ہیں جو معارف رضا (کراچی' اشرفیہ (مبارک پور)

اور حرکت زمین کے رد میں امام احمد رضا کے فکر انگیز مقالہ فوز مبین (کراچی) کے ساتھ شائع ہوچکے ہیں۔ دوسرے محققین نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے مثلاً"

☆ ہندوستان کے مشہور اسکالر و محقق علامہ شبیر احمد غوری

☆ مولانا محمد احمد مصباحی

☆ خواجہ مظفر حسین

☆ پروفیسر ابرار حسین وغیرہ نے علوم ' جفر' ہیأۃ اور فلسفہ میں امام احمد رضا کی مہارت پر فاضلانہ مقالات لکھے ہیں۔

امام احمد رضا پر لکھنے والے بالعموم وہی باتیں دہرا دیتے ہیں جو پہلے لکھی جاچکی ہیں۔ ایسے محققین و قلمکار بہت کم ہیں جو قاری کے علم میں اضافہ کرتے ہیں۔ علم مطالعہ سے آگے بڑھتا ہے ورنہ جمود طاری رہتا ہے پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب نے مطالعہ کر کے قدم آگے بڑھایا ہے اور نئی معلومات کا اضافہ کیا ہے۔ مثلاً" اب تک یہی معلوم تھا کہ امام احمد رضا ۵۵ علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے اور بعض معاندین کو اس تعداد میں بھی کلام تھا مگر علوم و فنون میں جدید انقلابات کو سامنے رکھتے ہوئے پروفیسر صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا ۷۰ سے زیادہ علوم و فنون میں عبور رکھتے تھے۔ تقریباً" پانچ سو برس پہلے عہد اکبری میں ہندوستان میں شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی ایک جلیل القدر عالم و عارف گزرے ہیں' تاریخ میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ۶۳ علوم و فنون پر عبور رکھتے تھے مگر پروفیسر مجید اللہ قادری کی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ امام احمد رضا ان پر بھی سبقت لے گئے۔

الحمد للہ علی ذلک

امام احمد رضا نے کنزالایمان میں ایک جگہ عربی لفظ "دحھا" کا ترجمہ "پھیلایا" کیا جب کہ دوسرے مترجمین نے یہ ترجمہ نہیں کیا۔ پروفیسر صاحب نے لفظ "پھیلایا" کی سائنسی توضیح کرتے ہوئے یہ انکشاف کیا ہے کہ سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں پہاڑ بھی ہیں اور میدان بھی' لمبی کھائیاں بھی ہیں اور وادیاں بھی۔ ان پہاڑوں سے لاوا نکلتا رہتا ہے۔ پھر جب اوپر آتا ہے تو پانی کے اندر ہی اندر وہ کھائی کے دونوں جانب سرکتا اور پھر ٹھنڈا ہو کر سخت ہو جاتا ہے اس عمل سے زمین برابر پھیل رہی ہے۔

اللہ اکبر! یہ عمل اتنی خاموشی سے ہو رہا ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں۔ بہر حال پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب کا موضوع چوں کہ ارضیات ہے اس لئے وہ زمین سے متعلق امام احمد رضا کے ترجمے کی وسعتوں کو سمجھ گئے۔ ان کی تحقیق سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ امام احمد رضا کی تصنیفات و تحقیقات اور تعلیقات کو صاحب فن ہی اچھی طرح پرکھ سکتا ہے۔ دوسرے کے بس کی بات نہیں کہ ان کو سمجھ سکے۔ بلا شبہ امام احمد رضا پر تحقیق کے لئے اہل علم و فن کی ایک جماعت اور مستقل اکیڈمی کی ضرورت ہے۔

المختصر پروفیسر مجید اللہ قادری کی یہ کوشش لائق تحسین و آفرین ہے۔ یہ محققین کے لئے ایک اہم ماخذ ہے اور عام قارئین کے لئے معلومات کا خزانہ۔ مولیٰ تعالیٰ پروفیسر صاحب کو اس علمی خدمت کی جزاء عطا فرمائے۔ ان کی عمر اور علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

تحریر   پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۲۲ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ   پرنسپل

۲۵ اگست ۱۹۸۹ء   گورنمنٹ ڈگری کالج

ٹھٹھہ، سندھ (پاکستان)

ترمیم و اضافہ

جمادی الاول ۱۴۱۵ھ / ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۴ء کراچی



دُنیائے صحافت

۸۔ دُنیائے صحافت

امام احمد رضا دنیائے صحافت میں۔ از آر۔بی مظہری ۱۹۸۳ء

امام احمد رضا دنیائے صحافت میں

از آر۔ بی مظہری

"اشاریہ امام احمد رضا کے سلسلے میں یہ ابتدائی کام تھا' جسے آر۔ بی مظہری صاحبہ نے مرتب کیا اور مرکزی مجلس رضا' لاہور نے ۱۴۰۳ھ ر ۱۹۸۳ء میں شائع کیا۔ یہ ۱۹۷۱ء سے ۱۹۸۳ء تک کی رضویات کے ذیل لکھی جانے والی نگارشات و مطبوعات کی فہرس ہے۔ ۱۹۷۱ء سے ۱۹۸۳ء' پھر ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۱ء تک امام احمد رضا پر تحقیق کا دائرہ کار اندرون ملک سے بین الاقوامی سطح تک پہنچ چکا ہے۔ اب تو ۱۹۸۳ء کے بعد ہونے والے ریسرچ ورک کی ببلوگرافی مرتب ہونی چاہیے۔ پنڈ دادنخاں کے نوجوان قلمکار خواجہ اعجاز اشرف انجم نظامی صاحب نے "اشاریہ امام احمد رضا" پر کام کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے کافی کام بھی کرلیا تھا' لیکن ۱۹۸۸ء کے ملک گیر طوفانی سیلاب میں وہ صرف اپنی جان بچاسکے۔ یوں ان کی تمام مساعی رائیگاں گئیں۔ تائید ایزدی ہوئی تو انشاء اللہ وہ یا کوئی اور یہ اہم کام کر گزرے گا۔

مقالہ "امام احمد رضا دنیائے صحافت میں" کو اس کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر رضویات پر مبنی ضخیم مجموعے "انوار رضا" مطبوعہ لاہور میں بھی شامل کیا گیا"۔

طاہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

عزیزہ آر۔ بی۔ مظہری سلمہا سندھ یونیورسٹی (حیدر آباد' سندھ) کی ریسرچ اسکالر ہیں۔ انہوں نے ۱۹۸۰ء میں سندھ یونیورسٹی سے ایم۔ اے کیا۔ اور قادریہ سلسلے کے ایک بزرگ شاعر میر سید علی غمگین شاہجہاں آبادی کی نادر تصنیف دیوان اردو رباعیات "مکاشفاۃ الاسرار" کے مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری (لندن) پر کام کر کے محققین کی فہرست میں شامل ہوئیں۔۔۔ ان کو کام کرنے کی ایسی لگن ہے کہ دن رات ایک کر دیتی ہیں اور موضوع کا اس وقت تک پیچھا نہیں چھوڑتیں جب تک کہ کام مکمل نہ ہو جائے۔۔۔ جو کام دوسرے محققین کو پہاڑ معلوم ہوتے ہیں آسانی سے کر گزرتی ہیں' یہ خوبی ان کو دین کی محبت سے حاصل ہوئی ہے۔

عزیزہ موصوف متبع شریعت ہیں' یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے باوجود انہوں نے برقعہ کا خاص اہتمام رکھا' یہ دین پر ان کی استقامت کی دلیل ہے۔ وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ (شاہی امام مسجد جامع فتح پوری' دہلی) سے بیعت ہیں' ان کے والدین مرحومین بھی اسی سلسلے میں حضرت شاہ محمد رکن الدین الوری علیہ الرحمہ سے بیعت تھے۔ عزیزۂ موصوفہ کے احوال قلبیہ و روحانیہ قابل رشک ہیں' آج کی جدید تعلیم یافتہ طبقے میں خصوصاً طبقہ خواتین میں ایسی شخصیت عنقا نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور بلندیاں عطا فرمائے اور دارین میں سرفراز کرے۔ آمین

عزیزۂ موصوفہ نے سندھ یونیورسٹی (حیدر آباد' سندھ) سے ۱۹۸۲ء میں امام احمد رضا پر ایم اے فل کی ڈگری حاصل کی اور اب پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے کام کر رہی

ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو کامیاب فرمائے۔ آمین! ان کو امام احمد رضا کے حالات و افکار سے خاص دلچسپی ہے' یہی وجہ ہے کہ انہوں نے پیش نظر مقالہ بڑی محنت سے مرتب کیا ہے۔ دراصل یہ مقالہ امام احمد رضا پر کام کرنے والوں کے لئے ایک مفید اشاریہ رسائل و اخبارات ہے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ امام احمد رضا کی شخصیت و افکار کے کتنے گوشوں پر کام ہوچکا ہے ـــــ لیکن یہ اشاریہ مکمل نہیں کہا جاسکتا' کیونکہ ہندوستان اور بعض دیگر ممالک کے رسائل و اخبارات کا مطالعہ نہیں کیا جاسکا۔ بہرحال یہ کمی آئندہ ایڈیشن میں پوری کی جاسکتی ہے ـــــ مقالات و مضامین کی یہ فہرست ان مقالات کے علاوہ ہے جو کتابی صورت میں شائع ہوچکے ہیں اور ہورہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ایک مبسوط "اشاریہ امام احمد رضا" مرتب کیا جائے' جس میں رسائل و اخبارات کے علاوہ تمام کتابوں کے حوالے بھی آجائیں لیکن یہ نہایت ہی صبر آزما کام ہے' کیونکہ صرف امام احمد رضا کی تصانیف کی تعداد ہی ایک ہزار کے لگ بھگ یا کچھ زیادہ ہے۔

طبقہ خواتین میں امام احمد رضا پر فاضلہ موصوفہ سے قبل کیلیفورنیا یونیورسٹی (امریکہ) کی ڈاکٹر باربرا مٹکاف' کام کرچکی ہیں۔ ایک فاضلہ پاشا بیگم کا مقالہ ماہنامہ عرفات (لاہور) میں شائع ہوا تھا' ایک فاضلہ خدیجہ نشاط اشرفی نے امام احمد رضا کی دینی خدمات پر مقالہ لکھا تھا جو المیزان (بمبئی) کے امام احمد رضا نمبر میں شائع ہوا۔ حیدرآباد سندھ کی ایک اور فاضلہ آر' بی صدیقی نے امام احمد رضا سے متعلق مختلف فضلاء کے تاثرات پر ایک طویل مقالہ مرتب کیا تھا جو ہفت روزہ افق (کراچی) کے متعدد شماروں میں شائع ہوا' جبل پور (بھارت) کی ایک فاضلہ ظہیرہ قادری' امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر جبل پور یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کررہی ہیں۔ الغرض طبقہ خواتین میں امام احمد رضا پر مسلسل لکھا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فاضلہ عزیزہ آر۔ بی مظہری کو جزائے خیر عطاء فرمائے کہ انہوں نے محققین کے لئے سوغات پیش کی ہے' وہ ہم سب کے شکریہ کی مستحق ہیں۔ مولائے

کریم ان کی تحقیقی نگارشات کو شرف قبولیت عطاء فرمائے۔ آمین!

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

پرنسپل

گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ، سندھ، پاکستان

۱۱ر محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

۸ر نومبر ۱۹۸۲ء



تراجم

Marfat.com

۹- تراجم

(1) The Neglected geniuus of the East

by Prof. Dr. Muhammad Masud Ahmad

(مشرق کا ایک فراموش کردہ نابغہ)

اردو ترجمہ :- محمد شفیع بلوچ ۱۹۷۸ء

(۲) نغمہ رضا (لمعات نظیرک) کا تشریحی اردو ترجمہ

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۹۴ء

"مشرق کا فراموش کردہ نابغہ"

انگریزی تالیف: ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد (ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی)

"THE NEGLEECTED GENIUS OF THE EAST" مرکزی مجلس رضا، لاہور نے 1978ء میں شائع کی۔ 28 صفحات پر مشتمل یہ تالیف اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز کے مختصر حالات پر انگریزی میں شاید پہلی مختصر کتاب تھی۔ اعلیٰ حضرت کی مخصی معلومات کے سلسلے میں آج کل حالات اگرچہ ستر کی دہائی سے کہیں بہتر ہیں تاہم بنیادی ماخذات تو وہی ہیں جن کا اس کتاب میں تذکرہ ہے۔ یوں یہ مقالہ بھی Out of Date نہیں ہو سکتا۔

میں نے اس کا اردو ترجمہ تو 1980ء میں کر لیا تھا اور اس ترجمہ کی ایک دو اقساط ماہنامہ "انوار الفرید" ساہیوال میں شائع بھی ہوئی تھیں تاہم وہ میری نظر سے نہیں گزریں۔ ہو سکتا ہے کہ طرز تحریر میں کہیں اجنبیت محسوس ہو۔ اصل میں انگریزی کا طرز بیان ہی کچھ اس طرح کا ہے کہ اردو میں ہزار کوشش کے باوصف بات بنتی نظر نہیں آتی۔ ویسے بھی یہ ترجمہ میرے عہد شوق شباب کا ہے۔ میں بغیر نظر ثانی کے اسے پیش کر رہا ہوں کہ جوانی کی غلطیاں بزرگی کے لئے نشان راہ ہوا کرتی ہیں۔

"1878 میں لاہور سے شائع ہونے والی اس کتاب کا ترجمہ 1995ء کی آخری سہ ماہی میں 'سہ ماہی دستگیر' کوئٹہ نے شائع کیا۔ اس کی افادیت آج بھی وہی ہے 'جو کل تھی' حضرت مسعود ملت کی تحریروں کے اردو داں قارئین کے ذوق کی تسکین کے لئے یہ ترجمہ آئینہ رضویات' جلد سوم میں پیش کیا جارہا ہے"۔

طالب دعا
محمد شفیع بلوچ
(ایم۔اے اردو' پنجابی)

The Neglected Genius of the East

"مشرق کا فراموش کردہ نابغہ"

خاندان

مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ بریلی (ہندوستان) میں 1272ھ /1856ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1297ھ /1880ء) اور دادا مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1282ھ /1866ء) برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم دین گردانے جاتے تھے۔ اور ان کی حیثیت انجمن ایسی تھی (۱)

تعلیم

مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم اپنے والد ماجد (۲) کے ساتھ درج ذیل معروف علماء کرام سے حاصل کی

1: شیخ احمد بن زین دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1299ھ/1881ء)(۳)

2: شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1297ھ/1879ء)

3: شیخ عبدالرحمان مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1301ھ/1883ء)

4: شیخ حسین بن صالح رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1302ھ/1884ء)

5: شاہ ابوالحسن احمد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1324ھ/1906ء)

1۔ تفصیلی سوانح کے لئے دیکھئے تذکرہ علمائے ہند از رحمان علی مطبوعہ کراچی 1381ھ /1961ء۔ ص 58، 531،193 "جواہر البیان فی الاسرار الارکان" از احمد رضا خان (مطبوعہ بریلی 1382ھ /1962ء)۔

2، 3۔ "الاجازۃ المتینہ لعلماء بمکتہ والمدینہ" از حامد رضا خان مطبوعہ 1382ھ /1906ء۔ ص 32۔

تبحر علمی

مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے حیرت انگیز طور پر کم و بیش پچاس علوم میں مہارت حاصل کی جن میں قدیم سائنس (۴) جدید سائنس (۵) اور مروجہ سائنس کے ساتھ ساتھ مشرقی علوم بھی شامل ہیں اور ان علوم میں آپ نے بہت سا علمی ورثہ چھوڑا۔ آپ کے خلیفہ مولانا محمد ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1382ھ /1926ء) نے آپ کی تمام تصانیف کو تاریخی ترتیب سے "المجمل المعدد" کے نام سے آپ کی وفات کے بارہ سال بعد 1328ھ /1909ء میں مرتب کیا۔ اس فہرست میں انہوں نے آپ کی 350 کتب اور رسائل جو کم و بیش پچاس علوم پر مشتمل تھے، کا ذکر کیا ہے۔ (۶) آپ کا علم حقیقتاً "ایک انسائیکلوپیڈیا کے برابر تھا۔ (۷)

تصوف

1294ھ /1876ء میں آپ اپنے والد کی معیت میں شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1297ھ /1879ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر قادری سلسلہ میں بیعت ہوئے اور قادری سلسلہ کے ساتھ ساتھ تیرہ دوسرے سلاسل کی بھی آپ کو خلافت و اجازت عطا ہوئی (۸)

4- 1920/1339ء میں آپ نے زمین کی محوری گردش کے قدیم فلسفہ کے رد میں ایک کتاب "فوز مبین در رد حرکت زمین" مرتب کی۔

5- 1327ھ /1908ء میں جب آپ کو فلسفہ کا مطالعہ کرتے ہوئے تقریباً" چالیس برس ہو گئے تھے، آپ کے خلیفہ محمد ظفر الدین بہاری نے آپ کی توجہ امریکہ کے مشہور ماہر فلکیات و ریاضی پروفیسر البرٹ کی اس پیشین گوئی کی جانب مبذول کرائی جس میں اس نے کہا تھا کہ 17/ دسمبر 1919ء کو پوری دنیا میں ستاروں کے قران سے دنیا میں ہولناک تخلیقی خلل واقع ہو گا۔ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس پیشین گوئی کی تردید قانون ریاضی کی رو سے کی جو بعد میں صحیح ثابت ہوئی اس کے بعد آپ نے 1338ھ /1918ء میں ایک کتاب بعنوان "الکلمۃ الملہمہ فی الحکمۃ المحکمہ لی رد الفلسفۃ المشئمہ" تحریر کی۔ یہ کتاب میرٹھ (بھارت) سے 1395ھ /1975ء میں طبع ہوئی۔ شاید یہ اس کا پہلا ایڈیشن ہے۔
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پہلے وائس چانسلر سر ضیاء الدین (پی۔ ایچ۔ ڈی Contingon اور ڈی۔ ایس سی کلکتہ)۔ (بھارت کے مشہور ریاضی دان) ایک سوال میں الجھ گئے۔ جب انہوں نے اس سلسلے میں احمد رضا خان سے رجوع کیا تو آپ نے بلا تامل وہ سوال حل کر دیا۔ (THE MINARAT۔ کراچی اکست 1394ھ /1974ء) "1338ھ /1919ء میں آپ نے امریکی پروفیسر البرٹ کی پیشین گوئی کو غلط ثابت کیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت از ظفر الدین بہاری۔ مطبوعہ کراچی 1938ء۔ ص 15)

6- یہ مکمل فہرست مرکزی مجلس رضا لاہور کی طرف سے 1394ھ /1974ء میں شائع ہوئی۔

7- دیکھیے "الافاضات الرضویہ" از محمود احمد قادری۔

8- ملاحظہ فرمائیں "الاجازات المتینہ" از علامہ رضا خان۔ ص 40,41)

حج

(1295ھ /1878ء) میں آپ اپنے والد کے ساتھ پہلے حج کو روانہ ہوئے اور مکہ کے مشہور علمائے عرب سے اسناد حاصل کیں (۹)۔ آپ نے دوسرا حج 1323ھ /1905ء کو کیا۔ مکہ اور مدینہ میں قیام کے دوران آپ کو علمائے کرام کی طرف سے شاندار تقاریظ سے نوازا گیا۔ یہ علماء آپ سے اسناد فتاویٰ حاصل کرتے آئے تھے (10)

عظیم فقیہ

14 شعبان 1286ھ /1869ء کو آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز کیا اور مسلم فقہ کے تحت فتاویٰ دینے شروع کیے۔ (۱۱) اس وقت آپ صرف بارہ برس کے تھے۔ (۱۲) اس کے بعد آپ نے اس شعبے میں اتنا عظیم الشان امتیاز حاصل کیا کہ نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ پورے عالم اسلام کے علمائے کرام نے انہیں ایک عظیم فقیہ تسلیم کیا (۱۳)

آپ نے اسلامی فقہ میں اتنا عبور حاصل کیا کہ بعض اہم فتووں میں علامہ شامی' علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ' شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ جیسے عالم اسلام کے متبحر علمائے کرام سے اختلاف کیا۔

9۔ "مرشد اعلیٰ حضرت" از محمود احمد۔
قیام مکہ کے دوران آپ نے شیخ حسین صالح (المتوفی 1302ھ /1882ء) کے اصرار پر انہی کی تصنیف "الجوہرۃ المضیئۃ" کی عربی میں شرح "النیرۃ الوضیئۃ" 1295ھ /1878ء) کے عنوان سے لکھی۔ اس وقت آپ کی عمر صرف اکیس برس تھی۔ (تذکرہ علمائے ہند از رحمان علی۔ مطبوعہ لکھنؤ 1332ھ /1914ء ص 17,16۔

10۔ ملاحظہ فرمائیں "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" از محمد مسعود احمد 1395ھ /1975ء مطبوعہ لاہور۔ الدولۃ المکیہ 1323ھ /1905ء از احمد رضا خان مطبوعہ کراچی۔ حسام الحرمین 1324ھ /1906ء از احمد رضا خان مطبوعہ لاہور۔ الفیوضات الملکیہ 1326ھ /1908ء از احمد رضا خان مطبوعہ کراچی۔ فتاویٰ الحرمین 1316ھ /1898ء از احمد رضا خان مطبوعہ کراچی۔

11۔ "فتاویٰ رضویہ" از احمد رضا خان جلد اول ص 191۔ مطبوعہ 1328ھ /1910ء۔ استفتاء ہندوستان' افریقہ' امریکہ اور عرب ممالک سے موصول ہوتے یا براہ راست جاری کیے گئے۔ ایک ہی وقت میں ان کی تعداد 400 تھی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم اعظم گڑھ 1381ھ /1961ء ص 230۔)

12۔ ظفر الدین "حیات اعلیٰ حضرت"۔ ص 280۔

13۔ دیکھئے محمد مسعود احمد۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔
فتاویٰ الحرمین از احمد رضا خان 1317ھ /1899ء۔ یہ رسائل رضویہ مطبوعہ لاہور 1394ھ /1974ء میں شامل ہے جسے عبدالحکیم اختر نے ایڈٹ کیا۔

(۱۴) آپ کو فقہ میں غیر معمولی بصیرت حاصل تھی۔ مندرجہ ذیل علماء' دانشور' صحافی حضرات نے آپ کے تبحر علمی اور فقہی مقام کو بڑے شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

1: شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے خیالات "ان جیسا طباع اور ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا" (۱۵)

2: مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ رحمتہ اللہ علیہ' احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں۔ "میرے خیال میں مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ اہل سنت والجماعت کے عظیم عالم و فاضل تھے۔" (۱۶)

3: پاکستان کے مشہور مذہبی و سیاسی رہنما' ابو الاعلیٰ مودودی اپنے ایک خط میں تحریر کرتے ہیں جو انہوں نے "ترجمان اہل سنت" کراچی کے مدیر کو مورخہ 12/ فروری 1974ء کو لکھا۔

"میرے خیال میں مولانا احمد رضا خان مرحوم مذہبی علوم و بصیرت کے حامل اور مسلم سواد اعظم کے قابل احترام رہنما تھے۔" (۱۷)

4: ڈاکٹر عبد اللہ (چیئرمین انسائیکلو پیڈیا آف اسلام' پنجاب یونیورسٹی' لاہور) لکھتے ہیں۔ "عالم اپنی قوم کا ذہن اور اس کی زبان ہوتا ہے اور وہ عالم جس کی فکر و نظر کا محور قرآن حکیم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو' وہ ترجمان علم و حکمت' نقیب حق و صداقت اور محسن انسانیت ہوتا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ بھی ایسے ہی عالم دین تھے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا (۱۸)

5: جناب خورشید احمد نے احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کی علمی بصیرت پر بحث کرتے ہوئے اپنی رائے کا یوں اظہار کیا۔

"مولانا رضا احمد خان رحمتہ اللہ علیہ بریلوی مکتب فکر کے بانی اور اس مسلک کے نہایت اہم عالم ہیں۔ انہوں نے انیسویں صدی عیسوی کے آخری ربع میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا اور یہ

14۔ "فاضل بریلوی کا فقہی مقام" از غلام رسول (مطبوعہ لاہور 1394ھ /1974ء)
15۔ "اوراق گم گشتہ"۔ از رحیم بخش شاہین۔ ص 185۔ مطبوعہ لاہور 1395ھ /1975ء بحوالہ عابد احمد علی کیم اگست 1968ء (قلمی)
16۔ "مواعظ مظہری" از محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی 1390ھ /1970ء
17۔ ترجمان اہل سنت۔ مئی جون 1975ء۔ ص 13
18۔ "آزادی کی ان کہی کہانی" از کل محمد فیضی مطبوعہ سرگودھا 1974ء۔ ص 148۔ "پیغامات یوم رضا" سے اقتباس (مطبوعہ لاہور)۔

سلسلہ ان کی وفات یعنی 1921ء تک جاری رہا۔ فقہ اور تفسیر کے علاوہ وہ فلسفہ اور ریاضی کے بھی فاضل تھے۔ ان کی تحریروں کا معیار بہت بلند ہے۔ قرآن حکیم کے بامحاورہ اردو ترجمہ کے علاوہ انہوں نے عربی زبان میں علم الکلام کے موضوع پر متعدد کتب تصنیف کیں۔ انہوں نے اہلحدیث اور علمائے دیو بند کی تردید میں بہت سی کتب لکھیں (۱۹)

6: ماہنامہ "معارف" (بھارت کا صف اول کا جریدہ) کے مدیر کا اظہار خیال۔

"مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ مرحوم اپنے وقت کے بہت بڑے عالم' مصنف اور فقیہ تھے' انہوں نے فقہ کے اہم مسائل پر سینکڑوں اور ہزاروں رسائل اور مقالات تحریر کئے" (۲۰)

7: "LESNOUVELLOUS" پورٹ لوئیس / مارے شس کے مدیر رقم طراز ہیں'

"مولانا امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ اسلام کے بہت بڑے مصنف ہیں۔ تصنیف و تالیف کے سلسلے میں کم و بیش سات سو کتب میں انہوں نے بارہ جلدوں پر مشتمل "فتاویٰ رضویہ" تالیف کیا' ہر جلد کم و بیش 850 صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ سائنس کا بھی عمیق علم رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ ریاضی اور علم فلکیات کے بھی فاضل تھے۔ آپ نے ساری زندگی مذہب کے لئے وقف کر دی اور اہل سنت و جماعت کے عقائد پر حملہ کرنے والوں کے لئے ڈھال ثابت ہوئے۔ مکہ مدینہ کے سفر کے دوران وہاں کے ممتاز علمائے دین نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی اور آپ کو "امام اہل سنت" کے خطاب سے نوازا۔ آپ کی روحانی پیشوائی کے پیش نظر انہوں نے آپ کو رواں صدی کا مجدد گردانا (۲۱)

8: برصغیر کے نامور ادیب اور نقاد نیاز فتح پوری نے احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں اپنی رائے یوں ظاہر کی۔

"میں مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھ چکا ہوں۔ وہ غیر معمولی علم و فضل کے مالک تھے۔ ان کا مطالعہ وسیع بھی تھا اور گہرا بھی۔ ان کا نور علم ان کے چہرے بشرے سے بھی ہویدا تھا۔ فروتنی

19۔ "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند"۔ از فیاض محمود مطبوعہ لاہور 1972ء جلد دہم باب گیارہواں۔ ص 242۔ جلد دوم باب ہفتم ص 407 بھی ملاحظہ فرمائیں۔

20۔ گلمحمد فیضی۔ ایضاً"۔ ص 141۔

21- LES Nouvellous (Dimanche 26 janvier 1969- port louis-maurritius p.5

اور خاکساری کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔" (بحوالہ ترجمان اہل سنت" کراچی۔ دسمبر 1975ء۔ ص 27)

اگرچہ آپ جسمانی لحاظ سے دبلے پتلے تھے تاہم آپ کی شخصیت دیو ہیکل تھی۔ آپ نے اپنے زمانے پر گہرا اثر چھوڑا۔ آپ کے معاصرین میں کسی نے بھی مسلم سواد اعظم پر اتنا گہرا اثر نہیں چھوڑا جتنا کہ برصغیر پاک و ہند کے مشرق سے لیکر مغرب تک اور جنوب سے لیکر شمال تک آپ نے چھوڑا۔

9: پاکستان کے معروف دانشور ڈاکٹر ایس ایم اکرام نے ان اثرات کا یوں جائزہ لیا۔

"..... لیکن یہ عوام میں بڑے مقبول ہیں اور مغربی پاکستان میں خصوصاً" پنجاب کے جنوب مشرقی حصے میں آپ کی گرفت بڑی مضبوط ہے (۲۲)

مذہبی خدمات

احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ صحابہ کرام و تابعین کے مسلک میں یقین رکھتے تھے۔ اگرچہ آپ بہت سے علوم کے ماہر تھے تاہم آخری سالوں میں آپ نے اپنی تمام تر توجہ مندرجہ ذیل مذہبی علوم پر مرکوز کر دی۔ (۲۳)

1: آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حمایت و دفاع۔

2: مسلم تہذیب میں مروجہ جدید خیالات (بدعت) کی بیخ کنی۔

3: حنفی فقہ کے مطابق فتاویٰ نویسی۔

آپ اپنے اس نصب العین سے غیر متزلزل تیقن کے ساتھ کچھ اس طرح عہدہ برا ہوئے کہ آپ کے ہمعصر علماء میں سے کوئی بھی آپ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس حقیقت کا اعتراف دنیا کے مستشرقین بھی آپ کے پوشیدہ علمی خزانے کے مطالعہ کے بعد ضرور کریں گے۔

آپ نے مسلم تہذیب بالخصوص برصغیر پاک و ہند کی مسلم سوسائٹی میں اجتہاد کے ذریعے عظیم انقلاب برپا کیا' یہی وجہ ہے کہ شیخ اسماعیل بن خلیل اور شیخ موسیٰ علی شامی جیسے معروف عربی فضلاء آپ کو

22۔ "ماڈرن مسلم انڈیا اینڈ دی برتھ آف پاکستان" از ایس ایم اکرام مطبوعہ لاہور 1390ھ/1970ء۔ ص 117۔

23۔ "الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکتہ البہیہ" از مولانا احمد رضا خان۔ ص 38,37

چودھویں صدی کا مجدد گردانتے ہیں۔ اگر آپ اس صدی کے مجدد پکارے جاتے ہیں تو یہ ہے بھی حقیقت (۲۴)۔ پوری دنیا کے مسلمان مدبر اور اولیائے کرام آپ کی اسلامی خدمات کو نہ صرف خراج عقیدت پیش کرتے ہیں بلکہ آپ کی غیر معمولی اور حیرت انگیز علمیت کی تصدیق کرتے ہیں (۲۵)

1322ھ /1904ء میں آپ نے بریلی (یو۔ پی۔ انڈیا) میں "دارالعلوم منظر الاسلام" کی بنیاد رکھی جس نے آپ کی شخصیت کی شہرت میں اضافہ کیا تاہم دوسروں کی طرح احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کی پروقار شخصیت کی شہرت ایسی نہ تھی کہ وہ اس دارالعلوم کی مرہون منت ہوتی۔ بھارت اور بالخصوص پاکستان کے اکثر دارالعلوم پر آپ کے اثرات ہیں۔

مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے خلفاء تلامذہ میں روحانی و تبلیغی جذبہ کی نئی روح پھونکی ان میں سے بعض نے دین اسلام کی بیش بہا خدمت سرانجام دیں جو تاریخ میں محفوظ ہیں (۲۶)

آپ کے مشہور خلیفہ مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی 1347ھ /1954ء) نے تبلیغ اسلام کے سلسلے میں ساری دنیا کا دورہ کیا اور سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ مولانا موصوف کی عالمی شہرت یافتہ ڈرامہ نگار اور فلسفی جارج برنارڈ شا سے مورخ 17 اپریل 1935ء کو مومباسا (MOMBASSA) کے سفر کے دوران ملاقات ہوئی تو مذہبی معاملات بھی زیر بحث آئے۔ بحث کے بعد جب شا ان سے علیحدہ ہوا تو اس نے اپنے احساسات کو یوں بیان کیا۔

"مجھے ان سے شناسائی پیدا کر کے بڑی مسرت ہوئی ان کے ساتھ کیا ہوا سفر میری یادوں کا گراں بہا خزانہ ہے۔" (۲۷)

24۔ "حسام الحرمین" از احمد رضا خان مطبوعہ لاہور 1324ھ /1906ء۔ ص 142,140

25۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے محمد مسعود احمد۔ ایضاً" عبدالحکیم "معارف رضا" (لاہور 1395ھ /1975ء)۔ غلام رسول "فاضل بریلوی کا فقہی مقام" لاہور 1394ھ /1974ء۔ شیر محمد عباس کنز الایمان۔ لاہور 1394ھ /1974ء) وغیرہم۔

26۔ مندرجہ ذیل خلفاء و تلامذہ کے جذبات قابل ذکر ہیں۔ پروفیسر سید سلیمان اشرف، سید محمد محدث، نعیم الدین مراد آبادی، سید دیدار علی، امجد علی، ظفر الدین، مفتی ضیاء الدین، برہان الحق، سید احمد ابوالبرکات وغیرہم۔

27۔ کے۔ ایس انصاری اور ایم۔ ایچ زبیری۔ "ڈرامہ نگار اور عالم دین"۔ (کراچی 1970ء)۔ ص 32۔

عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا شاہ احمد نورانی (۲۸)۔ اور ان کے داماد ڈاکٹر فضل الرحمان انصاری (۲۹)۔ (المتوفی 1394ھ /1974ء) نے بھی اسلام کے لئے بڑی خدمات سرانجام دیں۔ موخر الذکر نے انگریزی میں درج ذیل عنوان کے تحت ایک منفرد کتاب مرتب کی۔

"دی قرآنک فاؤنڈیشن اینڈ سٹرکچر آف مسلم سوسائٹی" (مطبوعہ کراچی 1973ء ۳۰)

سیاسی خدمات

مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کی حیثیت ایک ریاستی نواب جیسی تھی۔ آپ مولانا رضا علی خان رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی 1282ھ /1866ء) مشہور عالم دین اور مجاہد جو کہ جنرل بخت خان کے ساتھ 1250ھ /1834ء میں حکومت برطانیہ کے حملہ کے خلاف لڑے' کے پوتے تھے۔ جنرل ہڈسن نے مولانا رضا علی خان رحمتہ اللہ علیہ کا سر قلم کرنے کے لئے مبلغ 50000 روپے کے انعام کا اعلان کیا۔ انگریزی مؤرخ لکھتے ہیں کہ رضا علی خان رحمتہ اللہ علیہ نے انگریزی تسلط کے خلاف اپنی تمام تر طاقت صرف کی اور مجاہدین آزادی کی گھوڑوں اور ہتھیاروں کے ذریعے مدد کی (۳۱)۔

ایسے مجاہد کے پوتے ہونے کے ناطے آپ اپنے آپ کو تحریک آزادی سے الگ نہیں رکھ سکتے تھے اگرچہ عملی طور پر آپ نے جنگ آزادی میں حصہ نہیں لیا تاہم قرآن و حدیث کی روشنی میں فلسفہ آزادی پیش کر کے آزادی کی راہ ہموار کی۔

یہ آزادی سے محبت ہی تھی کہ مولانا فضل الحق (المتوفی 1278ھ /1861ء)۔ (۳۲) اور شہید شاعر مولانا کفایت علی کافی (المتوفی 1275ھ /1858ء)۔ (۳۳) جیسی شخصیات آپ کی پسندیدہ تھیں۔

28۔ صدر انٹرنیشنل اسلامک مشنریز گلڈ (ہیڈ کوارٹرز کراچی۔ پاکستان)

29۔ صدر ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن (ہیڈ کوارٹرز کراچی۔ پاکستان)

30۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے کتاب پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا "اسلام کو سمجھنے کے لئے بہترین اسباب مہیا کرنے والی کتاب۔" (کتاب کی تعارفی تقریب ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل کراچی پاکستان میں دسمبر 1973ء میں منعقد ہوئی)۔

31۔ حضرت مولانا شاہ رضا علی صاحب (مضمون) از اسد نظامی۔ الہام' بہاولپور 21 نومبر 1974ء

32۔ مولانا فضل الحق' خیر آباد میں 1212ھ /1797ء پیدا ہوئے۔ آپ بہت بڑے فلسفی اور عظیم المرتبت ولی تھے۔ آپ نے 1857ء میں دہلی میں مجاہدین آزادی کے دلوں میں آزادی کی تڑپ پیدا کی اور جزیرہ انڈیمان

آپ ہندو مسلم اتحاد کے مخالف تھے یہی دو بنیادی نظریہ تھا جسے حقیقتاً "پاکستان کی اساس کہا جاسکتا ہے۔

1920ء میں جب شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال اور انجمن حمایت اسلام کے دیگر اراکین کے ایماء پر اسلامیہ کالج' لاہور کو ترک موالات میں الجھایا گیا تو پروفیسر حاکم علی وائس پرنسپل اسلامیہ کالج نے ایک استفتاء مولانا احمد رضا خان کو پیش کیا۔ آپ اس بحرانی صورتحال کے وقت شدید علیل تھے تاہم آپ نے بلاخوف و خطر فتویٰ دیا جو کہ "المحجة المؤتمنة" (۳۴) کے نام سے شائع ہوا۔

اس رسالہ کو تحریک آزادی کے لئے قیمتی دستاویز کہا جاسکتا ہے اس نے ڈاکٹر محمد اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح جیسے عظیم سیاست دانوں کے خیالات میں تبدیلی کی راہ ہموار کی۔

آپ کے خلفاء' تلامذہ اور مریدین نے تحریک آزادی کے سلسلہ میں اہم کردار ادا کیا۔ ان حضرات نے مولانا ابو الکلام آزاد اور علی برادران سے مناظرے کئے۔ 13 رجب 1339ھ /1920ء کو بریلی میں جمعیت العلمائے ہند کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ مولانا ابوالکلام آزاد سٹیج پر موجود تھے۔ مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء مولانا سید سلیمان اشرف رحمتہ اللہ علیہ' مولانا محمد ظفرالدین رحمتہ اللہ علیہ' مولانا حامد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ (اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے)' محمد برہان الحق رحمتہ اللہ علیہ وغیرہم بھی مدعو تھے' انہوں نے ابوالکلام آزاد سے سیاسی معاملات پر برسرعام مناظرہ کیا اور ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت کی۔ (۳۵)۔ 1946ء /1366ھ میں بنارس (انڈیا) میں ایک فقید المثال کانفرنس منعقد ہوئی۔ برصغیر پاک و ہند کے کونے کونے سے ہزاروں

(سری لنکا) میں جلاوطن ہوئے جہاں آپ نے 20 اگست 1861ء کو وفات پائی۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے "الثورۃ الہندیہ" لاہور 1394ھ /1974ء از عبدالحکیم شرف قادری۔

33۔ مولانا کفایت علی کافی' عالم' شاعر اور مجاہد تھے آپ نے دہلی میں 1875ء میں برطانوی استعمار کے خلاف جہاد کیا اور 30 اپریل 1858ء کو مراد آباد (یو۔ پی انڈیا) میں آپ کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ (گل محمد فیضی۔ آزادی کی ان کہی کہانی (سرگودھا 1974ء) صفحات 113,112۔ تذکرہ علمائے ہند سے اقتباس۔)

34۔ اعلیٰ حضرت کے معاصرین کے ساتھ تعلقات۔ (مضمون) از سید نور محمد قادری "الہام" بہاولپور 14 جون 1975ء "فاضل بریلوی اور ترک موالات" از محمد مسعود احمد۔ لاہور 1390ھ /1970ء

35۔ تاریخی مناظرہ۔ "الہام" بہاولپور جون 1975ء ص 2۔ نوٹ: دہلی کے مفتی محمد مظہراللہ (المتوفی 1386ھ /1966ء) نے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف فتویٰ دیا (دیکھئے رئیس احمد جعفری۔ "اوراق گم گشتہ" لاہور 1968ء)۔ مفتی محمد مظہراللہ فتاویٰ مظہریہ" (کراچی 1391ھ /1971ء)۔ تھانہ بھون کے مولانا اشرف علی نے بھی ہندو مسلم اتحاد کے خلاف فتویٰ دیا' لیکن ان کے پیروکاروں کی اکثریت نے ان کے فتووں کے خلاف عمل کیا۔

علماء (اعلیٰ حضرت کے عقیدت مند) اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ پاکستان کے حق میں ایک متفقہ قرار داد منظور ہوئی اس کے بعد آپ کے خلفاء' تلامذہ اور مریدین نے پورے برصغیر میں اپنی تمام قوتیں سیاسی عمل میں صرف کیں۔(۳۶) ان لوگوں میں چند معروف حضرات کے نام یہ ہیں۔

☆ مولانا سید محمد محدث رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1383ھ/1963ء)

☆ مولانا محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1367ھ/1948ء)(۳۷)

☆ مولانا سید محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1380ھ/1961ء)

☆ مفتی محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1385ھ/1966ء)

☆ مولانا عبدالعلیم رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1374ھ/1954ء)

☆ مولانا محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1371ھ/1951ء)

☆ مولانا عبدالحامد بدایوانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1390ھ/1970ء)

مسلم سواد اعظم کی کثیر تعداد اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت مند تھی اور اس سواد اعظم نے تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ مسلمان ووٹروں کی اکثریت آپ کی' آپ کے خلفاء مریدین اور عقیدت مندوں کے زیر اثر تھی' پس قیام پاکستان کا سہرا آپ کے اور آپ کے مریدین کے سر جاتا ہے۔

دنیا کے مورخوں بالخصوص برصغیر پاک و ہند کے مورخوں کو چاہئے کہ وہ تحریک آزادی کے اس اہم پہلو کو اپنی توجہ کا مرکز بنائیں(۳۸)

36۔ دیکھئے۔ فیاض محمود۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند۔ لاہور 1972ء۔ جلد دوم باب ہفتم۔ ص 413, 423۔ 1350ھ /1930ء میں آپ کے خلیفہ مولانا نعیم الدین نے ہندو مسلم اکثریت کی بنیاد پر تقسیم کی حمایت کی (السواد الاعظم' مرادآباد 1350ھ /1931ء۔ ص 15/13)۔

37۔ 1947ء میں پاکستان معرض وجود میں آجانے کے بعد قائداعظم کی زیر صدارت انتقال اقتدار کی کانفرنس ہوئی جس میں ان کے ساتھ مملکت کے متعلق اہم مسائل اور مستقبل کے لئے دستور پر مکمل کر بحث ہوئی۔ (کے۔ ایس انصاری۔ ص 19 ایضاً")

38۔ (i)۔ احمد رضا خان اور ان کے پیروکاروں کی سیاسی کامیابی کے لئے دیکھئے' (i)۔ محمد مسعود احمد۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات (لاہور 1390ھ /1970ء)۔

(ii)۔ محمد مسعود احمد۔ رضا بریلوی۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (اردو) پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ جلد دہم۔ باب پنجم

(iii)۔ آئی۔ ایچ قریشی۔ علماء ان پالیٹکس۔ کراچی 1393ھ /1973ء۔ ص 270۔

(iv)۔ غلام معین الدین۔ حیات صدر الافاضل (لاہور)۔

(v)۔ عبدالنبی کوکب۔ مقالات یوم رضا۔ جلد اول و سوم۔ لاہور 1968ھ /1971ء)۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت دین اسلام کا جزو لاینفک سمجھا جاتا ہے۔ اور اسی محبت نے دنیا کی مسلم تاریخ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ برصغیر پاکستان و ہند میں اس محبت کے مشعل بردار تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت آپ کی زندگی کا اہم مقصد تھا۔ اور اس محبت کے دفاع میں آپ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آپ کی زندگی اور آپ کی تحریروں میں محبت کا یہی جذبہ کارفرما ہے۔ حب اور ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں آپ نے کسی سے کوئی رعایت نہ کی۔ آپ کی تمام شاعری کی بنیاد بھی یہی محبت تھی۔ (۳۹) آپ کی شاعری مذہبی اور سیاسی اہمیت کی حامل ہے۔ آپ نے مسلمانوں کو گہری نیند سے جگایا' ان کے دلوں کو کدورتوں سے پاک کیا اور اس جگہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آگ کو فروزاں کیا جہاں کہیں لوگوں نے اسے بجھانے کی کوشش کی۔

ادبی خدمات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ بڑے ذہین و فطین شاعر تھے۔ آپ نے شاعری کی مشکل ترین صنف نعت کو اپنایا۔ پھر بھی آپ نے نعتیہ شاعری میں عظیم الشان مرتبہ پایا۔ اعلیٰ حضرت حضور رسالت مآب کے فقید المثال عاشق صادق' بہت بڑے عالم اور بلند مرتبہ ولی تھے۔ یہی ذہنی و روحانی خصوصیات آپ کی شاعری کو بلند مرتبہ عطا کرتی ہیں۔ آپ کی شاعری جذب و کیف اور فصاحت و بلاغت سے بھرپور ہے۔ (۴۰)

(vi)۔ ایضاً"۔ تاریخ پاکستان کی گم گشتہ کڑیاں۔
(vii)۔ ایضاً" فاضل بریلوی اور تحریک۔ ترجمان اہل سنت کراچی فروری 1975ء۔ ص 61،59۔
(viii)۔ میاں عبدالرشید۔ برطانوی دور میں پاک و ہند کی مسلم سیاست۔ نوائے وقت لاہور۔ 8 مئی 1975ء

39۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مدح سرائی۔

40۔ 1348ھ / 1929ء میں سیالکوٹ کے ایک جلسہ عام میں ڈاکٹر سر محمد اقبال نے احمد رضا خان کی زمین پر چار اشعار کی فی البدیہہ نظم کہی۔۔۔۔۔ "الہام" بہاولپور جون 1395ھ / 1975ء۔ عبدالغفار شکیل "نوادر اقبال" ص 3 سے اقتباس

یہ واقعہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کی شعری اہمیت کو آشکار کرتا ہے۔ 1325ھ / 1907ء کو احمد رضا خان نے نعتیہ اشعار کا مجموعہ "حدائق بخشش" کے نام سے مرتب کیا۔ یہ نعتیں فصاحت و بلاغت کا عمدہ نمونہ ہیں۔ حال ہی میں حصہ اول و دوم مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی نے شائع کیے ہیں۔ دونوں حصے 1296ھ سے 1325ھ تک لکھے گئے اشعار پر مشتمل ہیں۔ مسعود

یہ امر باعث افسوس ہے کہ اردو ادب تعصب کا شکار رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماضی کے مؤرخوں اور سوانح نگاروں نے آپ کو اردو ادب میں عمداً" نظرانداز کیا اسی لئے آج کل کے مدبر تعصب کی بنا پر آپ کی شاعری کی کھلے دل سے تعریف کرتے ہوئے متامل نظر آتے ہیں۔

تقریباً" نصف صدی گزرنے کے بعد پہلی مرتبہ مولانا کوثر نیازی (سابق وزیر مذہبی امور۔ حکومت پاکستان) جو بجائے خود بڑے شاعر ہیں' کراچی کے ایک جلسہ عام میں 13 اپریل 1975ء /1395ھ کو احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کو کھلے دل سے خراج عقیدت پیش کیا۔ انہوں نے اپنے صدارتی خطبے میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا۔

" بریلی میں ایک شخص پیدا ہوا جو نعت گوئی کا امام تھا اور احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ جس کا نام تھا' ان سے ممکن ہے بعض پہلوؤں میں لوگوں کو اختلاف ہو عقیدوں میں اختلاف ہو لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عشق رسول ان کی نعتوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ (۴۱)

یہ امر باعث تعجب ہے کہ 1920ھ سے 1970ء تک آپ شاعر کے طور پر ادبی مراکز کے لئے پردہ گمنامی میں رہے لیکن 1970ء سے حکیم محمد موسیٰ امرتسری جیسے چند مخلص لوگوں کی مخلصانہ کوششوں سے یہ نقشہ بدلا اور ان حضرات کی انہی متعدد کوششوں کے بعد پاکستان کے علماء حقیقت حال تک پہنچ سکے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کی شاعری کے متعلق چند حقائق پیش ہیں جن سے عام آدمی بھی اردو شاعری میں آپ کے مرتبے کو بہ آسانی پہچان سکتا ہے۔

(i) مرزا داغ دہلوی (المتوفی 1323ھ /1905ء) احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی حضرت حسن رضا خان صاحب کے استاد تھے۔ ایک دن انہوں نے چھوٹے بھائی کے منہ سے احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کا ایک شعر سنا۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

تو جھوم کر کہا" مولوی ہو کر (۴۲) ایسے اچھے شعر کہتا ہے۔ (۴۳)

41- فاروق شفیق۔ تقریب اشاعت ارمغان نعت۔ کراچی 1975ء۔ ص 29۔
42- مارالقادری۔ فاران۔ ستمبر 1973ء کراچی۔ ص 45,44۔

(ii) محسن کاکوروی (المتوفی 1323ھ /1905ء) کا نعتیہ قصیدہ اردو ادب میں خاص اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے لیکن جب محسن نے اپنا یہ قصیدہ احمد رضا خان کو سنایا اور اس کے بعد ان کا "قصیدۂ معراجیہ" سنا تو محسن اتنے متاثر ہوئے کہ اپنا قصیدہ تہہ کر کے اپنی جیب میں ڈال لیا۔(۴۵)

(iii) اسی قصیدہ معراجیہ پر لکھنؤ کے ممتاز شعراء نے اپنی متفقہ رائے کا اظہار یوں کیا'
"اس کی زبان کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی ہے۔(۴۶)

(iv) اقبالیات کے معروف ماہر پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے سلام۔ (۴۷)۔ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ "شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جسے سلام کے دو چار شعر حفظ نہ ہوں۔ (۴۸)"

(v) پاکستان کے مشہور فاضل ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری پر بحث کرتے ہوئے آپ کے ایک قصیدہ پر اپنی رائے کا اظہار یوں کیا کہ اردو ادب کی تاریخ

43۔ عبدالحکیم۔ "یاد اعلیٰ حضرت"۔ لاہور 1975ء ص 36۔

44۔ 1929ء میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ایماء پر قصیدہ شائع ہوا۔ (دیکھئے تقدس علی۔ "میرا پسندیدہ ادیب" فیض رضا۔ لائل پور۔ اپریل 1391ھ /1971ء۔

45۔ محمد صابر نسیم۔ عہد اسلام۔ کانپور 1959ء۔ ص 164۔

46۔ ندائے حق۔ جون 1960ء۔ ص 31۔

47۔ احمد رضا خان کی شاعری کے لئے دیکھئے۔

(i)۔ احمد رضا خان۔ "حدائق بخشش" حصہ اول۔ دوم اور سوم۔

(ii)۔ شیر محمد اعوان۔ "اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر"۔ لاہور 1975ء۔

(iii)۔ نور محمد قادری۔ "اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر"۔ لاہور 1975ء

(iv)۔ انور علی۔ حضرت رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری۔ سعادت (لاہور۔ 19 مارچ 1975ء۔ ص 11 کالم 3,8۔

(v)۔ شمس بریلوی نے احمد رضا خان کی شاعری پر ایک تحقیقی مقالہ بعنوان "اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ کلام کا ادبی اور تنقیدی جائزہ" پیش کی ہے۔ یہ مقالہ 300 صفحات پر مشتمل ہے۔ مقالہ نگار نے احمد رضا خان کی شاعری کا بھرپور عالمانہ اور ادبی و تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس مقالہ کو مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی شائع کرے گی اور ساتھ ہی احمد رضا خان کا کلام بھی۔

(vi)۔ محمود احمد۔ امام احمد رضا خان اور ان کا عربی کلام۔ حامد علی خان "ہندوستان کے عربی شعراء" فاضلانہ مقالہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (انڈیا)۔

(vii)۔ 1900ء /1318ھ میں مولانا احمد رضا خان نے "کفل الابرار" کے نام سے عربی میں 160 اشعار پر مشتمل قصیدہ لکھا۔ یہ رضا لائبریری رام پور (انڈیا) سے دستیاب ہوا اور مولانا محمود احمد قادری کے پاس ہے مولانا موصوف' مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے 1145 عربی اشعار مرتب کر رہے ہیں۔ (ترجمان اہل سنت۔ کراچی۔ دسمبر 1975ء۔ ص 28,26 سے اقتباس)۔

میں فقید المثال ہے۔ انہوں نے "اردو شاعری اور تصوف" کے موضوع پر کراچی یونیورسٹی میں ایک طویل لیکچر دیا۔ اس لیکچر میں انہوں نے احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی شاعری کو خراج تحسین پیش کیا اور خاص طور پر ان کے دیوان "حدائق بخشش" 1325ھ / 1907ء کی ایک نعت پر یوں اظہار خیال کیا۔

"اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1340ھ / 1921ء) کا ذکر بھی کر دیا جائے جس سے ہمارے ادب نے ہمیشہ بے اعتنائی برتی ہے حالانکہ یہ غالباً" واحد عالم دین ہیں جنہوں نے نظم و نثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کئے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری کو چار چاند لگا دیئے ہیں اور جن کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہی تصوف کی بنیاد تھی۔" (فوٹو سٹیٹ، ص 9)

(vi) پاکستان کے نمائندہ ادیب ڈاکٹر فرمان فتح پوری اپنی کتاب "اردو کی نعتیہ شاعری" مطبوعہ لاہور 1394ھ / 1974ء کے ص 86 پر رقم طراز ہیں "احمد رضا خان بریلوی کا نام مسلمان علمائے دین اور نعت گوؤں کے درمیان نمایاں حیثیت رکھتا ہے"۔

(vii) نیاز فتح پوری پاک و ہند کے عظیم شاعر اور نقاد ہیں۔ انہوں نے احمد رضا خان کے فن شاعری پر یوں تبصرہ کیا۔

"شعر و ادب میرا خاص موضوع اور فن ہے میں نے مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام بالا ستیعاب پڑھا ہے ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، ان کے کلام سے ان کے بیکراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا کے بعض اشعار میں نعت مصطفوی میں اپنی انفرادیت کا دعویٰ بھی ملتا ہے جو ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ تعلی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل حق ہیں۔ مولانا حسرت موہانی (شاعر اور مجاہد آزادی) بھی مولانا احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری کے مداح و معترف تھے۔ مولانا احمد رضا خان عربی محاوروں اور فن تقطیع کے بھی بہت بڑے ماہر تھے۔"

(بحوالہ ترجمان اہل سنت کراچی۔ دسمبر 1975ء۔ ص۔ 28)

(viii) حال ہی میں شفیق بریلوی نے نعتوں کا ایک خوبصورت انتخاب "ارمغان نعت" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ (مطبوعہ کراچی 1975ء) اس مجموعہ میں مولانا احمد رضا خان کی نعت بھی شامل ہے۔ (۵۰)

وفات

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ تقریباً" نصف صدی (1286ھ /1896ء تا 1339ھ /1921ء) تک مسند افتاء پر فائز رہے۔ 1920ء کے بحرانی دور میں آپ نے مسلم سواد اعظم کے عقیدے مستحکم کیے اور مسلم سیاست دانوں کی رہنمائی کی۔ چنانچہ اب آپ نے اپنا مشن مکمل کر لیا تھا اور اب آپ آخری سفر کی تیاری میں مصروف تھے۔ جمعتہ المبارک 25 صفر 1340ھ /1921ء کو آپ اس جہان فانی سے عالم بالا کو سدھارے (۵۱)

آپ کا مقبرہ بریلی (یو۔ پی۔ انڈیا) میں واقع ہے۔ برصغیر کے طول و عرض میں آپ کا عرس صفر کی 24 اور 25 تاریخ کو منایا جاتا ہے اس موقعہ پر اخبارات خصوصی ضمیمے شائع کرتے ہیں۔

اولاد

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کے صاحبزادوں' مولانا حامد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی 1362ھ /1943ء) اور مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی 1310ھ /1892ء) اسلام کے معروف مشائخ ہیں۔ انہوں نے اسلام اور ہندوستانی مسلمانوں کے لئے بہت خدمات سرانجام دیں۔ (۵۲)

خلفاء

51۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے۔
حسنین رضا خان۔ "وصایا شریف" لاہور۔
بدر الدین۔ سوانح اعلیٰ حضرت۔ لاہور 1382/1963ء صفحات۔ 368,366,362,361۔

52۔ محمد مسعود احمد۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ لاہور۔ 1393ھ /1973ء۔ صفحات 88,87۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء نہ صرف برصغیر پاک و ہند کے طول و عرض بلکہ پوری اسلامی دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اسلامی دنیا میں تقریباً" 35 اور برصغیر پاک و ہند میں 30 حضرات روحانی پیشوائی کر رہے ہیں۔

اسلامی دنیا میں

☆ شیخ محمد عبدالحیٔ رحمتہ اللہ علیہ

☆ شیخ احمد خلیل رحمتہ اللہ علیہ

☆ شیخ احمد خضروی رحمتہ اللہ علیہ

☆ شیخ محمد بن ابی بکر رحمتہ اللہ علیہ

☆ شیخ محمد سعید وغیرہم

☆ پاکستان و بھارت میں

☆ مولانا حامد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی 1362ھ/1943ء)

☆ مولانا محمد ظفرالدین رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی 1382ھ/1962ء)

☆ مولانا دیدار علی رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی 1367ھ/1948ء)

☆ مولانا امجد علی رحمتہ اللہ علیہ (54) (المتوفی 1367ھ/1948ء)

☆ مولانا محمد نعیم الدین (55) (المتوفی 1367ھ/1948ء)

☆ مولانا شاہ سلیمان اشرف رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی 1352ھ/1933ء)

☆ مولانا سید احمد اشرف رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی 1344ھ/1925ء)

☆ مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی 1954ء/1374ھ)(56)

☆ مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی 1402ھ 1981ء)

☆ مفتی ضیاءالدین احمد رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی 1401ھ/1981ء (مدینہ)

رشد و ہدایت کی کرنیں بکھیرتے واصل بحق ہوئے۔

کارہائے نمایاں

حضرت مولانا احمد رضا خان قدس سرہ العزیز نابغہ روز گار تھے۔ انہوں نے بچپن میں ہی تصنیف و تالیف شروع کی' ان کی پہلی کتاب' "کتاب ہدایۃ النحو" پر عربی زبان میں حاشیہ پر مشتمل تھی جو انہوں نے دس برس کے سن میں تحریر فرمائی۔ دوسری کتاب انہوں نے 13 برس کی عمر میں "ضوالنہایہ" کے نام سے 1285ھ /1868ء میں عربی زبان میں رقم کی۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر عربی' فارسی اور اردو میں متعدد کتب و رسائل تصنیف کئے۔ ان کتب کا اندازہ ایک ہزار کے لگ بھگ ہے جو کہ 50 علوم کے متعلق ہیں۔ (57)

1305ھ /1887ء میں 30 برس کی عمر میں انہوں نے 75 کتب و رسائل مکمل کئے (58)۔ 1327ھ /1909ء تک یہ تعداد بڑھ کر 500 تک پہنچ گئی (59) اس کے علاوہ انہوں نے تفسیر لکھی (60)۔ اور مختلف سے متعلق تقریباً" 150 کتب پر حواشی رقم کئے (61)۔ امر باعث افسوس ہے کہ کہ ایس۔ ایم اکرام جیسے بعض فاضل' مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف کی صحیح تعداد سے بے خبر رہے۔ اس لئے تو انہوں نے لکھا کہ۔

"مولوی احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ نے مختلف موضوعات پر پچاس کے قریب رسائل لکھے (62)۔

صحیح تعداد تقریباً" 500 ہے۔ چند رسائل سے اندازہ لگا کر میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ ہر رسالہ کا ورق تحقیقی سند کی حیثیت رکھتا ہے اور جن کے حوالہ جات کی کتب متعدد ہیں۔ آپ کے بہت

57۔ آپ کی کتب کی تدریجی ترتیب کے لئے دیکھئے۔
i۔ محمد ظفر الدین ایضاً" حصہ اول و دوم۔ ii۔ "المجمل المعدد لتالیفات المجدد" 1327ھ /1909ء۔ لاہور 1974ء۔ iii۔ رحمان علی۔ ایضاً" لکھنؤ 1914ء /1337ھ ص 66۔ iv۔ نقاتی ہ ایرانی۔ قاموس الشاہیر"۔ جلد اول۔ ص v6۔ عبدالحق۔ قاموس الکتب۔ "کراچی 1961ء جلد اول صفحات 146,218,382,463,883,910,924 اور 1063
آپ کے شائع شدہ کلام کی فہرست "خانقاہ برکاتیہ مارہرہ (بھارت) سے دستیاب ہے۔
58۔ رحمان علی۔ ایضاً"۔ ص 18۔
59۔ محمد ظفر الدین۔ المجمل وغیرہ۔
60۔ شاہ فضل رسول کی کتاب "المعتقد المنتقد" پر شرح بعنوان "المستند المعتمد بناۃ الابد" کے نام سے حال ہی میں ترکی کے شہر استنبول سے شائع ہوئی ہے۔ (1976ء)
61۔ محمد مسعود احمد۔ ایضاً"۔ ص 83۔ (حاشیہ از عبدالحکیم اختر)
62۔ ایس۔ ایم۔ اکرام۔ ایضاً"۔ ص 116

سے رسائل اور کتب بریلی میں ابھی تک غیر مطبوعہ پڑے ہیں چند ایک بریلی' مراد آباد' لاہور' کراچی وغیرہ سے شائع ہوئے ہیں۔

"پاک وہند کی ضخیم ادبی تاریخ" کے مولف جناب شمس الدین نے حضرت احمد رضا خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"مختلف النوع اور سائنسی موضوعات پر سینکڑوں اور ہزاروں کتب تحریر فرمائیں"۔ (63)

آپ کا نہایت ہی ضخیم کام "فتاوی رضویہ" ہے۔ 1324ھ/1904ء میں آپ نے اس کی سات جلدیں مکمل کیں' بعد میں یہ تعداد بڑھ کر 12 جلدوں تک پہنچ گئی (سائز فی جلد (20x26/8) اور ہر جلد تقریباً "ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

مکہ کی لائبریری کے مہتمم شیخ اسماعیل خلیل نے جب ان فتاوی کو پڑھا تو انھوں نے والہانہ انداز میں احمد رضا خان کو لکھا۔

"خدا کی قسم! اگر ابو حنیفہ نعمان رحمتہ اللہ علیہ ان فتاوی کو دیکھتے تو بلاشبہ ان کو دلی مسرت ہوتی اور وہ اس کے مولف کو اپنے تلامذہ میں شامل فرماتے۔" (۶۴)

مخالف کیمپ کی ممتاز شخصیت اور مشہور مصنف' لکھنو کے حکیم عبدالحئی (المتوفی 1341ھ/1923ء) یوں اعتراف کرتے ہیں۔

"سفر مکہ و مدینہ کے دوران (1324ھ/1906ء) آپ نے بہت سے رسائل تصنیف کیے اور علماء کے سوالات کے جوابات فتاوی کی صورت میں تحریر کیے۔ فقہ اور دیگر اختلافی مسائل پر آپ کی ہمہ گیر معلومات' سرعت تحریر اور ذہانت دیکھ کر سب کے سب حیران و ششدر رہ گئے۔ (۶۵)

دہلی کے معروف عالم دین اور شیخ حضرت مولانا زید ابو الحسن فاروقی (جو جامعہ الازہر قاہرہ کے فارغ التحصیل ہیں) حضرت احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کی فقہ و دیگر علوم میں مہارت کو ان الفاظ سے خراج پیش کرتے ہیں۔

63۔ فیاض محمود اور عبادت بریلوی۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند۔ لاہور 1972ء۔ جلد 11' باب 1۔ ص 29۔ احمد رضا خان۔ فتاوی رضویہ جلد اول ص۔4 پر بھی ملاحظہ فرمائیں۔

64۔ حامد رضا خان۔ ایضاً "مکتوب مورخہ 16 ذوالحجہ 1325ھ/1907ء۔

65۔ عبدالحئی۔ "نزہتہ الخواطر" حیدر آباد (دکن)۔ 1390ھ/1971ء جلد ہشتم۔ ص 39۔

"فقہ میں مولانا احمد رضا خان کے تبحر علمی سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا' وہ بلاشبہ اپنے وقت کے عظیم فقیہہ تھے۔" انہوں نے مزید کہا "مولانا کفایت اللہ کی "کفایت المفتی" (جسے مولانا حفیظ الرحمان واصف نے مرتب کر کے دہلی سے شائع کیا) کی میرے نزدیک کوئی حیثیت نہیں کیونکہ اس میں حوالہ جات نہیں ہیں اور اس کی معقولیت بھی مشکوک ہے۔ اس کے برعکس مولانا احمد رضا خان کے فتاویٰ نہ صرف مباحث میں کامل ہیں اور معقول ہیں بلکہ مستند حوالہ جات فراہم کرتے ہیں یہ وسعت اور گہرائی میں بے مثال ہیں اور خیالات کے افق کو وسیع کرتے ہیں یہ علمی اور زبانی حوالہ جات کے لئے سرمایہ ہیں۔ کسی کو احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق اس تصور کو نہیں دیکھنا چاہئے جو جعلی منکرین نے پیش کیا۔ معاصرین میں کوئی بھی آپ کے علم اور فقہ کی عمیق معلومات میں ہم پلہ نہیں تھا۔" (مسجد فتح پوری' دہلی کے مولانا محمد مکرم احمد کے نام خط محررہ 18 دسمبر 1975ء سے اقتباس)۔

مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ کے بعض مخالف بھی ان فتاویٰ کے حوالے دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر مخالف کیمپ کے مولوی کفایت اللہ (1372ھ/1952ء) نے ان فتاویٰ سے رجوع واستدلال کیا (۶۶)۔ اور اعتراف کیا کہ مولانا احمد رضا خان رحمتہ اللہ کو مسلم فقہ کی لطافت پر بڑا عبور حاصل تھا' جیسا کہ انور (حیدر آباد۔ پاکستان) کے علامہ مفتی محمد محمود نے بیان کیا۔

دوسرا اہم کام جو احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ نے علم مذہب کے سلسلہ میں سرانجام دیا وہ اردو میں قرآن پاک کا ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ جداگانہ خصوصیات کا حامل ہے۔ یہ ترجمہ "کنزالایمان" جس پر محمد نعیم الدین رحمتہ اللہ علیہ نے حواشی تحریر فرمائے "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے 1330ھ/1911ء میں شائع ہوا۔ اردو زبان میں قرآن پاک کے متعدد تراجم شائع ہوئے ہیں۔ تقریباً" 25 تراجم کنزالایمان کی اشاعت سے پہلے اور تقریباً" 50 اشاعت کے بعد' لیکن ان تمام تراجم میں "کنزالایمان" کا شمار صف اول میں ہوتا ہے۔ مترجم بعض نازک اور ناممکن مقامات سے بھی بطریق احسن گزر جاتا ہے۔ ان کے کام کا سرسری جائزہ مندرجہ ذیل ہے۔

قرآن

☆ النفحتہ الفائحہ (1315ھ/1897ء)۔

66۔ محمد مسعود احمد۔ مواعظ مظہری۔ کراچی 1969ء۔ ص 31۔

☆ جالب الجسنان (1322ھ/1904ء)

☆ "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" (1330ھ/1911ء)۔

احادیث

☆ النجم الثواقب (1296ھ/1878ء)۔

☆ الروض البہیج۔

☆ مدارج طبقات الحدیث (1313ھ/1898ء)۔

فقہ

☆ حقیق الاحقاق (1311ھ/1893ء)

☆ الکاس الاحاق (1313ھ/1895ء)

☆ الشرعۃ البہیہ (1317ھ/1897ء)

☆ رد القضاۃ (1323ھ/1905ء)

☆ جد المحتار (1326ھ/1908ء)

☆ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ (1326ھ/1908ء) 12 جلدوں میں۔

تصوف

☆ بوارق طلوع۔ (1311ھ/1893ء)

☆ نقاء السلافہ (1301ھ/1901ء)۔

وراثتی قوانین

☆ المقصد النافع (1315ھ/1897ء)

☆ طیب الامعان (1317ھ/1899ء)۔

علم الکلام

☆ السعی المشکور (1290ھ/1873ء)۔

منطق

☆مقامع الحدید (1304ھ/1866ء)۔

علم تجبیر

☆الجائب الاکسیر (1296ھ/1878ء)۔

علم ہندسہ

☆الاشکال الاقلیدس 1306ھ/1888ء)۔

☆اعالی العطایا 1319ھ/1901ء)

☆المجمل الدائرہ 1320ھ/1902ء)۔

ریاضی

☆عزم البازی 1319ھ/1901ء)۔

☆کلام الفہیم 1319ھ/1901ء)

☆جداول الریاضی 1319ھ/1901ء)

☆الماہیات 1319ھ/1901ء

☆البدور (1323ھ/1905ء)

☆کتاب الارثماطیقی (1325ھ/1907ء)

ہیئت

☆المعار الاشرح (1319ھ/1901ء)

☆الصراح الموجز (1319ھ/1901ء)

☆الکلمتہ الملہمہ (1338ھ/1919ء)۔

☆فوز مبین در رد حرکت زمین (1319ھ/1920ء)

☆نزول الآیات فرقان بسکون زمین و آسمان (1339ھ/1920ء)

☆جادۃ الطلوع (1325ھ/1907ء)

☆معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین (1920ء)

توقیت

☆الانجب الانیق (1319ھ/1901ء)

☆کشف العلۃ (1324ھ/1906ء)

☆درء القبح (1326ھ/1908ء)

زیجات

مسفر المطالع (1324ھ/1906ء)

تنجیم

زاکی البہا (1325ھ/1907ء)

الجبراء

حل المعادلات (1325ھ/1907ء)

جفر

☆اطائب الاکسیر فی علم التکسیر?

☆الجداول الرضویہ (1321ھ/1903ء)

☆العجوبۃ الرضویہ (1321ھ/1903ء)

شاعری

☆حدائق بخشش (1325ھ1907ء)

تجوید

☆الجام الصاد (1317ھ/1900ء)

کیمیاء

☆المطر السعید وغیرہ۔

حرف آخر

نصف صدی گزرنے کے بعد شاید دنیا کے مستشرقین مشرق کے اس عظیم عبقری کے بارے میں سن کر حیران ہونگے۔ بلاشبہ یہ حیرت انگیز بات ہے۔ بد قسمتی سے احمد رضا خان کی زیادہ تر تحریریں شائع نہ ہو سکیں۔ صرف چند ایک اشاعتی اداروں نے جن کی طباعت اور جلد بندی کا معیار انتہائی پست تھا وہ مفکروں کے لئے باعث کشش نہ بن سکیں۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلم مؤرخوں اور ادیبوں نے ان کے متعلق جاننے کی زحمت گوارا نہ کی۔ دانستہ یا غیر دانستہ انہوں نے آپ کو نظرانداز کیا اور تقریباً" نصف صدی تک یہی چشم پوشی جاری رہی۔ مشرقی موضوعات سے متعلق امریکی اور یورپی مؤرخوں کے کام کا زیادہ تر انحصار ثانوی ماخذات پر ہے ان کی براہ راست ماخذات تک پہنچ نہیں اور خاص طور پر ایسے ماخذات جو اردو میں تحریر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ بلادانستہ وہ تاریکی میں رہے۔ اس لئے وہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے ناآشنا ہیں۔ لیڈن یونیورسٹی (ہالینڈ) کے شعبہ اسلامیات کے پروفیسر ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس۔ بلیان نے مجھے لکھا کہ وہ ابھی تک احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے واقف نہیں۔

احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کو مذہبی اور سیاسی پلیٹ فارم پر اتفاقاً" متعدد مشکلات اور حریفوں سے پالا پڑا۔ مذہبی پلیٹ فارم پر مولانا حسین احمد دیو بندی (انڈیا) (المتوفی 1377ھ /1957ء)۔ دارالعلوم دیوبند اور جمعیت علمائے ہند کی ممتاز شخصیات ان کی حریف تھیں۔ جبکہ سیاسی پلیٹ فارم پر مولانا ظفر علی خان جیسے ممتاز صحافی اور سیاست دان تھے (٦٧)۔ اس کے علاوہ متعدد اور حریف بھی تھے جن کی مخالفت کشمکش کا باعث بنی۔ نتیجتہ" آپ کے حریف تعلیم یافتہ طبقے پر اثر انداز

67۔ محمد مسعود احمد۔ ایضاً" (دیباچہ) دیکھئے حسین احمد۔ "نقش حیات"۔ دیو بند۔ 1374ھ /1954ء۔ ایضاً" الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب۔ دیو بند 1325ھ /1907ء۔ (vi) محمد مسعود احمد۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں وغیرہ۔ ص 206,169۔

ہوئے۔ جبکہ مسلم سواد اعظم پر احمد رضاخان رحمتہ اللہ علیہ کا اثر رہا۔ جیسا کہ ڈاکٹر شیخ محمد اکرام وضاحت کرتے ہیں۔

بریلوی طبقہ کو دیوبند جیسا عظیم مدرسہ میانہ ہو سکا اس وجہ سے .. تعلیم یافتہ طبقے پر کوئی قابل ذکر اثر نہ چھوڑ سکے (۶۹)۔ "لیکن یہ مغربی پاکستان کے عوام میں بڑے مقبول ہیں۔ خصوصاً" پنجاب کے جنوب مغربی حصے پر ان کی گرفت مضبوط ہے۔(۷۰) . تعلیم یافتہ طبقے پر ان کے اثرات کی ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ احمد رضاخان کے پیروکاروں کا تذکرہ پروفیسر عزیز احمد کے توہین آمیز خیالات کی طرح کیا جاتا رہا ہے۔

"بریلوی علماء کی دیوبندی علماء سے دیرینہ دشمنی، تعصب اور خود غرضی پاکستان میں بھی منتقل ہوئی (۷۱)۔" کیا احمد رضاخان رحمتہ اللہ علیہ یورپین تھے کہ دنیا کے سکالروں کو اپنی طرف متوجہ کرتے۔ ان کے علمی کام کے جائزے کے لئے جہد مسلسل کی ضرورت ہے۔ انھیں مشرق و مغرب میں متعارف کرانے کے لئے انگریزی زبان میں ان کی سوانح حیات لکھی جانی چاہئے۔ اسلام پر کام کرنے والے دنیا کی یونیورسٹیوں کے پروفیسروں کو چاہئے کہ وہ مشرق کے اس عظیم عبقری پر خصوصی توجہ دیں (۷۲)۔

68- دیکھئے، بہارستان (لاہور) درج ذیل عنوانات کے تحت۔
i- دارالتکفیر 1344ھ/ 1925ء ص 514۔ ii- بریلویات۔ ص 518۔ iii- شیعہ اور بریلوی۔ 1347ھ/ 1926ء۔ ص 524۔
نگارستان (لاہور) 1973ء ص 65 میں بھی دیکھیں۔

69- لیکن 1970ء سے مرکزی مجلس رضا لاہور کی مخلصانہ کوششوں سے آپ تعلیم یافتہ طبقے میں متعارف اور مقبول و مشہور ہوئے جس پر ماہنامہ "خدام الدین" لاہور۔ 2 مئی 1975ء۔ ص 14 نے بڑا عمیق تبصرہ کیا ہے۔ "تعلیم یافتہ طبقہ عموماً" دیوبند، علی گڑھ، دلی اور لکھنؤ سے متاثر ہے جس کی تمام تر کوششیں احمد رضاخان پر بے جا تنقید کے سوا کچھ بھی نہیں۔"

70- ایس۔ ایم اکرام۔ ماڈرن مسلم انڈین اینڈ برتھ آف پاکستان۔ لاہور 1970ء

71- عزیز احمد۔ ایکٹی وزم آف علماء ان پاکستان، نکی آر کیڈی، سکالرز، سینٹس اینڈ صوفیز مسلم ریلیجن انسٹی ٹیوشن سنس 1500۔ شکاگو (شکاگو) 1963ء میں شامل ہے۔
Activisim of Ulma in Pakistan Nikki R.Keddi. Scholars, Saints and Sufis Muslim Religion Institution since 1500 Chicago, 1963

72- دنیا کے مختلف ممالک میں آپ کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کام جاری ہے جن میں درج ذیل قابل ذکر ہے۔

حال (فروری 1975ء /1395ھ) ہی میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ عربی کے صدر ڈاکٹر مختار الدین آرزو نے آل انڈیا ریڈیو سے احمد رضا خان پر تقریر نشر کی۔ میرے خیال میں حقیقت پر سے پردہ اٹھانے کا وقت آن پہنچا ہے۔

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدار یار ہو گا
سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہو گا

(i) انٹرنیشنل اسلامک مشنریز گلڈ کراچی (پاکستان)۔ (ii) ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن۔ (کراچی)۔ (iii) مرکزی مجلس رضا لاہور۔ (پاکستان)۔ (iv) امام احمد رضا ریسرچ اکیڈمی۔ مبارک پور اعظم گڑھ (بھارت)۔ (v) ورلڈ اسلامک مشن۔ بریڈ فورڈ (برطانیہ۔ (vi) دی سنی رضوی سوسائٹی پورٹ لوئیس (ماریشس)۔ احمد رضا خان کی سوانح جات کے لئے درج ذیل حوالات بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

* --- عبد الحئی' نزہتہ الخواطر۔ حیدر آباد دکن 1390ھ /1971ء۔ جلد سوم۔ * --- بدر الدین۔ سوانح اعلیٰ حضرت۔ لاہور 1382ھ /1963ء۔ * --- حامد رضا خان۔ الاجازۃ المتینہ۔ 1324ھ /1906ء۔

* --- محمد صابر۔ مجدد اسلام۔ کان پور 1379ھ /1959ء * --- محمد ادریس بلگرامی۔ طیب الایمان لذکر العلماء الزمان 1315ھ /1897ء۔ * --- محمود احمد۔ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ کان پور (بھارت) 1391 /1972ء۔ * --- محمد مسعود احمد' فاضل بریلوی اور ترک موالات۔ لاہور۔ 1970ء * --- ایضاً"۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ لاہور۔ 1973ء۔ * --- ایضاً"۔ رضا بریلوی۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (اردو) لاہور جلد دہم۔ باب پنجم۔ * --- ایضاً"۔ احمد رضا خان۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (ترمیم شدہ)۔ جلد اول۔ دوم اور سوم (لیڈن)۔ * --- رحمان علی۔ "تذکرہ علمائے ہند" لکھنؤ 1232ھ /1914ء۔

* --- ظفر الدین بہاری۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ 1357ھ /1938ء چار جلدیں۔ کراچی۔ * --- حیات اعلیٰ حضرت۔ چار جلدیں۔ کان پور (انڈیا)

کتابیات

احمد رضا خان	جواہر البیان فی اسرار الارکان	بریلی 1382/1962
احمد رضا خان	کنز الایمان مراد آباد	1330/1911
احمد رضا خان	فتاویٰ رضویہ مراد آباد	1328ھ/1910ء
احمد رضا خان	الاجازۃ الرضویہ	بریلی 1328ھ/1910ء
احمد رضا خان	حسام الحرمین	لاہور 1324ھ/1906ء
احمد رضا خان	حدائق بخشش	کراچی 1325ھ/1907ء
احمد رضا خان	المستند المعتمد 1320ھ	استنبول 1395ھ/1975ء
احمد رضا خان	الکلمۃ الملہمہ	میرٹھ 1395ھ/1975ء
احمد رضا خان	الدولۃ المکیہ	کراچی 1332ھ/1908ء
احمد رضا خان	فتاویٰ الحرمین	لاہور 1334ھ/1916ء
احمد رضا خان	الفیوضات الملکیہ	کراچی 1326ھ/1908ء
احمد رضا خان	کفل الفقیہ	لاہور 1326ھ/1906ء
احمد رضا خان	النیرۃ الوضیہ	لاہور 1394ھ/1974ء
احمد رضا خان	فوز المبین در حرکت زمین	1339ھ/1920ء
آئی ایچ۔ قریشی	Ulma in Politics	کراچی 1330ھ/1973ء
ایس۔ ایم۔ اکرام	ماڈرن مسلم انڈیا اینڈ برتھ آف پاکستان۔ لاہور	1390ھ/1970ء
بدر الدین	سوانح اعلیٰ حضرت	لاہور 1382ھ/1963ء
حسنین رضا خان	وصایا شریف	لاہور
حامد علی خان	ہندوستان کے عربی شعراء	مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
حامد رضا خان	الاجازۃ المتینہ	بریلی 1324ھ/1906ء
حسین احمد	الشہاب الثاقب	دیوبند 1325ھ/1907ء
رئیس احمد جعفری	اوراق گم گشتہ	لاہور 1968ء

رحمان علی	تذکرہ علمائے ہند	لکھنؤ 1332ھ/1914ء
شیر محمد اعوان	مولوی احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری	لاہور 1393ھ/1973ء
علامہ شمس بریلوی	اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام کا ادبی اور تنقیدی جائزہ	کراچی 1975ء
ظفرالدین محمد	حیات اعلیٰ حضرت	1357ھ/1935ء
ظفرالدین محمد	المجمل المعدد لتالیفات المجدد	لاہور 1394ھ/1974ء
ظفرالدین محمد	الافاضات الرضویہ	کان پور (بھارت)
عبدالحق	قاموس الکتب، اردو	کراچی 1381ھ/1961ء
عبدالحکیم	معارف رضا	لاہور
عبدالحکیم شرف	یاد اعلیٰ حضرت	لاہور 1395ھ/1975ء
عبدالحئی	نزہتہ الخواطر	حیدر آباد دکن 1390ھ/1971ء
عبدالنبی کوکب	مقالات یوم رضا	لاہور 1968ھ/1971ء
عبدالشاہد	الثورۃ الہندیہ	لاہور 1394ھ/1974ء
غلام رسول	فاضل بریلوی کا فقہی مقام	لاہور 1394ھ/1974ء
غلام معین الدین	حیات صدر الافاضل	لاہور
فضل الرحمان انصاری	دی قرآنک فاؤنڈیشن سٹرکچر آف مسلم سوسائٹی	کراچی 1393ھ/1973ء
فرمان فتح پوری	اردو کی نعتیہ شاعری	لاہور 1394ھ/1974ء
فاروق شفیق	تقریب اشاعت ارمغان نعت	کراچی 1395ھ/1975ء
فضل الرسول	المعتقد المنتقد (1270ھ)	استنبول 1395ھ/1975ء
فیاض محمود	تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند	لاہور 1392ھ/1972ء
کے۔ ایس انصاری	A Shavian and the Oldgian	کراچی۔ 1390ھ/1970ء
گل محمد فیضی	آزادی کی ان کہی کہانی	سرگودھا 1394ھ/1974ء
لیونارڈ بائنڈر	Religion and Politics in Pakistan	لاس اینجلس، 1961ء۔ ص 31,2
محمود احمد قادری	تذکرہ علمائے اہل سنت	کانپور (بھارت) 1391ھ/1971ء

محمود احمد قادری	امام احمد رضا اور ان کا عربی کلام	کانپور (بھارت)
محمد ابراہیم خوشتر	The Religious Refdrrmerrs and Spiritual Reviver of this Century	
پورٹ لوئیس	ہمارے شمس 1391ھ/1971ء	سری لنکا 1395ھ/1971ء
محمد مسعود احمد	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں	لاہور 1394ھ/1974ء
محمد مسعود احمد	مواعظ مظہری	کراچی 1389ھ/1969ء
محمد مسعود احمد	فاضل بریلوی اور ترک موالات	لاہور 1391ھ/1971ء
محمد مسعود احمد	رضا بریلوی انسائیکلو آف اسلام	پنجاب یونیورسٹی لاہور، جلد دہم
محمد مسعود احمد	اردو میں قرآنی تراجم و تفسیر	حیدر آباد 1390ھ/1970ء
محمد مسعود احمد	محمد صابر نسیم۔ مجدد اسلام	کانپور (بھارت) 1379ھ/1958ء
نور محمد قادری	اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری پر ایک نظر	لاہور 1395ھ/1975ء
نظامی بدایونی	قاموس المشاہیر	بدایوں 1345ھ/1926ء

نغمہ رضا

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے کسی کی فرمائش پر برجستہ یہ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لکھی۔ اردو' عربی' ہندی اور فارسی چار زبانوں کا حسین امتزاج یہ نعت شریف اعلیٰ حضرت کے دیگر کلام کی طرح زبان زدعام ہے۔

حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے اس کا تشریحی اردو ترجمہ کیا۔ جو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی کے سالنامہ "معارف رضا" شمارہ ۱۹۹۴ء کی زینت بنا۔

گزشتہ سال اسلام آباد ٹیلی ویژن کارپوریشن سے پروڈیوسر خالد صدیقی صاحب نے رخسانہ مرتضیٰ کی آواز میں کورس کی شکل میں اس نعت کو کمپوز کیا۔ اور صبح کی نشریات کے آغاز میں یہ خوبصورت نعت نشر کی جاتی رہی ہے"۔

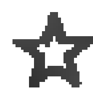
نغمہ رضا

نعت، امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ

تشریحی ترجمہ۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

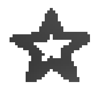
لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تو رے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

"اے محبوب تجھ جیسا کسی نے نہیں دیکھا۔ تیرا مثل پیدا ہی نہیں ہوا۔ کائنات کی شاہی کا تاج تیرے ہی سر سجتا ہے۔ (سب ہی نے) تجھی کو دونوں جہاں کا بادشاہ جانا اور مانا ہے۔"



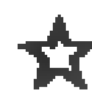
البحر علا و الموج طغی من بے کس و طوفان ہوشربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

"سمندر چڑھ رہا ہے، موجیں بپھر رہی ہیں، میں بے یارومددگار ہوں، طوفان ہوش اڑائے دیتا ہے۔ ہوا مخالف ہوگئی، بھنور میں پھنس گیا ہوں، (اے محبوب) میری کشتی کو پار لگادے۔!"



یاشمس نظرت الی لیلی، چو بطیبہ رسی عرض بکنی !
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

"اے آفتاب! تو نے میری رات دیکھی؟ (اتنی سیاہ رات کو تیرے ہوتے ہوئے بھی اس کی سیاہی نہ گئی!) جب تو گردش کرتے کرتے مدینہ پہنچے تو یہ عرض کرنا "تیرے نور کی چکا چوند نے پوری کائنات کو منور کر رکھا ہے مگر میری رات، رات ہی رہی، دن نہ ہو سکی"۔"



لک بدر فی الوجہ الاجمل، خط ہالہ مہ زلف ابر اجل

تورے چندن چندر پروکنڈل' رحمت کی برن برسا جانا

"تیرے چہرۂ زیبا میں چودھویں کا چاند دمک رہا ہے ـــ تیرا خط' جیسے چاند کے گرد ہالہ ـــ تیری زلف جیسے گھنگور گھٹا ـــ تیرے مکھڑے' چاند جیسے چمکتے چہرے کے گردا گرد رحمت ہی رحمت ہے ـــ ہم پر بھی رحمت کی پھوہار ڈالتا جا!"



انا فی عطش و سخاک اتم اے گیسوئے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

"اے گیسوئے پاک! میں پیاسا ہوں' تیری سخاوت کا کیا کہنا! اے رم جھم برسنے والے ابر کرم! دو بوندیں مجھ پر بھی گراتا جا"۔



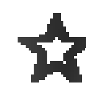
یا قافلتی زیدی اجللک رحمے بر حسرت تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

"اے مرے قافلے والو! کچھ دن تو اور ٹھہرو ـــ مجھ حقیر حسرت بھرے پیاسے پر کچھ تو رحم کرو! ـــ (فراق کے خیال سے) میرا دل دھڑک رہا ہے' تڑپ رہا ہے' کانپ کانپ رہا ہے ـــ ابھی مدینہ سے کوچ کی خبر تو نہ سناؤ ـــ!"



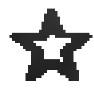
واھا لسویعات ذھبت آں عہد حضور بار گہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت درداوہ مدینے کا جانا

آہ! کیا گھڑیاں تھیں جو بیت گئیں! ـــ وہ تیری بارگاہ میں حاضری کا زمانہ جب بھی مجھے یاد آتا ہے تو میرا دل بے چین ہوتا ہے ـــ آہ! وہ مدینہ کا جانا! (وہ بھی کیا دن تھے!)



القلب شج و الھم شجوں دل زار چناں جاں زیر چنوں
پت اپنی بپت میں کا سے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا

"دل زخمی ہے اور مصیبتیں پیچ در پیچ ہیں— دل ایسا ضعیف ہے اور جان ایسی کمزور ہے—! اے محبوب! میں اپنا دکھ درد کس کو سناؤں—؟ تیرے سوا میرا ہے کون؟"



الروح فداک فزد حرقا یک شعلہ دگر بزن عشقا
موراتن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

"(اے محبوب) تجھ پر جان قربان!— سوزش عشق اور بڑھادے— اے آتش عشق! ایک اور لپٹ مار— ہاں' تونے میرا تن من دھن سب پھونک دیا (یہ جان گئی ہے) اس کو بھی جلا کر بھسم کردے"۔



بس خامہ خام نوائے رضا' نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشاد احبا ناطق تھا' ناچار اس راہ پڑا جانا

"اے قلم! تو رضا کے رو کھے پھیکے اشعار لکھ چکا' بس کر!
— یہ تو نہ رضا کا طرز ہے اور نہ رنگ شاعری— کچھ دوستوں کی فرمائش نے مجبور کیا تو یہ طرز اختیار کی اور چار زبانوں میں نعت پیش کی"۔



خلفائے اعلیٰ حضرتؒ

۱۰۔ خُلفاءؒ

۱۔ صدر الافاضل محمد نعیم الدین مُراد آبادی

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۷۸ء

۲۔ بُرہانِ ملت مولانا محمد بُرہان الحق جبل پوری

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۸۱ء

۳۔ صدر الشریعۃ: مولانا امجد علی اعظمی

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۸۱ء

۴۔ مولانا قاضی عبد الوحید

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۸۱ء

۵۔ مبلغ اسلام علامہ شاہ محمد عبد العلیم صِدیقی قادِری

از: خلیل احمد رانا ۱۹۹۴ء/۱۴۱۴ھ

۶۔ حضرت محدث کچھوچھوی' چند یادیں

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اکتوبر ۱۹۹۵ء

۷۔ علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اپریل ۱۹۹۶ء

صدر الافاضل

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی

(سرپرست "السواد الاعظم")

صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی ولادت ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ (یکم جنوری ۱۸۸۳ء) کو مراد آباد (یو۔ پی۔ بھارت) میں ہوئی۔ ۱۳۲۰ھ ر ۱۹۰۰ء میں مدرسہ امدادیہ (مراد آباد) سے دستار فضیلت حاصل کی۔ استاد گرامی مولانا شاہ محمد گل رحمتہ اللہ علیہ عارف کامل اور فاضل اجل تھے' فاضل ممدوح کے عشق و محبت اور علمیت و فقاہت کی ایک جھلک ان کی تالیف "ذخیرہ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد مصطفیٰ" (۱۳۳۹ھ ر ۱۹۲۰ء) میں نظر آتی ہے۔ آپ کا سلسلہ حدیث براہ راست حجاز مقدس سے مربوط ہے' برصغیر پاک و ہند کے دوسرے سلاسل حدیث کے مقابلے میں آپ کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے۔

صدر الافاضل ایسے جلیل القدر استاد کے تلمیذ رشید تھے' وہ علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر تھے بالخصوص فن حدیث اور علم التوقیت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علم طب میں بھی مہارت حاصل تھی اور حکیم شاہ فضل احمد امروہوی سے شرف تلمذ تھا' شاعری میں اپنے والد ماجد استاذ الشعرا' مولانا معین الدین نزہت سے فیض حاصل کیا اور نعیم تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا دیوان "ریاض نعیم" شائع ہوچکا ہے۔

صدر الافاضل حضرت شاہ محمد گل علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے۔ بیعت کے بعد حضرت شاہ صاحب نے آپ کو حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ (م۔ ۱۳۵۵ھ) کے سپرد کردیا۔ صدر الافاضل نے آپ سے استفاضہ کیا اور آپ ہی سے خلافت و اجازت حاصل کی' آپ ہی کی اجازت سے فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ (م ۱۹۲۱ء) سے بھی خلافت و اجازت حاصل کی۔ صدر

الافاضل، فاضل بریلوی کے رازدار اور رمزشناس تھے، آپ نے ان کے مشن کو بڑی کامیابی کے ساتھ آگے بڑھایا اور مسلمانان ہند کی سیاسی اور مذہبی امور میں رہنمائی فرمائی۔

۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں مراد آباد میں آپ نے مدرسہ انجمن اہل سنت و جماعت کی بنیاد رکھی۔ بعد میں ۱۳۵۲ھ اور ۱۹۳۳ء میں اس مدرسہ کا نام "جامعہ نعیمیہ" قرار پایا۔ اس جامعہ کے فیض یافتہ، اور صدرالافاضل کے تلامذہ پاک و ہند میں بہت سے جامعات کے بانی، بہت سی کتابوں کے مصنف اور بہت سے رسالوں کے مدیر ہیں، مثلاً" یہ حضرات۔

۱۔ مولانا مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ (بانی مدرسہ بحرالعلوم مخزن عربیہ، کراچی) آج کل یہ مدرسہ "دارالعلوم نعیمیہ" کے نام سے ایک ٹرسٹ کے زیرانتظام چل رہا ہے۔

۲۔ علامہ ابوالحسنات مولانا محمد احمد قادری علیہ الرحمہ۔۔۔ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے وقت اجلاس لاہور میں موجود تھے۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس (بنارس) میں شرکت کی۔ ۱۹۴۸ء میں تحریک آزادی کشمیر میں حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں سرگرمی سے جدوجہد کی۔ جمعیت العلماء پاکستان کے پہلے صدر تھے، آپ کی تصانیف میں یہ قابل ذکر ہیں۔
☆ تفسیر الحسنات (چھ جلدیں)، ☆ ترجمہ کشف المحجوب، ☆ عظیم رسالت
☆ شرح قصیدہ بردہ شریف، ☆ اوراق غم، ☆ صبح نور،
☆ قراطیس المواعظ، ☆ فرشتہ رحمت، ☆ اظہار الاسقام،
☆ مظہرالاسرار، ☆ البیان، ☆ مونس الاطباء وغیرہ وغیرہ

۳۔ ابوالبرکات مولانا سید احمد قادری (ناظم مرکزی مدرسہ انجمن حزب الاحناف لاہور) آپ ہی کے صاحبزادے علامہ محمود احمد رضوی بخاری شریف کے شارح اور ماہنامہ رضوان (لاہور) کے مدیر ہیں۔

۴۔ ابوالخیر مولانا مفتی محمد نوراللہ صاحب (بانی مدرسہ دارالعلوم حنفیہ، بصیرپور ساہیوال) آپ "فتاویٰ نوریہ" کے مصنف ہیں۔ آپ ہی کی سرپرستی میں یہاں

سے ماہنامہ "نور الحبیب" نکل رہا ہے۔

۵۔ علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب (دارالعلوم محمدیہ غوثیہ' بھیرہ شریف) آپ کی تفسیر "ضیاء القرآن" شہرت عام حاصل کرچکی ہے' آپ کی سرپرستی اور ادارت میں پنجاب کا منفرد علمی اور مذہبی مجلّہ "ضیائے حرم" بڑی کامیابی سے نکل رہا ہے۔

۶۔ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی (بانی جامعہ نعیمیہ' لاہور)

آپ کی سرپرستی وارادات میں ماہنامہ "عرفات" نکل رہا ہے۔

۷۔ مولانا مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ

آپ کی تالیف "تفسیر نعیمی" مقبول و معروف ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل تصانیف آپ سے یادگار ہیں۔

☆ علم المیراث' ☆ جاء الحق' ☆ شان حبیب الرحمٰن' ☆ سلطنت مصطفیٰ' ☆ دیوان سالک' ☆ علم القرآن' ☆ اسرار الاحکام' امراۃ شرح مشکوۃ شریف (آٹھ جلدوں میں)
☆ نعیم الباری فی شرح البخاری' ☆ نور العرفان فی حاشیۃ القرآن' ☆ مواعظ نعیمیہ'
☆ فتاوی نعیمیہ'
☆ اسلامی زندگی وغیرہ۔

راقم الحروف ایام نوعمری میں صدر الافاضل کی زیارت سے مشرف ہوا ہے اور ان کی تقاریر سنی ہیں۔ صدر الافاضل ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء سے بہت تمل مسجد جامع فتح پوری' دہلی کی محفل میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ۱۲ ربیع الاول کی شب کو ہر سال تقریر فرماتے تھے' پھر ۱۲ ربیع الاول کو بعد نماز ظہر بھی تقریر فرماتے تھے۔ اس محفل پاک کے بانی راقم کے والد ماجد حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہراللہ رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) تھے۔ صدر الافاضل اور آپ کے درمیان نہایت ہی مخلصانہ تعلقات تھے۔ بارھویں شب مبارک کو محفل میلاد میں شرکت فرمانا ہی اس خصوصی تعلق و محبت کی نشاندہی کرتا ہے۔

صدر الافاضل تبلیغ اسلام اور ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و حمایت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ اس سلسلے میں آپ نے عیسائیوں اور آریوں

سے کامیاب مناظرے فرمائے۔ آپ نے اپنے رسالہ "السواد الاعظم" میں بھی ان لوگوں کا رد کیا' مثلاً پنڈت دیانند سرسوتی کی کتاب "ستیارتھ پرکاش" کے اسلام اور شارع اسلام پر اعتراضات کے مسکت و مدلل جواب دیئے' مگر تحریر و تقریر میں کسی مقام پر تہذیب و شائستگی کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا' اس جذباتی دور میں یہ خوبی نہایت ہی قابل تحسین ہے۔۔۔ آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے الموڑہ' نینی تال' ہلدوانی وغیرہ کے پہاڑی علاقوں کا دورہ کیا' تبلیغ اسلام کے لئے وہاں قیام فرمایا اور ایک رسالہ "پراچین کال" تحریر فرمایا جو غالباً" پہاڑی زبان میں ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی ساتھ ہی ہے۔۔۔ اشاعت اسلام کے لئے آپ نے پھیری والوں کے روپ میں اپنے گماشتے بھیجے جنہوں نے گھر گھر جاکر اسلام کو پھیلایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ علماء بالعموم تبلیغ اسلام سے بے خبر تھے' بلکہ ہندو مسلم اتحاد کی باتیں کررہے تھے۔

۱۹۱۹ء / ۱۳۳۸ھ اور ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت' تحریک ترک موالات کے جذباتی دور میں آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعہ مسلمانوں تک اسلام کے سچے پیغام کو پہنچایا اور صدر جمعیتہ العلماء ہند کو ہندو مسلم اتحاد کے خطرات سے آگاہ کرکے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے سے روکا۔۔۔ پھر دہلی جاکر مولانا محمد علی جوہر کو سمجھایا' بالاخر وہ ہندو مسلم اتحاد کی دعوت سے دست بردار ہوکر تائب ہوگئے۔ مولانا محمد اطہر نعیمی اپنے والد ماجد تاج العلما سے اور وہ صدرالافاضل سے روایت کرتے ہیں کہ ۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن جانے سے قبل مولانا محمد علی جوہر' صدرالافاضل سے ملنے آئے' صدر الافاضل نے پھر ہندو مسلم اتحاد کے نتائج و عواقب کی طرف ان کو متوجہ کیا' اس پر انہوں نے فرمایا:

"اگر زندہ رہا تو اس کی تلافی کی کوشش کروں گا"۔

مولانا شوکت علی خود مراد آباد جاکر صدرالافاضل کے دولت کدے پر حاضر ہوئے اور ان کے سامنے ہندو مسلم اتحاد کی حمایت و تائید سے دست کش ہوئے۔۔۔ دونوں بھائیوں کو ہندوؤں کی بے وفائی کا شدید احساس تھا۔

گوکل کی تحریک چلائی گئی تو صدر الافاضل نے اس کے مقابلے کے لئے اعاظم و اکابر اہل سنت کو مراد آباد جمع کیا' جہاں ۱۹۲۵ء / ۱۳۴۳ھ میں آل انڈیا سنی کانفرنس

(الجمعیۃ العالیہ المرکزیہ) کی بنیاد رکھی گئی جس کے ناظم اعلیٰ صدر الافاضل منتخب ہوئے اور مستقل صدر حضرت محدث علی پوری' پیر سید جماعت علی شاہ علیہ الرحمہ (م ۱۳۷۰ھ ر ۱۹۵۱ء) منتخب ہوئے۔

۱۹۲۴ء ر ۱۳۴۳ھ اور ۱۹۲۵ء ر ۱۳۴۴ھ کے درمیان شدھی کی تحریک چلی تو اس کی مدافعت کے لئے صدر الافاضل نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ بریلی میں جماعت رضائے مصطفیٰ قائم کی گئی جس کے تحت اس فتنہ ارتداد کا مقابلہ کیا گیا' صدر الافاضل نے آگرے کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا اور بالآخر شردھانند کے اس فتنے کا خاتمہ ہو گیا۔

۱۳۳۷ھ ر ۱۹۱۸ء میں مراد آباد سے ماہنامہ "السواد الاعظم" جاری کیا اور اس کے ذریعہ مذہبی اور سیاسی میدانوں میں مسلمانان ہند کی رہنمائی فرمائی۔ ۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۳ء کے درمیان مولوی ابوالکلام آزاد کے "البلاغ" اور "الہلال" میں بھی مستقل مضامین لکھتے رہے۔ "الہلال" کے قلم کاروں میں شبلی نعمانی۔۔۔۔ حسرت موہانی اور سید سلیمان ندوی شامل تھے۔ اس شعر سے آپ کے عزم و حوصلہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

پھر جنوں کہتا ہے خود کو پا بہ جولاں دیکھئے!
چلئے اٹھئے' اب کے پھر وحشت میں زنداں دیکھئے
(نعیم)

۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس (لندن) میں جب علامہ اقبال نے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی تو آپ نے اس کی پرزور تائید کی اور اس تجویز کے مخالف ہندو اخبارات و رسائل کا خوب تعاقب فرمایا اور اپنے موقف کی حمایت میں نہایت معقول اور دل نشیں دلائل پیش کئے۔۔۔ ۱۹۴۰ء ر ۱۳۵۹ھ جب لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو اس موقع پر آپ کے تلمیذ رشید مولانا ابوالحسنات محمد احمد علیہ الرحمہ موجود تھے اور جلسہ کے سرگرم کارکن تھے۔ ۱۹۴۶ء میں نواب محمد اسماعیل خاں (صدر یو' پی مسلم لیگ) کے ذریعہ قائداعظم کو تار دلوایا کہ جب تک حکومت برطانیہ پاکستان کے مشرقی اور مغربی علاقے کے درمیان ایک بین الاقوامی آزاد علاقہ تسلیم نہ کرلے' تقسیم کی تجویز منظور نہ کریں۔

۱۳۶۶ھ ر ۱۹۴۶ء میں صدرالافاضل ہی کی کوششوں سے بنارس (بھارت) میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے چار روزہ تاریخی اجلاس ہوئے (یعنی ۲۷ اپریل تا ۳۰ اپریل) اس کانفرنس میں پاک و ہند کے دو ہزار علماء و مشائخ اور ۲۰ ہزار دوسرے حاضرین شریک تھے۔ "قرارداد پاکستان" کی حمایت میں جو تجویز اتفاق رائے سے منظور ہوئی اس کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:۔

"آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے"۔

(خطبہ صدارت جمہوریت اسلامیہ' مطبوعہ (مراد آباد) ۱۹۴۶ء' ص ۲۹)

مطالبہ پاکستان کی حمایت و اشاعت کے لئے صدرالافاضل نے ہندوستان اور پاکستان کے دور دراز علاقوں کا دورہ کیا' حتیٰ کہ مراد آباد سے بنگال تک تشریف لے گئے اور وہاں مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونکی جو آگے چل کر مشرقی پاکستان کی تعمیر و تشکیل میں معین و مددگار ثابت ہوئی۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مذکورہ بالا اجلاس کے بارے میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۳۹۰ھ ر ۱۹۷۰ء) کے تاثرات قابل توجہ ہیں۔۔۔ مولانائے موصوف کی ذات تحریک آزادی ہند میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔۔۔ آپ تحریک خلافت میں علی برادران کے ساتھ رہے۔۔۔ تحریک شدھی میں اس کی سخت مزاحمت کی۔۔۔ بنگال میں مولوی حسین احمد کے مقابلے میں مسلم لیگ کے نمائندے کو کامیاب کرایا۔۔۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور کے تاریخی اجلاس میں قائداعظم کے سامنے قرارداد پاکستان کی حمایت میں پرزور تقریر فرمائی۔۔۔ ۱۹۴۵ء میں والی دکن اور قائداعظم کی ملاقات کے لئے راہ ہموار کی۔۔۔ ۱۹۴۶ء میں علماء کا وفد حجاز لے گئے اور حکومت سعودیہ کو پاکستان کی حمایت پر آمادہ کیا۔۔۔ الغرض انہوں نے تنہا وہ خدمات انجام دیں جو ایک جماعت کے بس کی نہ تھیں۔۔۔ ایسا مجاہد جب کوئی بات کہے تو وہ بات معمولی نہیں' بہت وزنی ہے۔۔۔ آل انڈیا سنی کانفرنس (۱۹۴۶ء) کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:۔

"میں نے اپنی چوالیس سالہ قومیات کی زندگی میں صدہا کانفرنسیں دیکھیں اور بیسیوں خود منعقد کیں لیکن میں کہتا ہوں کہ بنارس کی سنی

کانفرنس کی طرح گزشتہ چالیس سالوں میں کوئی کانفرنس بھی نہ ہو سکی"۔
(غلام معین الدین) حیات صدر الافاضل' مطبوعہ لاہور' ص ۲۰۰)

پاکستان معرض وجود میں آنے کے بعد صدر الافاضل لاہور اور پھر کراچی تشریف لائے' دستوری خاکہ کے لئے آپ سے عرض کیا گیا لیکن اچانک طبیعت ناساز ہو گئی اور واپس ہندوستان تشریف لے گئے اور پھر وہاں ممالک اسلامیہ اور خلافت عثمانیہ کے دساتیر و قوانین کو سامنے رکھ کر پاکستان کے لئے ایک اسلامی دستور کا خاکہ تیار کرنا شروع کیا' ابھی ۱۱ دفعات لکھنے پائے تھے کہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ (۲۲ اکتوبر ۱۹۴۸ء) کو مراد آباد میں وصال فرما گئے۔ مزار مبارک جامعہ نعیمیہ (مراد آباد) کے احاطہ میں واقع ہے۔

صدر الافاضل کی اولاد امجاد میں چار فرزند ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) مولوی ظفر الدین' (۲) مولوی محمد اختصاص الدین'
(۳) جناب ظہیر الدین' (۴) جناب اظہار الدین

"السواد الاعظم" کے مطالعہ سے اتنا پتا چلتا ہے کہ ۲۱ و ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ ر ۱۹۲۷ء کو طاعون کی وبا میں یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں فوت ہو گئیں۔ اس وقت صدر الافاضل علی پور تشریف رکھتے تھے اور تدفین کے بعد دولت کدے پہنچے' اس لئے یہ غم معمولی غم نہ ہوگا۔ دو صاحبزادیاں اور تھیں' ایک زوجہ مولوی حکیم سید یعقوب علی (مقیم کراچی) اور دوسری زوجہ حافظ سید حامد علی (مقیم مراد آباد)

صدر الافاضل متبحر عالم اور صاحب بصیرت سیاستدان تھے۔ علمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے "الطاری الداری" کا مسودہ آپ کو دکھایا' اور جب آپ نے بعض ترمیمات کی سفارش کی تو قبول کرلی گئیں — آپ نے بیس سال کی عمر میں "الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ" تصنیف فرمائی۔ ڈیڑھ درجن سے زیادہ کتب و رسائل آپ سے یادگار ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

☆ تفسیر خزائن العرفان ☆ اطیب البیان ☆ مجموعہ فتاوی
☆ تبرکات صدر الافاضل ☆ سوانح کربلا ☆ کتاب العقائد
☆ ابتدائی ☆ اسواط العذاب ☆ آداب الاخیار

☆ فرائد النور ☆ کشف الحجاب ا لتحقیقات لدفع التلبیسات ☆ زادالحرمین
☆ ریاض نعیم ☆ گلبن غریب نواز ☆ پراچین کال
☆ احقاق حق ☆ ارشاد الانام فی محفل المولود والقیام ☆ القول السدید وغیرہ وغیرہ

صدر الافاضل کی تصانیف مراد آباد سے بھی شائع ہوئیں اور ادارہ نعیمیہ رضویہ' لاہور' ازہر بک ڈپو (کراچی)' مکتبہ اہل سنت (کراچی) نوری کتب خانہ' لاہور' اور مکتبہ فریدیہ' کراچی نے بھی بعض کتابیں شائع کی ہیں۔

الغرض صدرالافاضل چودھویں صدی ہجری کے ایک جلیل القدر عالم اور ماہر سیاست داں تھے' مذہب و سیاست پر ان کی بہت گہری نظر تھی۔ پنجاب یونیورسٹی' لاہور سے شائع ہونے والی "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" میں پروفیسر عبدالقیوم نے بجاطور پر صدرالافاضل کے لئے ان تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

"مولوی سید نعیم الدین مراد آبادی ایک جلیل القدر عالم دین اور نامور فاضل تھے اور ہزاروں لوگ آپ کے فیض سے بہرہ ور ہوئے' آپ نے "خزائن العرفان" کے نام سے قرآن کریم کی ایک عمدہ تفسیر لکھی ہے"۔ (جلد دوم۔ ص ۴۲۴)

ماخذ و مراجع

احمد رضا خاں' الاستمداد' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء' ص ۹۱
اقبال احمد فاروقی : حواشی الاستمداد' مطبوعہ لاہور' ۱۹۷۶' ص ۹۱'۹۴
سید محمد محدث کچھوچھوی : خطبہ صدارت جمہوریت اسلامیہ' مطبوعہ بریلی ۱۹۴۶ء' ص ۳۹
سید محمد جیلانی : المیزان' امام احمد رضا نمبر' مطبوعہ بمبئی ۱۹۷۶ء' ص ۱۸۸
عبدالقیوم پروفیسر : تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند' جلد دوم مطبوعہ' لاہور ۱۹۷۶ء' ص ۴۲۳
غلام معین الدین نعیمی : حیات صدر الافاضل' مطبوعہ لاہور
محمد صادق قصوری : اکابر تحریک پاکستان' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء' ص ۲۶۹ تا ۲۷۴
محمد عبدالحکیم شرف قادری : تذکرہ اکابر اہل سنت' مطبوعہ لاہور' ۱۹۷۶ء
محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی اور ترک موالات' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء' ص ۷۷ تا ۸۰
محمد مسعود احمد : مقالہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (پنجاب یونیورسٹی' لاہور) جلد دہم جز پنجم
محمد نعیم الدین مراد آبادی : کتاب العقائد' مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء
محمد نعیم الدین مراد آبادی : سوانح کربلا' مطبوعہ کراچی
محمود احمد قادری : تذکرہ علمائے اہل سنت' مطبوعہ کانپور' ص ۲۵۳
السواد الاعظم (مراد آباد) ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ ر ۱۹۲۱ء ص ۹ تا ۵۶
السواد الاعظم : ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ ر ۱۹۲۸ء'
السواد الاعظم : صفر المظفر ۱۳۵۲ھ ر ۱۹۳۳ء
السواد الاعظم : رمضان و شوال ۱۳۵۳ھ ر ۱۹۳۴ء' ص ۱۳
الہام (بہاولپور) ۲۱ نومبر ۱۹۷۶ء ص ۲۵

نوٹ :۔ بعض معلومات مندرجہ ذیل علماء سے حاصل کیں۔

۱۔ مولانا غلام محی الدین فریدی نعیمی (ابن حکیم غلام احمد فریدی خلیفہ فاضل بریلوی و برادر عم زاد صدر الافاضل)

۲۔ مولانا محمد اطہر نعیمی (ابن مفتی محمد عمر نعیمی تلمیذ رشید صدر الافاضل و مہتمم جامعہ نعیمیہ' مراد آباد)

عبدالباقی مفتی محمد برہان الحق جبل پوری

جد امجد

مولانا شاہ محمد عبدالکریم حیدر آبادی' متوفی ۱۹ر رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ ر ۱۸۹۹ء۔

والد ماجد

مولانا شاہ محمد عبدالسلام جبل پوری' متوفی ۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ ر ۱۹۵۲ء

ولادت

۲۱ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ ر ۱۸۹۲ء' بمقام جبل پور (مدھیا پردیش' بھارت)

ابتدائی تعلیم

مدرسہ برہانیہ (جبل پور) میں فارسی عم محترم قاری بشیرالدین سے پڑھی' منقولات و معقولات کی تحصیل والد ماجد مولانا شاہ عبدالسلام سے فرمائی۔

امام احمد رضا سے پہلی ملاقات

ربیع الاول ۱۳۲۳ھ ر ۱۹۰۵ء میں امام احمد رضا سے پہلی بار بمبئی میں شرف نیاز حاصل کیا۔

بریلی حاضری

شوال ۱۳۳۲ھ ر ۱۹۱۳ء میں بریلی حاضر ہوئے' دارالافتاء میں امام احمد رضا کے ارشادات قلمبند کیے' دارالعلوم منظر اسلام میں مولانا ظہور حسین مجددی کے درس میں شریک ہوئے' آپ کے ہم درس رفقاء میں مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خاں اور مولانا امجد علی اعظمی قابل ذکر ہیں' کم و بیش تین سال امام احمد رضا کی خدمت میں رہے۔

تحصیل علم توقیت

۱۳۳۷ھ ر ۱۹۱۸ء میں جب امام احمد رضا جبل پور تشریف لائے تو وہاں ان سے علم توقیت کی تحصیل کی' امام احمد رضا نے اس فن میں آپ کے لئے ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔

دستار فضیلت و سند اجازت و خلافت

۲۶ جمادی الاخر ۱۳۳۷ھ ر ۱۹۱۸ء کو جبل پور ہی میں امام احمد رضا نے ۲۵ علوم و فنون اور گیارہ سلسلوں میں اجازت و خلافت سے نواز کر دستار بندی فرمائی اور سند عطا فرمائی۔

تحریک ترک موالات

۱۳۳۸ھ ر ۱۹۲۰ء میں کانگریس اور خلافت کمیٹی کے اجلاس بریلی میں تشریف لے گئے' ابوالکلام آزاد سے دو ٹوک باتیں کیں۔

تحریک پاکستان

۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد ملک کے طول و عرض میں دورے کئے' سرحد' پنجاب' سندھ میں تقریریں کیں اور پاکستان کے لئے سخت جدوجہد کی' قائداعظم محمد علی جناح نے آپ کی کوششوں کو سراہا اور شکریہ کا خط تحریر فرمایا۔

دولت کدہ

جبل پور (مدھیا پردیش' بھارت) میں آپ کی ولادت ہوئی' بحمداللہ تعالٰی حیات ہیں اور جبل پور ہی میں قیام ہے۔ عمر شریف ۹۰ سے متجاوز ہے' تبلیغ و ارشاد فتویٰ نویسی اور طبابت وغیرہ آپ کے مشاغل علمیہ و روحانیہ ہیں۔

تصانیف

تصانیف میں مندرجہ ذیل کتب راقم کے علم میں ہیں:۔

(۱) اجلال الیقین بتقدیس سید المرسلین (۱۳۳۷ھ ر ۱۹۱۸ء) مطبوعہ کلکتہ۔

(۲) سیتہ السلوت عن حیل البدعات (۱۳۹۰ھ ر ۱۹۷۰ء) مطبوعہ الہ آباد

(۳) البرہان الاجلی فی تحصیل اماکن الصلحاء (غیر مطبوعہ)

(۴) الاحلال لشہادات رویتہ الہلال (مطبوعہ)

(۵) روح الوردھا لتمع علی سوالات مردا (مطبوعہ)

اولاد

مندرجہ ذیل صاحب زادگان اور صاحب زادیاں راقم کے علم میں ہیں۔

۱۔ مولانا انوار احمد (کراچی)

۲۔ حکیم مولوی محمود احمد (جبل پور)

۳۔ ڈاکٹر مولوی حامد احمد (جبل پور)

۴۔ عالیہ صدیقہ (زوجہ مولانا حاجی صوفی عبدالودود صاحب)

۵۔ جوہرۃ النیرہ (زوجہ جناب محمد فاروق شریف)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی

مولانا امجد علی اعظمی' مشاہیر اہل سنت میں سے ہیں۔ آپ گھوسی (ضلع اعظم گڑھ) میں پیدا ہوئے' متبحر عالم و مفتی اور حکیم تھے۔

اساتذہ

مولوی ہدایت اللہ خاں جونپوری' مولانا وصی احمد محدث سورتی (م۔ ۸ جمادی الآخر ۱۳۳۴ھ ر ۱۹۱۶ء) اور حکیم عبدالولی لکھنوی آپ کے اساتذہ رہے۔ ۱۳۲۰ھ ر ۱۹۰۲ء میں سند حدیث حاصل کی۔

تدریس و فتاویٰ

دارالعلوم منظر اسلام (بریلی) میں مدرس اور دارالافتاء میں مفتی بھی رہے' دارالعلوم معینیہ (اجمیر شریف) میں کچھ عرصہ درس دیا' اور بڑا نام پیدا کیا۔ نواب حبیب الرحمٰن خاں شیروانی مولانا کی تدریسی مہارت کے معترف تھے۔۔ ۱۳۶۷ھ ر ۱۹۴۸ء کو بمبئی میں انتقال فرمایا۔

اولاد امجاد

☆ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری'
☆ مولانا ثناء المصطفیٰ'
☆ مولانا ضیاء المصطفیٰ اعظمی اور
☆ مولانا رضاء المصطفیٰ اعظمی آپ کے صاحبزادے ہیں۔

تصانیف

آپ کی تصانیف میں فقہ حنفی میں "بہار شریعت" مشہور ہے' مجموعہ فتاویٰ کی چار مجلدات آپ سے یادگار ہیں۔ حال ہی میں "فتاویٰ امجدیہ" کی جلد اول (مطبوعہ الہ آباد ۱۹۷۹ء) بھی ہندوستان سے شائع ہوئی ہے۔

نوٹ :۔ ماہنامہ "اشرفیہ" مبارکپور (انڈیا) نے مارچ اپریل ۱۹۹۶ء کے مشترکہ شماروں کا "صدر الشریعہ نمبر" شائع کیا ہے۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ میں بہت سے جامعات کے بانی ہوئے اور اہل سنت میں مشہور و معروف۔

(حواشی "اکرام امام احمد رضا"۔ ص ۵۷ ر ۵۸)

مولانا قاضی عبدالوحید

قاضی عبدالوحید' ہندوستان کے مشہور و معروف قاضی عبدالودود بیرسٹر بانکی پور کے والد ماجد تھے' موصوف امام احمد رضا سے بیعت تھے اور اجازت و خلافت بھی حاصل تھی' موصوف کی ادارت میں پٹنہ سے ماہنامہ "تحفہ حنفیہ" نکلا کرتا تھا'

رجب ۱۳۱۸ھ میں مدرسہ حنفیہ اہل سنت (پٹنہ کے عام اجلاس میں شرکت کی۔ یہ اجلاس مسلسل ایک ہفتہ جاری رہا' یعنی ۷ رجب سے ۱۳ رجب ۱۳۱۸ھ ر ۱۹۰۰ء تک'

قاضی عبدالوحید صاحب نے "دربار حق و ہدایت" کے نام سے اس کی روئیداد مرتب کی تھی جو ۱۳۱۸ھ ر ۱۹۰۰ء میں مطبع حنفیہ' پٹنہ میں طبع ہوئی۔

آپ نے ۱۳۲۶ھ ر ۱۹۰۸ء میں انتقال فرمایا۔

امام احمد رضا آپ کے وصال سے قبل ۱۸ ربیع الاول کو پٹنہ پہنچ گئے اور جنازے میں شریک تھے۔ مہتمم رسالہ "تحفہ حنفیہ" (پٹنہ) مولانا ضیاء الدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جنازے کے ہمراہ جاتے ہوئے راستے ہی میں امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل تاریخیں کہیں

☆

یا اکرم الخلق انت الکریم اکرم القاضی عبدالوحید
قال الرضا فی الدعا حین ارخ ارحم القاضی عبدالوحید
(۱۳۲۶ھ)

☆

وھب المتقون من جنات و عیون (۱۳۲۶ھ)

(بحوالہ ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) شمارہ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ' ص ۲۱)

(حواشی "امام احمد رضا اور عالم اسلام' ص ۴۷۔۴۸

(حواشی "اکرام امام احمد رضا" ص ۴۵۔۴۶

علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری

از خلیل احمد رانا

محترم خلیل احمد رانا صاحب ایک علم دوست انسان ہیں۔ تحقیق کا میلان رکھتے ہیں۔ مرکزی مجلس رضا' لاہور کے فعال کارکن رہے ہیں۔۔ انہوں نے متعدد تحقیقی مقالات مرتب کیے۔۔۔ علمی تعاون کے لیے محققین نے انہیں ہمیشہ مستعد پایا۔۔ حضرت مسعود ملت نے بھی ان کی تحقیقی کاوشوں اور علمی تعاون کو بہت سراہا۔

"امام احمد رضا کے اس جلیل القدر خلیفہ کے حالات خلیل احمد رانا نے مرتب کیے' جمعیت علمائے پاکستان کے زیر انتظام' ورلڈ اسلامک مشن' کراچی نے 1994ء میں اسے شائع کیا۔

اسلاف کے حالات اخلاف کے لئے روشن مینار ہیں۔ نئی نسل کو ان کے حالات سے باخبر رکھنا' ان کے حالات کو محفوظ کرنا انتہائی ضروری ہے۔ پچھلوں کے حالات سے خبر رکھنے والے ایک ایک کر کے محفل جہاں سے اٹھتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اگلے اپنے پچھلوں کے نام سے واقف تو ہوں گے۔ لیکن افکار' نظریات اور حالات سے ہرگز نہیں۔ یہ تقدیم برادرم ملک محمد سعید مسعودی کی مہربانی سے دستیاب ہوئی۔

ان کی اس تحقیقی کتاب پر حضرت مسعود ملت نے سیر حاصل تقدیم رقم فرمائی۔۔ جو آپ کی ضیافت طبع کے لئے پیش خدمت ہے"۔

طاہر

تقدیم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ (م۔1954) کی باکمال شخصیت چودھویں صدی ہجری کے علماء اور مبلغین اسلام میں سرفہرست نظر آتی ہے' انہوں نے تنہا ایک انجمن کا کام کیا' ان کے عزم و حوصلہ کو دیکھ کر صدر اول کی یاد تازہ ہو جاتی ہے' ان کی ذات گرامی میرے لئے اجنبی نہیں' والد ماجد حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہراللہ رحمتہ اللہ علیہ (م۔1966ء) سے ان کے خصوصی مراسم تھے' مفتی اعظم کی خدمت میں ان کو آتے جاتے دیکھا ہے۔ اور تقریریں بھی سنی ہیں۔

حضرت مولانا میرٹھی عظیم المرتبت عالم و عارف تھے اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ (م۔1921ء) کے جلیل القدر خلیفہ۔۔ امام احمد رضا نے "الاستمداد" میں آپ کا ذکر کیا ہے۔1 آپ کے بڑے بھائی مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ (م۔1938ء) بھی امام احمد رضا کے خلیفہ تھے' انہوں نے ملک و بیرون ملک مذہبی اور سیاسی سطح پر کارہائے نمایاں انجام دیئے' "الاستمداد" میں ان کا ذکر بھی موجود ہے 2

(2)

امام احمد رضا صفات جلالیہ اور جمالیہ کے جامع تھے' آپ کے خلفاء میں بعض جلالی تھے۔ اور بعض جمالی ___ حضرت مولانا میرٹھی علیہ الرحمہ جمال رضوی کا آئینہ تھے' چلتا پھرتا امن کا ایک سفیر تھے' ان کی زندگی عالم گیر محبت سے عبارت تھی' انہوں نے حیرت انگیز ایثار و قربانی سے کام لیا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

ایک زمانہ تھا جب کہ عدم معرفت کی وجہ سے بعض لوگ امام احمد رضا کے ذکر و فکر سے انقباض محسوس کرتے تھے' "غالباً" لوگوں کی اسی تنگ دلی کی وجہ سے حضرت مولانا میرٹھی اور ان کے

1۔ احمد رضا خاں' الاستمداد مطبوعہ لاہور 1976ء ص 95

2۔ ایضاً" ص 94

اخلاف امجاد نے ابتداء میں امام احمد رضا کا زیادہ چرچا نہیں کیا۔۔۔امام احمد رضا کے مخالفین نے ایک عظیم مہم چلا کر اہل علم کو ان سے بدظن کیا' اور ان کی عزت و ناموس کے درپے ہوئے' شاید ہی کوئی اسلام کا شیدائی ہو جس نے تہمت خلق کے تیز نہ کھائے ہوں۔

من ذالذی ینجو من الناس سالما"

لیکن جو محبوبان خدا' خدا کے لئے اپنی عزت اور اپنی زندگی لٹاتے ہیں وہ مرتے نہیں' جیتے ہیں۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولا کن لاتشعرون۔ تو جب اپنے خیال میں سب مار چکے اور سمجھے کہ وہ مر چکا تو ہاتف غیبی نے اس کی زندگی کا اعلان کیا اور مخالفین و بدخواہوں کا متنبہ کیا ہے۔

یا ناطح الجبل العالی لتکلمہ
اشفق علی الراس لاتشفق علی الجبل

امام احمد رضا پر بدنامی اور گمنامی کا ایک زمانہ گزرا ____ ایسا کٹھن وقت کہ اہل علم نام لیتے سہمتے تھے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب حضرت مولانا میرٹھی اور ان کے اخلاف نے اپنا مشن جاری کیا' انہوں نے اشاعت اسلام کی خاطر اپنے شیخ امام احمد رضا کا چرچا نہ کیا' لیکن امام احمد رضا تو پہلے ہی اسلام اور شارع اسلام علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر سب کچھ نثار کر چکے تھے 1

فاذا ابی و والدتی و عرضی
لعرض محمد منکم وقاء

ایک طرف ایثار و قربانی کا یہ عالم تھا اور دوسری طرف یہ دیکھا گیا کہ اپنے شیوخ والا اساتذہ کی مدافعت کی خاطر اسلام اور شارع اسلام علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی بھی پرواہ نہ کی گئی۔۔۔ حضرت مولانا میرٹھی کے وصال کے بعد ان کے خلیفہ اور داماد مولانا فضل الرحمن انصاری علیہ الرحمہ (م۔ 1974ء) نے "المرکز الاسلامی" کے نام سے کراچی میں ایک اسلامی ادارہ قائم کیا اس میں بھی امام احمد

1۔ امام احمد رضا خان: حسام الحرمین' مطبوعہ لاہور (1906ء)' ص 52

رضا کا کوئی ذکر و فکر نہ تھا بلکہ عرصہ دراز کے بعد جب امام احمد رضا کی شخصیت سے غبار تہمت و بدنامی ہٹا تو شاید پہلی مرتبہ اس ادارے کے انگریزی ماہنامہ 1 میں امام احمد رضا پر مختصر مضمون شائع ہوا۔ اسی طرح جب جارج برناڈ شا اور مولانا میرٹھی کے درمیان مکالمے کی روئداد انگریزی میں شائع کی گئی مگر اس کے سوانحی حصے میں امام احمد رضا کا نام تک نہیں۔ مگر جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا یہ ایثار و قربانی اشاعت اسلام کی خاطر کی گئی۔

لیکن اب جب کہ پاک و ہند اور بیرونی ممالک میں امام احمد رضا کا تعارف ہو چکا ہے اور اہل علم و دانش ور آپ کی عبقریت اور فضیلت علمی کے معترف نظر آ رہے ہیں' یہ راز' راز نہیں رہا اور نہ رہنا چاہئے۔

اب راز' راز رہ نہ سکے گا کہ ان کی یاد
پلکوں تک آ گئی ہے چراغاں کئے ہوئے

(3)

علمائے اہل سنت کا یہ خاص امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے عقائد کی درستی اور اسلام کی اشاعت کے لئے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ جبکہ بعض دوسرے علماء ہنود سے سیاسی اتحاد کی وجہ سے شاید ہنود میں اشاعت اسلام کی خدمت انجام نہ دے سکے۔ بلکہ کفار و مشرکین ان کی سیاسی زندگی کا جزو لاینفک بن کر رہ گئے۔ یہ ایک تاریخی المیہ ہے۔۔ صرف علمائے حق کی ایسی صاف ستھری تاریخ ہے جو کفار و مشرکین کے ذکر سے پاک ہے۔۔ اگر ذکر ہے بھی تو باندازِ مومنانہ اور بہ اسلوب قاہرانہ۔

مبلغین میں بعض لوگ وہ بھی ہیں جنھوں نے صرف مسلمانوں کی اصلاح کے لئے کوشش کی اور کفار و مشرکین سے تعرض نہ کیا' اصلاح کا یہ انداز عافیت کوشانہ ہے۔ بلاشبہ غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینا ہمت کی بات ہے' اس کے لئے علم و فضل' عزم و حوصلہ اور ایمان کامل کی ضرورت ہے' یہ جواہر علمائے حق ہی میں نظر آئیں گے

1- ماہنامہ منارت (انگریزی) کراچی' شمارہ اگست 1974ء ص 17 تا 23

2- K.S.ANWARI, ASHAVIAN AND A PHILOSPHER KARACHI, 1970, AE.10TH Edition

ایں سعادت قسمت شہباز و شاہین کر دہ اند

ان علماء حق کی پاک سیرتیں اسلام اور ملت اسلامیہ کے لئے باعث افتخار ہیں ____ حضرت مولانا میرٹھی انہی جلیل القدر مبلغین میں نہایت ممتاز نظر آتے ہیں' انہوں نے اسلام کی اس طرح تبلیغ فرمائی کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔

حضرت مولانا میرٹھی کے شیخ مجاز امام احمد رضا نے مندرجہ ذل چار چیزوں کی طرف خاص طور پر اپنی توجہ مرکوز کی۔

1۔ فقہ حنفی کے مطابق فتوے نویسی

2۔ تدریس علوم دینیہ

3۔ گستاخان رسول علیہ التحیتہ والتسلیم کی سرکوبی

4۔ تبلیغ دین اسلام

امام احمد رضا کے خلفاء و تلامذہ میں:

☆ بعض حضرات وہ ہیں جو بحیثیت فقیہہ' مفتی مشہور ہوئے

☆ بعض وہ ہیں جو بحیثیت معلم و مدرس مشہور ہوئے

☆ بعض وہ ہیں جو بحیثیت مناظر اسلام مشہور ہوئے

☆ اور بعض وہ ہیں جو بحیثیت مبلغ اسلام مشہور ہوئے

گویا امام احمد رضا کی جامعیت کے مختلف پہلو فردا" فردا" خلفاء و تلامذہ میں نظر آتے ہیں ____

حضرت مولانا میرٹھی اس صدی کے مبلغین اسلام کے قافلہ سالار ہیں' انہوں نے دنیا کے بیسیوں ملکوں کا دورہ کیا اور ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف باسلام کیا۔۔۔ جن میں پروفیسر بھی ہیں۔۔۔ دانشور بھی ہیں' عمائدین اور اعیان مملکت بھی ہیں' پھر ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو مرید کر کے ان کی روحانی اصلاح بھی فرمائی ____ جشن نزول قرآن (1969ء) میں ملایائی مندوب ڈاکٹر احمد نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا میرٹھی نے ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف باسلام کیا اور وہ خود بھی انہیں کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔

حضرت مولانا میرٹھی دوسری زبانوں کے علاوہ انگریزی زبان پر حیرت انگیز عبور رکھتے تھے۔ مولانا محمد علی جوہر بھی انگریزی کے ماہر تھے مگر انہوں نے اس سے وہ کام نہ لیا جو مولانا میرٹھی علیہ الرحمہ نے لیا۔ جاپان کی ایک مجلس میں جہاں آپ نے تقریر فرمائی' ٹوکیو کے پروفیسر این' ایچ برلاس نے انگریزی زبان میں آپ کی مہارت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی آواز کو ترنم ریز و دل آویز قرار دیا____ راقم کو بھی حضرت مولانا کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی آواز میں بلا کی کشش اور کھنک تھی۔ اردو' عربی انگریزی اور بعض دوسری زبانوں میں بے تکان تقریر کرتے تھے۔

تبلیغ اسلام کے سلسلے میں حضرت مولانا میرٹھی نے تقریباً" 35 ملکوں کا دورہ کیا۔۔۔ عوام سے لے کر خواص تک اور خواص سے لے کر اعیان مملکت تک رابطے قائم کئے اور اسلام کا پیغام پہنچایا۔۔۔ مختلف ملکوں میں سینکڑوں تعلیمی' علمی' دینی اور رفاہی ادارے قائم کئے۔۔۔ مدرسے اور مسجدیں بنوائیں' کتب خانے قائم کئے اور اخبارات و رسائل جاری کرائے۔

(4)

خدمت اسلام کے ساتھ حضرت مولانا میرٹھی علیہ الرحمتہ نے سیاسیات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔۔ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں شریک رہے اور اس سلسلے میں 1922ء میں 6 ماہ قید و بند کی مشقتیں بھی اٹھائیں۔۔۔ 1940ء میں قرار داد پاکستان پاس ہونے کے بعد پاکستان کے لئے جدوجہد کی۔۔۔ 1946ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس' بنارس کے تاریخی اجلاس میں شریک ہوئے۔۔۔ پھر بیرون ہند پاکستان کے لئے انتھک کوشش کی۔۔۔ 1948ء میں اسلامی مسودہ آئین کی تیاری کے سلسلے میں سعی فرمائی۔۔۔ قائداعظم کے قریب تھے اور قائداعظم ان پر اعتماد فرماتے تھے۔

حضرت مولانا میرٹھی کی ہمہ گیر اسلامی مساعی جمیلہ کو اللہ تعالیٰ نے وہ صلہ عطا فرمایا جو ہر دل کی آواز ہے' سر زمین قدس میں وصال فرمایا اور جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدوم مبارک میں دفن ہوئے۔

(5)

حضرت مولانا میرٹھی کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی اور داماد و خلیفہ مولانا فضل الرحمن انصاری علیہ الرحمہ (م۔1974ء) نے آپ کے کام کو

سنبھالا اور آپ کے مشن کو آگے بڑھایا۔ خدمت اسلام کے سلسلے میں دونوں حضرات کی مساعی ناقابل فراموش ہیں۔

(ا) مولانا فضل الرحمن انصاری نے یوں تو بہت سے کام کیے مگر عمر کے آخری حصے میں جو کام کر گئے اور کتاب لکھ گئے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ کتاب انگریزی میں ہے اور دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے' عنوان ہے۔

THE QUR'ANIC FOUNDATION AND STRUCTURE OF MUSLIM SOCITY. (KARACHI, 1973)

1973ء میں ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل (کراچی) میں اس کتاب کی تقریب رونمائی ہوئی تھی۔ جس میں علماء و دانشور شریک ہوئے اور اپنے تاثرات کا اظہار کیا' اس موقع پر مسٹر اے۔ کے بروہی نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا۔

"اقبال کے انگریزی خطابات تشکیل جدید الہیات کے بعد اگر کوئی دوسری کتاب میری نظر میں آتی ہے تو وہ یہ کتاب ہے۔ (ترجمہ انگریزی ملخصا")

اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے فرمایا:۔

"مذہب اسلام کو سمجھنے کے لئے اب تک جو بہترین کوششیں کی گئی ہیں ان میں سے یہ ایک ہے۔ (ترجمہ انگریزی) 1۔

ب: حضرت مولانا میرٹھی کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی' راقم کے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز (م۔1966ء) اور برادر بزرگ حضرت مولانا مفتی مظفر احمد علیہ الرحمہ (م۔ 1971ء) سے خاص تعلق و محبت رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نے حضرت مولانا میرٹھی علیہ الرحمہ کے مشن کو آگے بڑھایا۔ انہوں نے عوامی سطح پر مسلمانوں میں بیداری پیدا کی اور اسلام کا شعور بخشا' انہوں نے دنیا کے بیشتر ممالک کا دورہ کیا اور ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف باسلام کیا اور اپنے حلقہ ارادت میں داخل کیا' تحریک ختم نبوت (1973ء) اور تحریک نظام مصطفیٰ (1977ء) میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

1۔ ماہنامہ 'منارٹ (انگریزی) کراچی' شمارہ جولائی 1974ء ص 49

"نظام مصطفیٰ" کا نعرہ انہوں نے دیا۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے ہر دل کی آواز بن گیا' تاریخ پاکستان میں اس کی نظیر نہیں ملتی ____ وہ ایک باوقار لیکن بیباک سیاست دان ہیں' ان کی جرات و بیباکی کے واقعات ان کے سیاسی مخالفین نے بیان کئے ہیں ___ 1958ء میں جب وہ روس کے دورے پر تشریف لے گئے تو لینن کی قبر پر پھول چڑھانے سے انکار کردیا' اسی طرح 1971ء میں جب ڈھاکہ میں یحییٰ خاں سے ملاقات ہوئی تو وہ شراب پی رہا تھا' بقول شورش کاشمیری مرحوم یہ منظر دیکھ مولانا نورانی نے فرمایا:۔

"یحییٰ! شراب بند کرو' ورنہ ہم جا رہے ہیں۔ آخر کار اس کو شراب اٹھانا پڑی۔"

سچ ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

مولانا شاہ احمد نورانی نے 1977ء میں قید و بند کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ جس طرح 1922ء میں ان کے والد ماجد حضرت مولانا میرٹھی علیہ الرحمتہ نے برداشت کی تھیں۔

ج: نورانی میاں کی والدہ ماجدہ بھی صاحب عزیمت خاتون ہیں ____ نورانی میاں کے ایام اسیری میں جب ان کے عقیدت مندوں نے ہمدردی کے تار بھیجے تو اس خاتون نے جو بیان جاری کیا تاریخ عزیمت میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور قرون اولیٰ کی اولوالعزم مسلمان عورتوں کی یاد دلاتا ہے' انہوں نے فرمایا۔

"میں ان تمام لوگوں کو جو نورانی میاں کے ساتھ ہونے والی بدسلوکی پر آزردہ ہیں یہ ہدایت کرنا چاہتی ہوں کہ وہ اظہار افسوس کے بجائے خدا کا شکر ادا کریں کہ اس نے ان کے راہنما کو حق بات کہنے اور پھر حق بات کے لئے سختیاں جھیلنے کی سعادت عطا کی ____ مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے کہ اس نے عظیم باپ مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی لاج رکھ لی۔" 1

د: اسی صاحب عزیمت ماں کی صاحبزادی ڈاکٹر فریدہ ہیں جو سالہا سال سے تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں' انہوں نے پردہ میں رہ کر دین و ملت کی وہ خدمت کی جو دوسری عورتیں پردے سے باہر کر نہ سکیں

1- 22/ مئی 1997ء کراچی

___ کہا جاتا ہے پردہ کی پابندی سے عورت خود اپنی زندگی نہیں بنا سکتی' لیکن ڈاکٹر فریدہ نے عملی مثال پیش کر کے بتایا کہ پردے میں رہ کر نہ صرف اپنی بلکہ دوسروں کی زندگیاں بھی بنائی جاسکتی ہیں۔

الغرض حضرت مولانا میرٹھی علیہ الرحمہ کے حالات و واقعات طالبانِ علم کے لئے ایک بہترین نمونہ ہیں ___ وہ خود ہی نمونہ نہ تھے بلکہ ان کا سارا گھرانا نمونہ ہے ___ ان کے فرزند ارجمند' ان کے داماد' ان کی اہلیہ' ان کی صاحبزادی سب کے سب دین اسلام کی خدمت کا وہ جذبہ رکھتے ہیں اور وہ کام کر گزرے ہیں جو دوسرے نہ کر سکے۔

(6)

متعدد کتب و رسائل حضرت مولانا میرٹھی علیہ الرحمہ کی علمی یادگاریں ہیں' مگر ان میں سرفہرست وہ تقاریر اور مقالات ہیں جو تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہیں' اگر یہ جمع کر لی جاتیں تو کئی ضخیم مجلدات تیار ہو سکتی تھیں مگر افسوس ایسا نہیں کیا گیا۔ بہر حال اب کوشش کی جارہی ہے۔

جامع و مرتب مکرمی جناب خلیل احمد رانا نے حضرت مولانا میرٹھی علیہ الرحمہ کی ایک جامع و مختصر سیرت لکھ کر عظیم دینی اور ملی فریضہ ادا کیا ہے۔ انہوں نے بڑی حد تک تحقیقی' معیار کو قائم رکھا ہے اور حواشی کا خاص طور پر اہتمام کیا ہے' جس سے اس کتاب کی افادیت اور بڑھ گئی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو شرف قبولیت عطاء فرمائے اور جن حضرات نے اس کتاب کی طباعت و کتابت اور مواد کی فراہمی میں تعاون کیا ہے ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

احقر

محمد مسعود احمد عفی عنہ

سکرنڈ۔ ضلع نواب شاہ۔ سندھ

4/جون 1978ء

حضرت محدث کچھوچھوی ——— چند یادیں

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

"حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی ذات محتاج تعارف نہیں آپ کے ترجمہ قرآن "معارف القرآن" کو امام احمد رضا نے اردو میں قرآن قرار دے کر سراہا۔
ان کی ذات کے حوالے سے حضرت مسعود ملت نے یادوں کو تازہ کیا ہے ——— یہ مقالہ کراچی سے شائع ہونے والے ماہنامہ "آستانہ" کی خصوصی اشاعت "محدث اعظم نمبر" شمارہ جنوری ۱۹۹۶ء میں شامل ہے۔"

طاہر

حضرت محدث کچھوچھوی ——— چند یادیں

فقیر نے ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۶ء کے درمیان حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی کئی بار ہندوستان میں زیارت کی' پاکستان بھی ایک بار شرف نیاز حاصل کیا۔ حضرت والد ماجد مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے دیرینہ مراسم تھے۔ حضرت ممدوح ہمارے ہاں مسجد فتح پوری' دہلی میں منعقد ہونے والی ۱۲ ربیع الاول شریف کی محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کبھی کبھی تشریف لاتے اور اسی ماہ مبارک میں فراش خانہ' دہلی کے باہر منعقد ہونے والی سہ روزہ محافل عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت فرماتے۔ یہ محافل مبارک حکیم محمد تقی مرحوم اور حکیم مصباح الدین منعقد کیا کرتے تھے۔

حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ بڑی باوقار شخصیت کے مالک تھے' دراز قامت' گول چہرہ' کشادہ' پیشانی' بڑی بڑی آنکھیں' بھرواں داڑھی' گرجدار آواز' خوش لباس' پیکر اقدس پر سنہری حاشیہ دار جبہ' سر پر تاج نما عمامہ ——— جب محفل میں آتے شاہانہ آن بان کے ساتھ آتے۔ ان کی تقریر میں بڑی گھن گرج تھی' جب تک تقریر کرتے سامعین پر سکوت چھایا رہتا' کوئی ٹس سے مس نہ ہوتا ——— بلند مضامین کو عام فہم مثالوں سے سمجھا دیتے۔ کبھی رلاتے' کبھی ہنساتے' کبھی حیرت زدہ کر دیتے سامعین کے دلوں کو تھامے رہتے۔

جب کبھی دہلی تشریف لاتے حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کے معتقد خاص حکیم معین الدین مرحوم اپنے ہاں مدعو کرتے' حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی' اور برادران گرامی کے ساتھ فقیر بھی شریک دعوت ہوتا۔ حکیم صاحب مرحوم سری بڑی لذیذ پکوایا کرتے تھے' لذت میں ان کا خلوص بھی شامل ہوتا جو لذت کو دوبالا کر دیتا ——— حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ سے حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی مراسلت بھی تھی۔ ان کے مکاتیب گرامی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضرت والد ماجد سے کیسی الفت و محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کے صاحب زادگان' خلفاء و تلامذہ حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ سے محبت و عقیدت رکھتے تھے اور تشریف لاتے تھے۔

فقیر نے حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی پاکستان میں بھی زیارت کی' ایک بار بہاولپور تشریف لائے ہوئے تھے۔ فقیر بھی وہاں گیا ہوا تھا۔ فقیر کے بہنوئی قاری سید محمد حفیظ

الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ حضرت محدث کچھوچھوی سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ انہوں نے اپنے ہاں مدعو کیا' ازراہ کرم تشریف لائے' فقیر بھی شریک دعوت تھا۔ اس روز عید گاہ میں حضرت محدث کچھوچھوی کی تقریر تھی' جہاں اہل سنت کے علاوہ دوسرے حضرات بھی تھے' حضرت کی تقریر سن کر سب ہی دم بخود نظر آرہے تھے' حضرت کی تقریر کا نرالا انداز پھر کہیں نظر نہ آیا۔۔۔۔۔

حضرت محدث کچھوچھوی کی طبیعت میں مزاح بھی تھا مگر اتنا جتنا آٹے میں نمک ۔۔۔۔۔ فراش خانہ دہلی کے باہر ایک بار محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسٹیج پر حضرت تشریف فرما تھے' قریب ہی فقیر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ عمر دس بارہ سال کی ہوگی۔۔۔۔۔ فضا اچانک نعروں سے گونجی' تھوڑی دیر کے بعد حضرت مولانا محمد عارف اللہ میرٹھی علیہ الرحمہ خراماں خراماں تشریف لاتے نظر آئے۔۔۔۔۔ وہ بڑے حسین وخوبصورت تھے۔ سفید چمکدار چہرہ اس پر سنہری عینک' سرخ کوٹ نما عبا' اس پر سنہرے بٹن' سر پر عمامہ۔۔۔۔۔ بڑے دل کش نظر آرہے تھے۔ ابھی وہ اسٹیج تک پہنچے ہی تھے' حضرت محدث کچھوچھوی نے فقیر کے کان فرمایا" دلہن آرہی ہیں"۔۔۔۔۔ واقعی حسن وجمال میں وہ دلہن ہی معلوم ہو رہے تھے۔ اللہ اکبر! کیسے کیسے نورانی پیکر آنکھوں سے اوجھل ہوگئے۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں!
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں!

حضرت شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی فقیر سے بہت محبت فرماتے تھے' ان کے والد ماجد مولانا محمد حبیب اللہ میرٹھی امام احمد رضا کے خلیفہ تھے' حضرت شاہ صاحب کے پاس امام احمد رضا بریلوی کے کئی مکاتیب گرامی محفوظ تھے' جو موصوف نے انتقال سے کئی سال قبل فقیر کو عنایت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مرقد پاک کو نور سے بھر دے۔ آمین۔

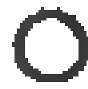
حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے ذکر سے اکابرین کے نورانی چہرے ایک ایک کرکے نظروں کے سامنے آگئے۔ اللہ اکبر! کیا زمانہ تھا کہ گزر گیا!۔۔۔۔۔

فروغ شمع تو قائم رہے گا بروز محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

۲۰ اکتوبر ۱۹۹۵ء
محمد مسعود احمد عفی عنہ

علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی

"سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل کے بانی مبانی، مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید اور خلیفہ، ماہر تاریخ گو، خوبصورت دیوان "رحیم بخشش" کے شاعر حضرت حجتہ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خان علیہ الرحمہ کے سوانح نگار، اہل سنت و جماعت کے عالمی مبلغ، جو مقیم تو مارشیس (افریقہ) میں ہیں، لیکن یورپ، امریکہ ایشیا کے ممالک ان کے زیر قدم ہیں —— ہاں انہی خوشتر کا تذکرہ، خوشخیال و خوش فکر حضرت مسعود ملت کے خوشخال و خوش جمال قلم کی زبانی سنئے"



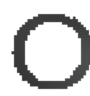
ماسوائے تو یا رسول اللہ! | شہ برائے تو یا رسول اللہ!
سینہ جائے تو یارسول اللہ! | جاں فدائے تو یا رسول اللہ!
ملی گدائے تو یا رسول اللہ!

حضرت والد علیہ مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کی ذات گرامی دھلی میں مرجع خاص و عام تھی۔ چونکہ خانزادہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کا خاص تعلق تھا۔ اس لئے گلشن رضا کے پھول بھی یہاں مہکتے تھے۔ ماضی کی حسین یادیں اب بھی بہار جاں حزیں ہیں ـــــ یہ دھلی کی باتیں ہیں' فقیر جب پاکستان آیا' بہاریں نذر خزاں ہوگئیں ـــــ

یاد ایام وصل یار افسوس!
دہر کے انقلاب نے مارا!

ایک عرصے بعد ۱۹۷۰ء میں جب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر کام کا آغاز کیا تو جو دور ہوتے جا رہے تھے' قریب ہونے لگے' اہل اللہ کے ذکر و اذکار دلوں کو ملانے والے اور رشتوں کو جوڑنے والے ہیں' سبحان اللہ! ـــ گلشن رضا کے پھولوں سے فقیر کا غریب خانہ بھی مہکنے لگا۔ سب آنے لگے' سب کرم فرمانے لگے۔

علامہ حسن میاں مارہروی' ڈاکٹر محمد امین مارہروی' علامہ ریحان رضا خان بریلوی' علامہ منان رضا خان بریلوی' علامہ اختر رضا خان بریلوی' علامہ توصیف رضا خان بریلوی' علامہ تقدس علی خان قادری رضوی' مولانا شوکت حسن خان قادری رضوی اور علامہ مشاہد رضا خان قادری حشمتی وغیرہ وغیرہ۔ ہاں' فقیر کے ممدوح خانوادہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے تربیت یافتہ' یادگار سلف' سیاح خشک و تر' مبلغ اسلام حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی' جمال پوری دامت برکاتہم العالیہ انھیں پھولوں میں سے ایک پھول ہیں جس نے غریب خانے کو اپنے وجود مسعود سے کئی بار معطر کیا ـــــ ذکر رضا وصل و ملاقات کا وسیلہ بن گیا ـــــ الحمد اللہ علی ذالک



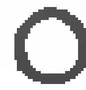
علامہ خوشتر صدیقی کی ولادت با سعادت ۱۳۴۸ھ / ۱۹۳۰ء میں مغربی بنگال

(بھارت) میں ہوئی ——— آج عمر کی جس منزل پر وہ ہیں۔ فقیر اس منزل سے آگے نکل چکا ہے۔ صد شکر کہ مولیٰ تعالیٰ نے ہم کو دین و مسلک کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ بلا شبہ اسی کے کرم سے زندگی گزر رہی ہے۔

تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا' نہ شکایت زمانہ

علامہ خوشتر صدیقی بڑی خوبیوں کے مالک ہیں ان کا رکھ رکھاؤ' ان کا دلپذیر انداز بیان' ان کا اخلاص' ان کی محبت' ان کی الفت ناقابل فراموش ہیں ——— انہوں نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی' دارالعلوم مظہر اسلام' بریلی میں علوم نقلیہ و عقلیہ کی تحصیل کی اور جامعہ رضویہ مظہر اسلام' فیصل آباد سے دورہ حدیث کی تکمیل کے بعد سند فراغت حاصل کی ——— علامہ موصوف نے جلیل القدر اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ مثلاً" حجتہ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خان بریلوی' مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی' مفسر قرآن علامہ محمد ابراہیم رضا خان بریلوی' محدث پاکستان علامہ محمد سردار احمد قادری رضوی' شیخ الحدیث علامہ تقدس علی خان قادری رضوی' ادیب شہیر علامہ شمس الحق شمس' بریلوی وغیرہ وغیرہ ———

علامہ خوشتر صدیقی کو متعدد مشائخ طریقت کے علاوہ حضرت علامہ مفتی ضیاء الدین مدنی' حجتہ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خان بریلوی اور مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ خان بریلوی علیہ الرحمہ سے مختلف سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل ہے۔ وہ کئی بار حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔



علامہ خوشتر صدیقی نے اپنی مذہبی خدمات کا آغاز ۱۹۶۵ء میں ماریشس سے کیا۔ امامت و خطابت کے علاوہ یہاں سنی رضوی سوسائٹی کے نام سے خالص مذہبی تنظیم قائم کی۔ جو سات سال کے اندر اندر مقامی سے بین الاقوامی ہوتی گئی۔ اب اس کی شاخیں پی ایم برگ' ٹونگاٹ' کیپ ٹاؤن' ڈربن' ہشتورتھ' لوڈیم' پری ٹوریا' جوہانسبرگ' مانچسٹر' پیرس وغیرہ میں ہیں اور روز بروز ترقی پذیر ہیں۔ "سنی رضوی سوسائٹی" انٹرنیشنل کی سرگرمیوں سے متعلق رپورٹیں شائع ہوتی رہتی ہیں جن سے

سوسائٹی کی بھرپور کارکردگی کا اندازہ ہوتا ہے۔۔۔۔

علامہ خوشتر صدیقی کی سرپرستی میں ذکر و فکر کی روحانی محافل مسلسل منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ علامہ موصوف نے زندگی کو ضائع نہ کیا۔ اپنے نفس کے لئے دنیا جمع کرنا' یہ زندگی کوئی زندگی نہیں۔۔۔۔ دوسروں کے لئے کام کرنا دوسروں کی زندگی بنانا' دوسروں کی آخرت سنوارنا۔۔۔۔ ہاں یہ زندگی' زندگی ہے۔۔۔۔

خدا کے بندے ہیں ہزاروں' بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

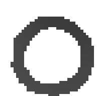
علامہ خوشتر صدیقی جمالی ہیں' جلالی نہیں' حسن اتفاق دیکھئے کہ جمال پور ہی میں آپ پیدا ہوئے۔۔۔۔ وہ دلوں کو سنوارتے ہوئے چلتے ہیں' دلوں کو توڑتے نہیں۔۔۔۔ ماحول کو بگاڑتے نہیں' بناتے ہیں۔۔۔۔ ان کو ظاہری طمطراق کی حاجت نہیں' مگر لوگوں کو ہے۔ ان کو تصویر کشی کی ضرورت نہیں' مگر لوگوں کو ہے۔۔۔۔ ان کو تشہیر اور نام و نمود کی ضرورت نہیں' مگر لوگوں کو ہے۔۔۔۔

مخلوق کی ہدایت و نصیحت کے لئے مشائخ کرام نے مجبوراً" بعض ناپسندیدہ امور کو اختیار فرمایا ہے مگر اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نیتوں کو جاننے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔ فقیر تو وہ ہے جو زندگی میں اپنی ذات کے حجاب اکبر کو اٹھا کر واصل باللہ اور باقی باللہ ہوجائے۔

دوست اسپیم جو از خویش گزشتیم
از خویش گزر گشتن چہ مبارک سفر سے بود!

فقیر جو کام کرتا ہے اللہ کے لئے کرتا ہے۔ اپنے نفس کے لئے نہیں کرتا۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی



علامہ خوشتر صدیقی شعر گوئی کا نکھرا ہوا ذوق رکھتے ہیں وہ دلی کے باکمال شاعر ہیں' مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے خلیفہ ہیں۔

آپ کا کلام "نسیم بخشش" کے نام سے ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء میں ماریشس سے شائع ہوگیا

ہے۔ آپ کے استاد گرامی علامہ شمس بریلوی نے اس پر سیر حاصل مقدمہ لکھا ہے جس میں کلام خوشتر کی خوبیوں پر روشنی ڈالی ہے ــــــ خوشتر کا کلام ظاہری' باطنی محاسن سے مالا مال ہے ــــــ پسندیدہ اشعار پڑھنا اور سننا بھی سنت ہے' افسوس بعض لوگ اس سنت سے خود کو محروم کر رہے ہیں۔ شعر کی طرف رغبت سے فطرت کی پاکیزگی اور دل کی لطافت و نرمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

اللہ اللہ ہستی شاعر
قلب غنچے کا' آنکھ شبنم کی

○

علامہ خوشتر صدیقی نے ذکر و فکر کی روحانی محفلیں منعقد کرنے کے علاوہ رسائل و کتب کی اشاعت کی طرف بھی پوری توجہ دی ہے۔ ہمارے مشائخ طریقت کو بھی اس طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ ان کے پاس وسائل اور جذبے کی کمی نہیں۔ دین و مسلک کے لئے ان سے فائدہ اٹھانا ہی دین کی خدمت ہے ــــــ "سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل" کی طرف سے کتابیں' رسالے' اشتہارات' دعوت نامے' مختلف زبانوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ چند سالوں سے یہ سوسائٹی فقیر کی کتابوں کے انگریزی تراجم' افریقہ' انگلستان اور فرانس وغیرہ سے شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف اور ان کے تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے ــــــ آمین!

اس پیرانہ سالی میں علامہ خوشتر صدیقی کی یہ جواں ہمتی جدید نسل کے لئے مشعل راہ ہے ــــــ وہ کریم ہمارے جوانوں کو بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے اور وقت سے صحیح فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے ــــــ آمین ــــــ مولیٰ تعالیٰ حضرت علامہ خوشتر صدیقی دامت برکاتہم العالیہ کا مبارک سایہ قائم و دائم رکھے اور ان کا علمی و روحانی فیض جاری و ساری رہے۔ آمین۔

ہر لحظہ نیا طور' نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

۲۲ اپریل ۱۹۹۹ء

احقر:
محمد مسعود احمد عفی عنہ



خُطباتِ صَدارت

۱۱۔ خُطباتِ صَدارت

۱۔ امام احمد رضا کانفرنس منعقدہ، کوئٹہ

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۲ راگست ۱۹۹۵ء

خطبہ صدارت

امام احمد رضا کانفرنس' منعقدہ کوئٹہ

۲۷ اگست ۱۹۹۵ء

"حضرت مسعود ملت جلوت سے زیادہ خلوت میں رہتے ہیں' ایک قلمکار کو یکسوئی سے کام کرنے کے لئے خلوت لازم و ملزوم ہے۔

انہوں نے ۱۹۷۰ء سے امام احمد رضا پر تحقیق کا آغاز کیا ـــــــ اس دوران امام احمد رضا کے حوالے سے کئی مذاکرے اجلاس' کانفرنسیں' منعقد ہوئیں۔ ان میں سے اکثر مجالس میں شرکت آپ نے فرمائی۔ لیکن سامعین کے ساتھ ہی بیٹھنا پسند کیا۔ کوئٹہ (بلوچستان) کی درخواست پر کوئٹہ میں منعقد امام احمد رضا کانفرنس (۱۹۹۵ء) کے خطبہ صدارت قلم بند کیا۔ جو آپ کی طرف سے پڑھا گیا۔ یہ خطبہ پیش خدمت ہے۔

رضویات کے ذیل میں یہ پہلا خطبہ ہے جو آئینہ رضویات کی زینت بن رہا ہے۔"

خطبہ صدارت

امام احمد رضا کانفرنس' منعقدہ ۲۷ اگست ۱۹۹۵ء (کوئٹہ' بلوچستان)

مہمانان گرامی! السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ۔

امام احمد خاں محدث بریلوی عالم اسلام کے عظیم مفسر و محدث و فقیہ مدبر و مفکر اور ادیب و شاعر تھے' آپ کے اجداد شاہان مغلیہ کے منصب دار تھے' قندھار (افغانستان) سے ہندوستان آئے اور بریلی (بھارت) میں مستقل سکونت اختیار کی ـــــــ محدث بریلوی انقلاب ۱۸۵۷ء سے ایک سال قبل ۱۸۵۶ء میں بریلی میں پیدا ہوئے اور بریلی ہی میں ۱۹۲۱ء (۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ) میں وصال فرمایا جب کہ تحریک ترک موالات نے مسلمانان ہند کو مضطرب کیا ہوا تھا ـــــــ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۲۱ء کا زمانہ سیاسی و مذہبی تحریکات کا زمانہ تھا' محدث بریلوی نے اس متحرک عہد میں اپنی زندگی کے شب و روز گزارے سرور ملت کی قیادت و رہبری کا پورا پورا حق ادا کیا ـــــــ

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نے ۵۵ علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔ دور جدید میں جب کہ علوم و فنون کی تقسیم در تقسیم کا عمل جاری ہے یہ تعداد بڑھ کر ۱۰۵ تک پہنچ گئی ہے۔۔۔ محدث بریلوی اپنے عہد کے عظیم عبقری تھے' آپ نے ہر علم و فن میں اپنی علمی یادگاریں چھوڑی ہیں جن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ میرے ذاتی کتب خانے میں محدث بریلوی کے ایک سو قلمی رسائل و کتب اور شروح و حواشی کے عکس موجود ہیں جو ۳۵ علوم و فنون پر مشتمل ہیں' ان میں اکثر عربی میں ہیں۔۔۔۔۔

محدث بریلوی علم حدیث اور علم فقہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ جامعہ ملیہ یونیورسٹی' نئی دھلی کے پروفیسر خالد الحامدی علم حدیث کے حوالے سے محدث بریلوی پر تحقیق کر رہے ہیں' اب تک علم حدیث میں محدث بریلوی کے ۴۰ کتب و رسائل دریافت کر چکے ہیں۔۔۔۔۔ علم فقہ کے حوالے سے حسن رضا خاں اعظمی پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) سے ڈاکٹریٹ کر چکے ہیں' ان کا مقالہ پاک و ہند سے شائع ہو گیا ہے۔ محدث بریلوی کا ۱۲ جلدوں پر مشتمل فتاویٰ رضویہ اور رد المحتار کے عربی حاشیے جد الممتار کی دو ضخیم جلدیں بمبئی اور حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکے ہیں' یہ مجلدات کراچی سے بھی شائع ہوئی ہیں۔۔۔۔۔ علم فقہ میں محدث بریلوی کی مہارت کا ڈاکٹر محمد اقبال اور ابوالحسن علی ندوی نے بھی اعتراف کیا ہے۔۔۔۔۔ اور لیڈن یونیورسٹی' ہالینڈ کے پروفیسر ڈاکٹر بلیان نے بھی اعتراف کیا ہے۔

محدث بریلوی ریاضی اور ہیأۃ و فلسفہ پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے عہد کے ہیأۃ دانوں اور فلسفیوں کا بلیغ رد فرمایا ہے' اس سلسلے میں آپ کے کتاب "فوز مبین در رد حرکت زمین" (۱۹۲۱ء) اور "الکلمۃ الملہمہ"۔ "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان" — "مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید" (۱۹۲۱ء) قابل ذکر ہیں' جو ہندوستان سے شائع ہو چکی ہیں۔۔۔۔۔ اس میں نیوٹن" آئین شائن وغیرہ کا رد کیا گیا ہے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے سائنسی نظریات و خیالات پیش کئے ہیں' علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' اسلام آباد کے پروفیسر ابرار حسین نے محدث بریلوی کے سائنسی نظریات پر کام کیا ہے' جو "معارف رضا" (کراچی) میں شائع ہو چکا ہے۔

محدث بریلوی عظیم مدبر تھے' سیاسیات حاضرہ پر ان کی عمیق نظر تھی۔ ان کا محققانہ مقالہ المحجۃ الموتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ (۱۹۲۱ء) برصغیر کی سیاست کے حوالے سے نہایت اہم ہے۔ ۱۹۷۰ء میں جب میں نے کوئٹہ میں امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کا مطالعہ شروع

کیا تو سب سے پہلے یہی رسالہ نظر سے گزرا۔ اس رسالے کی روشنی میں محدث بریلوی پر پہلا مقالہ "فاضل بریلوی اور ترک موالات" ۱۹۷۰ء میں قلم بند کیا جو مرکزی مجلس رضا' لاہور نے ۱۹۷۱ء میں شائع کیا' پھر اس کے تقریباً دس ایڈیشن شائع ہوئے اور عالمی سطح پر پہلی بار محدث بریلوی کا تعارف ہوا اس کے بعد ۱۹۹۴ء تک ۲۵ سال محدث بریلوی پر مسلسل لکھتا رہا ــــــ محدث بریلوی نے اس وقت دو قومی نظریہ کا احیاء کیا جب قائد اعظم محمد علی جناح اور ڈاکٹر محمد اقبال ایک قومی نظریہ کے حامی ہی نہیں' مبلغ تھے ــــــ محدث بریلوی کے نظریات نے دونوں کو متاثر کیا اور بالآخر تحریک پاکستان چلی اور اسلامی جمہوریہ پاکستان وجود میں آیا ــــــ جن قائدین کے نظریات پر چل کر ہم نے آزادی حاصل کی انہیں قائدین کے افکار و نظریات پر چل کر ہم آزادی کی حفاظت کر سکتے ہیں۔

محدث بریلوی ادب و شاعری میں بھی نہایت ممتاز تھے۔ آپ نے عربی' فارسی' اردو اور ہندی چاروں زبانوں میں لکھا ہے اور اس طرح لکھا ہے۔ جیسے ہر زبان آپ کی اپنی زبان ہے۔ آپ کا کلام قابل مطالعہ ہے ــــــ اردو نعتیہ کلام "حدائق بخشش" کا ایک انتخاب میں نے مرتب کیا تھا جو ۱۹۹۰ء میں نہایت اہتمام سے کراچی سے شائع ہو گیا ہے۔ فارسی کلام کا ایک مختصر انتخاب "ارمغان رضا" کے عنوان سے مرتب کیا تھا' یہ بھی ۱۹۹۴ء میں کراچی سے شائع ہو گیا ہے۔ عربی قصائد کا ایک مختصر مجموعہ ہندوستان سے شائع ہوا ہے۔ آپ کی عربی شاعری پر شاہد علی نورانی پنجاب یونیورسٹی' لاہور میں تحقیق کر رہے ہیں اور اردو شاعری پر پروفیسر شاہد اختر حبیبی کلکتہ یونیورسٹی' کلکتہ میں تحقیق کر رہے ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا گیا' محدث بریلوی پر ۱۹۷۰ء سے باقاعدہ تحقیق کا آغاز ہوا پھر تحقیق و جستجو کا یہ سلسلہ بڑھتا گیا' مختلف جامعات میں مقالات پیش کیے گئے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں لی گئیں۔ مثلاً

☆ عبدالنعیم عزیزی نے اردو نثر نگاری کے حوالے سے روہیل کھنڈ یونیورسٹی' بریلی سے ڈاکٹریٹ کیا۔

☆ اوشاں نیال نے اہل سنت و جماعت کے حوالے سے محدث بریلوی پر کولمبیا یونیورسٹی امریکہ سے ڈاکٹریٹ کیا۔

☆ پروفیسر مجید اللہ قادری نے ترجمہ قرآن کنز الایمان کے حوالے سے کراچی یونیورسٹی'

کراچی سے ڈاکٹریٹ کیا۔

☆ پروفیسر محمد عبدالباری صدیقی نے سندھ یونیورسٹی' جام شورو سے محدث بریلوی کے حالات وافکار پر سندھی زبان میں مقالہ پیش کرکے ڈاکٹریٹ کیا۔

☆ جن فضلاء نے پاک وہند کی یونیورسٹیوں میں محدث بریلوی کے حوالے سے ایم۔ اے اور ایم فل کے لئے مقالات قلم بند کئے انکی فہرست بہت طویل ہے' اس وقت پاک وہند اور بیرون ملک کی یونیورسٹیوں میں محدث بریلوی پر پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے مقالات لکھے جارہے ہیں' مثلاً

☆ برمنگھم یونیورسٹی (یو۔ کے)

☆ پنجاب یونیورسٹی' لاہور

☆ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی' ملتان' کراچی یونیورسٹی

☆ کراچی' بہار یونیورسٹی' مظفرپور وغیرہ وغیرہ۔

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کی شخصیت کوئی معمولی شخصیت نہ تھی' یہ حیرت انگیز طور پر ایسی پہلودار شخصیت ہے جس کے ہر پہلو پر ڈاکٹریٹ کیا جارہا ہے ــــــــ اس حوالے سے عالم اسلام میں آپ کی نظیر نہیں ملتی' آج تک کسی شخصیت پر اتنی کثرت سے پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے مقالات نہیں لکھے گئے ــــــــ اگر بلوچستان یونیورسٹی میں بھی کوئی' فاضل محدث بریلوی پر ڈاکٹریٹ کریں تو یہ یونیورسٹی کے لئے ایک اعزاز ہوگا۔

آخر میں محترم ملک محمد اکبر اعوان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے جناب رضوان احمد مجددی کی وساطت سے ۲۶ جولائی کو بذریعہ ٹیلی فون کراچی پیغام بھیجا کہ اس کانفرنس میں نہ صرف شرکت کرنی ہے بلکہ خطبہ صدارت بھی پڑھنا ہے۔ حسب ارشاد معروضات قلم بند کیں جو آپ کے سامنے پیش کردی گئیں ــــــــ کانفرنس کی صدارت کرنا یا کانفرنس میں مقالات پڑھنا میری عادت نہیں' میں گوشہ نشین ہوں۔ ملک صاحب نے مجھے خلوت سے نکال کر جلوت میں بٹھایا ہے ــــــــ شاید ان کے خلوص ومحبت کی کرامت ہے۔

تمام مہمانان گرامی کا دل سے ممنون ہوں' آپ نے میری معروضات کو توجہ سے سنا اور میری عزت افزائی فرمائی ــــــــ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مبارک محفل کی برکتوں سے مستفیض فرمائے' اس محفل کو قائم کرنے اور تعاون کرنے والے تمام مخلصین کو اجر عظیم عطا

فرمائے اور اس سلسلے کو قائم ودائم رکھے۔ آمین!

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

آمین! احقر

۲۶ر جولائی ۱۹۹۵ء محمد مسعود احمد عفی عنہ

کراچی



اسفار
حضرتِ مسعودِ ملّت

۱۲ - اسفار

۱- کراچی سے بریلی تک

از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری ۱۹۹۴ء

کراچی سے بریلی تک

(سفرنامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

مرتبہ: پروفیسر مجید اللہ قادری (جامعہ کراچی)

"ادارہ تحقیقات امام احمد رضا" کے سرپرست اعلیٰ اور برصغیر کے عظیم محقق اور اسکالر' ماہر رضویات' مسعود ملت' حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی پچھلے سال نومبر ۱۹۹۲ء میں ایک ماہ کے طویل دورہ پر ہندوستان تشریف لے گئے تھے۔ اس دورے میں آپ کئی شہروں میں تشریف لے گئے خاص کر دہلی ـــــ اندرو ـــــ علی گڑھ اور بریلی شریف جہاں آپ کی بے حد پذیرائی ہوئی ہزاروں لوگ ملاقات کے لئے آئے' علمی حلقوں سے متعلق سینکڑوں حضرات استفادہ کے لئے تشریف لائے' کئی مقامات پر آپ نے خطاب بھی فرمایا' محققین ' اسکالرز' اساتذہ' علماء مشائخ سے تبادلہ خیال ہوا اس کے علاوہ کئی بزرگوں کے مزارات پر حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا مثلاً" دہلی میں مفتی مظہر اللہ دہلوی ـــــ حضرت بختیار کاکی ـــــ حضرت عبد الحق محدث دہلوی ـــــ حضرت نظام الدین اولیاء ـــــ حضرت امیر خسرو ـــــ بریلی شریف میں مجدد دین و ملت حضرت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی' حجتہ الاسلام حضرت حامد رضا خان قادری بریلوی و مفتی اعظم ہند علامہ مصطفےٰ رضا خان (رحمتہ اللہ علیہم اجمعین)۔ ڈاکٹر صاحب کا کراچی سے بریلی تک کا سفر اگرچہ ایک ماہ کا مختصر سفر تھا لیکن امام احمد رضا پر برسوں علمی اور تحقیقی سفر کے پس منظر میں یہ سفر ایک تاریخی اہمیت کا حامل ہے اس کی بالتفصیل روئداد تو ڈاکٹر صاحب کسی وقت فرصت سے خود تحریر فرمائیں گے سردست اس سفرنامے کی یادداشتوں سے ان واقعات' حالات اور شخصیات کا ذکر' جو کسی نہ کسی طرح امام احمد رضا بریلوی سے متعلق ہیں قارئین کرام کے افادہ کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا سفر نامہ ۱۷ اگست ۱۹۹۲ء سے شروع ہوتا ہے جب آپ کراچی سے لاہور روانہ ہوئے۔ لاہور میں ۲۷ اکتوبر تک قیام کیا۔ ۲۸ اکتوبر سے ۲ نومبر تک اسلام آباد میں مقیم رہے اور ۲ نومبر کو لاہور دوبارہ تشریف فرما ہوئے اور یہیں سے ۵ نومبر کو بذریعہ جہاز دہلی کے لئے روانہ ہو گئے۔ ۵ نومبر سے ۱۱ دسمبر ۱۹۹۲ء تک آپ کا قیام ہندوستان کے مختلف شہروں میں رہا۔

لاہور میں آپ کا قیام محترم جناب ایم۔ وائی۔ حقی صاحب کی قیام گاہ ماڈل ٹاؤن میں رہا۔ جہاں بکثرت احباب اور محققین ملاقات کے لئے آتے رہے۔ قیام کے دوران کئی علمی اداروں میں حاضر ہونے کا موقعہ بھی ملا مثلاً" دارالعلوم حزب الاحناف ـــــ دارالعلوم نعیمیہ ـــــ دارالعلوم انجمن نعمانیہ ـــــ رضا اکیڈمی ـــــ ادارہ معارف نعمانیہ ـــــ مرکزی مجلس رضا ـــــ مکتبہ نبویہ ـــــ مکتبہ حامدیہ ـــــ ضیاء القرآن پبلی کیشنز ـــــ مرکزی مجلس امام اعظم ـــــ جامعہ رضویہ لاہور وغیرہ وغیرہ۔

شہر لاہور میں قیام کے دوران امام احمد رضا سے علمی اور روحانی تعلق رکھنے والے جن محترم علماء مشائخ' اسکالرز اور محققین سے ملاقاتیں ہوئیں ان کے قابل ذکر نام مندرجہ ذیل ہیں۔

علامہ محمد احمد رضوی ـــــ مفتی عبدالقیوم ہزاروی ـــــ علامہ عبدالحکیم شرف قادری ـــــ علامہ محمد منشا تابش قصوری ـــــ علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری ـــــ حکیم محمد موسیٰ امرتسری ـــــ مفتی محمد حسین نعیمی ـــــ مفتی غلام سرور قادری ـــــ علامہ نور محمد قادری ـــــ مفتی محمد خان قادری ـــــ مولانا عبدالستار قادری ـــــ صاحبزادہ حفیظ البرکات شاہ ـــــ مولانا محمد محب اللہ نوری ـــــ مولانا مظفر اقبال ـــــ مولانا نورالاسلام ـــــ مولانا اکبر علی خان ـــــ مولانا محمد جاوید نقشبندی ـــــ پروفیسر محمد رفیق ـــــ ڈاکٹر عبدالمالک ـــــ ڈاکٹر سرفراز حسین ـــــ ڈاکٹر شیر محمد ـــــ مولانا محمد رمضان قادری ـــــ جناب محمد عبدالستار طاہر ـــــ جناب شاہد علی نورانی ـــــ جناب حاجی محمد مقبول احمد قادری ضیائی ـــــ جناب طاہر حسین ـــــ جناب میاں محبوب الٰہی ـــــ جناب حافظ فیاض احمد ـــــ جناب دیدار سرحدی ـــــ جناب غلام اویس قرنی ـــــ اور حضرت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی۔ ان حضرات نے حضرت مسعود ملت کو کثیر مطبوعات پیش کیں اور اشاعتی اداروں کا معائنہ کروایا اور امام احمد رضا محدث بریلوی پر علمی اور

تحقیقی کام کی رفتار پر تبادلہ خیال کیا۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو لاہور سے اسلام آباد پہنچے اور آپ نے اسلام آباد میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے مقامی دفتر میں قیام فرمایا۔ ادارہ کے ناظم اعلی پیرزادہ سید محمد طاہر نقشبندی مجددی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے ادارہ میں قیام کے دوران بھرپور ضیافت کی۔ یہاں بھی قیام کے دوران اسلام آباد کے بکثرت اہل علم احباب نے شرف ملاقات حاصل کیا۔ یکم نومبر ۱۹۹۲ء کو ادارہ کی جانب سے اسلام آباد ہوٹل میں سالانہ کانفرنس ۱۹۹۲ء میں بھی شرکت فرمائی جہاں کثیر تعداد میں لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ علمی حلقے سے تعلق رکھنے والی جن مکرم شخصیات سے ملاقات ہوئی۔ ان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

ڈاکٹر حافظ محمد طفیل صاحب ——— ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صاحب ——— ڈاکٹر مطلوب حسین صاحب ——— پروفیسر امتیاز احمد سعید صاحب ——— مولانا صابر حسین شاہ صاحب ——— سید آل احمد رضوی صاحب ——— پروفیسر منظور احمد نجم صاحب ——— پروفیسر سرور شفقت صاحب ——— جناب محمد اشرف مہر صاحب ——— راجہ محمد طاہر رضوی ایڈووکیٹ صاحب اور عزیز الدین صاحب وغیرہم۔

اسلام آباد میں پروفیسر ابرار حسین صاحب کو ڈاکٹر صاحب نے علم الربعات سے متعلق علامہ محمد ظفرالدین قادری بہاری کا مطبوعہ مضمون دیا۔ پروفیسر صاحب چونکہ اس علم آشنا سے ہیں اس لئے یہ کام ان کے سپرد کیا گیا۔ انہوں نے اس پر کام کرنے کا وعدہ بھی فرمایا۔ امید ہے کہ ان کا مقالہ تیار ہو گیا ہو گا۔

ڈاکٹر صاحب ۲ نومبر ۱۹۹۲ء کو اسلام آباد سے واپس لاہور پہنچے اور ۵ نومبر ۱۹۹۲ء کو بذریعہ طیارہ دہلی پہنچے۔ ڈاکٹر محمد سعید احمد صاحب (سجادہ نشین خانقاہ خواجہ باقی اللہ علیہ الرحمہ) کے دولت کدہ پر قیام کیا۔ ڈاکٹر سعید صاحب کے دولت کدہ سے قریب ہی مفتی محمد مکرم صاحب اور ان کے برادر عزیز مفتی محمد معظم صاحب کا دولت کدہ بھی تھا یہاں دونوں برادران کے علاوہ قاری مبشر احمد' ڈاکٹر بشیر احمد اور ڈاکٹر محمود احمد صاحب سے مسعود ملت کی روزانہ ہی ملاقات ہو جاتی اور کئی بار ان کے گھروں پر ضیافتیں بھی ہوئیں۔ جامع مسجد فتحپوری قریب ہی تھی اس لئے ڈاکٹر صاحب موصوف کی تقریباً" روزانہ اپنے والد ماجد اور مرشد برحق مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری ہوجاتی۔ اس کے علاوہ دہلی میں بعض دیگر اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا۔ روزنامہ "قومی آواز" دہلی نے اپنی ۲۱ نومبر ۱۹۹۲ء کی

اشاعت میں ڈاکٹر صاحب کی مصروفیات کی یہ خبر درج ذیل الفاظ میں شائع کی :-

پاکستان کے اسلامی محقق کی درگاہ محدث دہلوی میں حاضری

"نئی دہلی ۲۹ نومبر مشہور اسلامی محقق اور دانشور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی نے جو ان دنوں دہلی آئے ہوئے ہیں کل مہولی میں مشہور ولی اور محدث حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے آستانہ پر حاضری دی جہاں ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہمرکاب وفد کا استقبال درگاہ شریف کے سجادہ نشین اور متولی ضیاء الحق سوز حقی دہلوی نے کیا۔ زائرین نے درگاہ شریف کے انتظام اور ناجائز قابضین کے خلاف مجاہدانہ جدوجہد کرنے پر مبارکباد دی بعد میں وفد نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی' حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور حضرت امیر خسرو کے آستانوں پر حاضری دی وفد میں امام جامع مسجد فتحپوری مفتی محمد مکرم احمد' ڈاکٹر سید احمد نقشبندی' سید سعید احمد دہلوی اور پیر عبدالواحد چشتی قادری بھی تھے"۔

قیام دہلی کے زمانے میں امام احمد رضا سے علمی اور روحانی تعلق رکھنے والے جن محترم حضرات سے ملاقات ہوئی ان میں قابل ذکر مندرجہ ذیل ہیں۔

مولانا یاسین اختر مصباحی صاحب —— ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب —— علامہ ارشد القادری صاحب —— مولانا فیض ربانی صاحب —— مولانا غلام ربانی صاحب —— مولانا محمد حسین صاحب —— مولانا محمد فیاض مظہر صاحب —— مولانا محمد یامین نعیمی صاحب —— مولانا فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب —— ڈاکٹر محمد رفیع الدین صاحب —— مولانا عبدالنعیم عزیزی صاحب وغیرھم ——

مولانا یاسین اختر مصباحی صاحب —— ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب —— اور مولانا محمد حسن صاحب وغیرھم نے بعض اہم مطبوعات بھی پیش کیں۔ ان کے علاوہ اور جن علماء سے ملاقاتیں رہیں ان میں مولانا محمد منان رضا صاحب —— مولانا انوار احمد صاحب —— حافظ قمرالدین صاحب —— مولانا محمد قاسم صاحب کے اسماء گرامی خاص ہیں۔ ڈاکٹر مسعود صاحب نے دہلی میں قیام کے دوران اہل سنت کے بعض طباعتی اور اشاعتی اداروں کا بھی دورہ کیا ان میں قابل ذکر نام یہ ہیں۔

مکتبہ جام نور —— فاروقیہ بک ڈپو —— ماہنامہ "حجاز جدید" "ماہنامہ قاری" وغیرہ وغیرہ۔ مولانا فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب نے فون پر ڈاکٹر صاحب کو یہ اطلاع دی کہ شاہ ابوالحسن نوری میاں کی تین قلمی بیاض ملی ہیں جن کے حواشی پر امام احمد رضا کی تعلیقات ہیں۔ ان بیاض کو ہنوز عام نہیں کیا گیا۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نواب مرزا فرید الدین صاحب اور محمد غزالی صاحب کے ساتھ دہلی سے اندور پہنچے۔ یہاں جناب عبدالعزیز صدیقی صاحب (سجادہ نشین خانقاہ نذر محمدی) کے دولت کدے پر قیام رہا اور قیام کے دوران ۲۱‘ ۲۲ نومبر کو شاہ عبدالغنی نقشبندی مجددی علیہ الرحمتہ کے عرس میں بھی شرکت فرمائی۔

اندور میں بھی قیام کے دوران بکثرت علماء مشائخ سے ملاقات ہوئی مثلاً" علامہ محمد میاں صاحب ـــــ علامہ نورالحق صاحب ـــــ قاری لیاقت رضا نوری صاحب ـــــ مولانا انوار احمد صاحب ـــــ حاجی عبدالغفور شاہ نوری صاحب ـــــ علامہ توقیر رضا صاحب ـــــ مولانا مقصود احمد صاحب ـــــ مولانا آل مصطفیٰ صاحب ـــــ مولانا زبیر عالم صدیقی صاحب ـــــ مولانا محمد قاسم خاں قادری صاحب ـــــ مولانا محمد حسین صاحب قابل ذکر ہیں۔

۲۲ نومبر کو جامعہ نوریہ‘ اندور میں مفتی محمد حبیب یار خاں صاحب کی طرف سے ڈاکٹر صاحب کو استقبالیہ کیا گیا تھا جس میں اندور اور قرب و جوار کے علماء‘ آئمہ مساجد اور طلباء نے کثیر تعداد میں شرکت کی ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطاب میں امام احمد رضا کے حالات و افکار پر روشنی ڈالی۔

۲۳ نومبر کو بھی مولانا انوار احمد صاحب اور نوجوانان اندور کی جانب سے ایک استقبالیہ دیا گیا اس موقعہ پر ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا کی عبقریت کے حوالے سے مختصر مگر جامع خطاب فرمایا۔

۲۴ نومبر کو اندور سے واپس دہلی روانہ ہوئے اور پھر ۲۶ نومبر کو ڈاکٹر مرزا فرید صاحب اور محمد غزالی صاحب کے ساتھ علی گڑھ پہنچے جہاں آپ کا قیام پروفیسر ڈاکٹر رضوان صاحب (سابق صدر شعبہ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی‘ علی گڑھ) کے مکان پر رہا۔ علی گڑھ میں بھی امام احمد رضا سے تعلق رکھنے والے کئی علماء اور اسکالرز سے ملاقات ہوئی جن میں پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو ابن علامہ محمد ظفر الدین قادری بہاری ـــــ حکیم ظلیل الرحمان صاحب ـــــ پروفیسر ڈاکٹر محمد امین مارہروی ابن علامہ مفتی حسن میاں صاحب مارہروی ـــــ ڈاکٹر ایم اے حفیظ کاردار صاحب ـــــ ڈاکٹر محمد اسد صاحب وغیرھم کے نام قابل ذکر ہیں۔

۲۸ نومبر کو آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (ایم۔ ایس۔ او) کی جانب سے مسلم یونیورسٹی‘ علی گڑھ میں یونیورسٹی کے کینیڈی ہال میں منعقدہ سالانہ کانفرنس میں مسعود ملت کو مدعو کیا گیا اس کی صدارت یونیورسٹی کے پرووائس چانسلر پروفیسر

اے ایچ صدیقی صاحب نے کی۔ ڈاکٹر صاحب مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک ہوئے۔

یہ سالانہ کانفرنس شام ۳۰-۷ بجے شروع ہوئی تلاوت قرآن اور نعت رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جناب ابوبکر صاحب نے ایم۔ ایس۔ او کا تعارف پیش کیا۔ اس کے بعد ابتدائی کلمات پروفیسر ایم۔ این فاروقی صاحب نے کہے پھر کئی فاضل علماء اور اسکالرز نے مقالات پیش کیے اور تقریریں کیں۔ جن میں مفتی عبدالقیوم صاحب (علی گڑھ) ۔علامہ ارشد القادری صاحب (دہلی)۔ علامہ یاسین اختر مصباحی صاحب (دہلی) ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم صاحب (دہلی) قابل ذکر ہیں۔ آخر میں خصوصی خطاب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا تھا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی تاریخ میں پہلی بار امام احمد رضا کی شخصیت پر اتنا جامع اور مفصل خطاب ہوا۔ اور اس کا اعزاز ماہر رضویات مسعود ملت جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کو حاصل ہوا۔ آپ نے اپنے خطاب میں امام احمد رضا پر آغاز کار اور رفتار تحقیق پر روشنی ڈالی نیز آپ نے امام احمد رضا کی عبقری شخصیت کے متنوع پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ اس اجلاس میں کئی ہزار طلباء نے شرکت کی یہ اجلاس رات ۱۱ بجے اختتام پذیر ہوا۔

علی گڑھ میں قیام کے دوران دور حاضر کے مشہور فلسفی اسکالر علامہ شبیر احمد غوری صاحب سے بھی ملاقات ہوئی موصوف آج کل امام احمد رضا کی زیج بہادر خانی کے حواشی پر کام کر رہے ہیں ڈاکٹر صاحب سے گفتگو کے دوران فاضل اسکالر نے بتایا کہ امام احمد رضا خاں نے تخیّہ و تحیلقات کے لئے علم ہیاۃ کی دو عظیم الشان کتابوں کو منتخب فرمایا۔ قدیم تصانیف میں خواجہ نصیرالدین طوسی کے زیج ا-لخانی (مقالہ دوم) اور متاخرین میں زیج بہادر خانی (جو مولانا غلام حسین جونپوری نے ۱۲۵۰ھ میں راجہ بہادر خاں کے نام موسوم کی تھی) آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ان حواشی میں امام احمد رضا نے ایسے نکات بیان فرمائے ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتے۔

علی گڑھ میں ایک اور علمی شخصیت پروفیسر ڈاکٹر اقبال احمد انصاری ندوی (سابق صدر شیعہ سنی دینیات علی گڑھ یونیورسٹی) سے بھی ملاقات ہوئی انہوں نے گھر پر چائے کے لئے بھی مدعو کیا تھا۔ ڈاکٹر مسعود صاحب نے اثنائے گفتگو جب ان کی توجہ "نزہتہ الخواطر" جلد ۸ میں امام احمد رضا سے متعلق بعض غلط مندرجات کی طرف مبذول کرائی تو انہوں نے بڑی کشادہ دلی سے یہ پیش کش کی کہ غلطیوں کی نشاندہی کر

دی جائے۔ انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے گی۔ آج کل مولانا ابوالحسن ندوی نے "نزہتہ الخواطر" پر نظر ثانی کا کام ان کے سپرد کیا ہوا ہے۔

علی گڑھ ہی میں پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین (سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) سے بھی تفصیلی ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر مختار الدین صاحب نے بہت زیادہ اکرام فرمایا اپنے ساتھ یونیورسٹی لے گئے اور وہاں اساتذہ سے تعارف کروایا۔ ڈاکٹر صاحب نے وہاں آزاد لائبریری کا بھی دورہ کیا اور لائبریرین پروفیسر نورالحسن سے بھی ملاقات ہوئی جنہوں نے نادر یادگار مخطوطات دکھائے۔ یہاں کم از کم ۱۰ ہزار مخطوطات کا عظیم سرمایہ موجود ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر مختارالدین آرزو نے جو خود ایک معروف عالمی شہرت یافتہ اسکالر ہیں اور امام احمد رضا کے ایک بہت ہی ذہین شاگرد و خلیفہ مولانا ظفرالدین قادری علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے ہیں' ڈاکٹر صاحب کو اپنا کتب خانہ بھی دکھایا۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ان کے پاس امام احمد رضا کا مشہور عربی قصیدہ "آمال الابرار و آلام اشرار" خود امام احمد رضا کے ہاتھ کا لکھا ہوا موجود ہے اس کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا کے بہت سے مکتوب بھی آپ کے پاس موجود ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے والد ماجد حضرت علامہ محمد ظفرالدین صاحب کی معرکتہ الآرا تصنیف "صحیح البہاری" کا قلمی نسخہ بھی موجود ہے۔ حدیث کی یہ کتاب علامہ موصوف نے امام احمد رضا کی کتب سے تخریج کے ذریعہ حاصل کر کے ان کو ابواب کے لحاظ سے جمع کر کے ۶ مجلدات میں مرتب کیا۔ اس کی دوسری جلد کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۲ء میں حیدر آباد (سندھ پاکستان) سے شائع ہوا ہے۔ اس کتاب سے امام احمد رضا کے شاگرد کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ تو پھر امام کا کیا عالم ہو گا؟

علی گڑھ ہی میں ۲۸ نومبر کو روانگی سے قبل جناب ڈاکٹر حفیظ کاردار صاحب سے بھی ملاقات ہوئی جناب کے گھر ناشتہ بھی کیا اور اسی دوران کئی دانشوروں سے ان کے گھر ملاقات رہی۔

۲۸ نومبر کو دہلی واپسی ہوئی شام کو علامہ ارشد القادری صاحب کی طرف سے ان کے دولت کدہ پر عشائیہ ہوا جس میں امام احمد رضا سے تعلق رکھنے والے بکثرت محبین سے ملاقات ہوئی۔

یکم دسمبر کو بریلی شریف روانگی ہوئی۔ اس سفر میں نواب ڈاکٹر مرزا فرید الدین بیگ صاحب رفیق سفر تھے۔ شام کو بریلی پہنچ گئے جہاں کثیر تعداد میں لوگوں نے استقبال کیا۔ بریلی میں ڈاکٹر صاحب کا قیام محترم سراج حسین رضوی ایڈووکیٹ

صاحب کے دولت کدہ پر رہا۔ قیام کے دوران آپ کی موصوف اور ان کے اہل خانہ نے بہت خدمت ومدارات کی۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے یکم دسمبر کی شام کو ہی آستانہ رضویہ پر حاضری دی۔ ڈاکٹر صاحب کی بریلی شریف آوری کا تفصیلی ذکر "ماہنامہ اعلیٰ حضرت" نے اپنے دسمبر ۱۹۹۲ء کے شمارہ میں کیا ہے۔

بریلی شریف میں ڈاکٹر صاحب نے سب سے پہلے سجادہ نشین آستانہ رضویہ حضرت علامہ محمد سبحان رضا خاں (سبحانی میاں) صاحب کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے حضرت نے چائے سے تواضع فرمائی۔ یہیں نواسہ مفتی اعظم ہند علامہ جمال رضا خاں سے بھی ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب پھر نبیرہ اعلیٰ حضرت علامہ محمد منان رضا خان منانی میاں صاحب کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے جہاں کھانے کے ساتھ تواضع کی گئی بعد میں علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں کے دولت کدہ پر گئے حضرت افریقہ کے دورے پر تھے ملاقات نہ ہو سکی۔ مگر یہاں مفتی عبدالرحیم بستوی صاحب اور عزیزی شہاب الدین رضوی نے مشروبات سے تواضع کی۔ رات میں سرتاج صاحب کی قیام گاہ پر ڈاکٹر صاحب سے ملنے جو علماء مشائخ اور اسکالر تشریف لائے ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

مفتی محمد عارف صاحب ــــ پروفیسر ڈاکٹر وسیم بریلوی صاحب ــــ پروفیسر محمود حسین بریلوی صاحب ــــ جناب رئیس احمد صاحب ــــ علامہ تحسین رضا صاحب ــــ علامہ محمد حنیف رضوی صاحب ــــ مولانا تطہیر احمد نانپاروی صاحب ــــ وغیرہم۔

۲ دسمبر کو ڈاکٹر صاحب کے اعزاز میں علامہ محمد منان رضا خاں منانی صاحب نے جامعہ نوریہ رضویہ میں استقبالیہ دیا اس موقعہ پر مولانا محمد حنیف نوری رضوی صاحب نے جو سپاس نامہ پیش کیا اس کے الفاظ درج ذیل ہیں۔ یہ سپاس نامہ "ماہنامہ اشرفیہ" کے شمارہ فروری ۱۹۹۳ء میں شائع بھی ہوا ہے۔

سپاس نامہ

از ــــ مولانا محمد حنیف نوری رضوی

۲ دسمبر سنہ ۹۲ء کو جامعہ نوریہ رضویہ بریلی میں پروفیسر مسعود صاحب کی آمد پر پیش کردہ ہدیہ امتنان و تشکر۔

شیخ الجامعہ ناظم ادارہ' اساتذہ کرام' طلبہ اور جملہ حاضرین مجلس!

یہ مسرت خیز لمحات اور مبارک و مسعود دن ہمارے لئے سرمایہ افتخار اور ہماری خوش بختی کی تابندہ علامت اور واضح نشانی ہے کہ آج ہم یہاں جامعہ نوریہ رضویہ' بریلی شریف میں ایک ایسی باوقار ہستی کو استقبالیہ دینے' ہدیہ تشکر' خراج عقیدت اور اپنے تاثرات وجذبات پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے جس نے امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی عبقری شخصیت اور ان کی علمی و دینی خدمات کو اجاگر کرنے اور ساری دنیا کے عوام و خواص بلکہ کالجوں اور یونیورسٹیوں تک پہنچانے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کردی ہیں۔ تقریباً" ۲۲ سال سے جس نے علمی دنیا میں امام احمد رضا کے نام کا سکہ اپنوں اور غیروں کے قلوب و اذہان پر جما رکھا ہے جن کی بدولت امام احمد رضا کا اسم گرامی ہندوپاک کی حدود سے نکل کر امریکہ' افریقہ' برطانیہ' سعودی عرب' ہالینڈ' مصر اور افغانستان کی یونیورسٹیوں میں پہنچ چکا ہے جہاں کثیر تعداد میں ریسرچ اسکالر پروفیسر و ڈاکٹر امام وقت کی جلیل القدر شخصیت پر تحقیقی مقالے لکھنے میں مصروف عمل ہیں۔

امام احمد رضا کا ایک ایسا نادیدہ عاشق جس نے ان کا دیدار تو دور کی بات ہے ان کے وطن شہر بریلی شریف کو بھی پہلی مرتبہ دیکھا ہے جو آج امام عشق و محبت کے نوک قلم سے نکلے ہوئے ہزارہا قلمی و تحقیقی' ادبی اور فنی مسائل کی اہم ضمانت وامانت بن کر رہ گیا ہے جسے آج دنیا ماہر رضویات کے نام سے جانتی و پہچانتی ہے جن کی تصانیف' مقالات' تالیفات' تبصرے' تقدیمات اور مکاتیب و پیغامات پڑھ کر اہل سنت کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور اغیار امام احمد رضا کے علم و فضل کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہتے۔ سچ ہے الفضل ماشہدت بہ الاعداء

میری مراد ہیں مسعود ملت' ماہر رضویات حضرت پروفیسر مسعود احمد صاحب زید مجدہم و مد ظلہم کراچی' پاکستان —— آج وہی شخصیت ہمارے درمیان جلوہ فگن اور ضوفشاں ہے جس کے دیدار سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک' جگر کو تازگی' قلوب کی سرور اور اذہاں کو سکون و اطمینان میسر ہے۔

ایک طرف بریلی شریف میں آستانہ رضویہ پر حاضری جہاں ان کے لئے سعادت ونیک بختی کا سرچشمہ ہے وہیں دوسری جانب دیار رضا کے ایک عظیم ادارے جامعہ نوریہ رضویہ میں ان کا ورود مسعود ہمارے لئے سعادت و فیروز مندی کا اہم ذریعہ ہے کیونکہ خود ان کی ذات سراپا مسعود ہے اور یہ بجائے خود اسم با مسمٰی ہیں۔

ایک جانب یہ امام احمد رضا کے نادیدہ عاشق صادق ہیں تو دوسری جانب اسی

عشق کی بدولت ملت اسلامیہ کے ہم جیسے بے شمار افراد مدتوں سے اپنے دلوں میں ان کی محبت والفت کے چراغ جلائے ان کے دیدار کے تمنائی اور آرزو مند ہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ محبوب کا محب بھی محبوب ہوتا ہے جس کے دیدار سے قلب کو تسکین ہوتی ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کی ذات اقدس سے ان کو کس قدر لگاؤ اور کتنا عمیق و گہرا تعلق ہے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ۷۰ء سے لے کر اب تک ۲۲ سال کے دوران انہوں نے امام اہل سنت پر اتنا لکھا کہ پوری ایک جماعت مل کر بھی نہ لکھ سکی۔ امام ہمام کی حیات طیبہ اور ان کے کارناموں کے ان گوشوں کو عیاں کر دیا جو کنزاً "مخفیاً" تھے اور امتداد زمانہ کی دبیز تہوں میں چھپ چکے تھے۔ اپنوں کی بے توجہی سے پردے پڑ چکے تھے اور اغیار کی چابکدستیاں' بے بنیاد الزامات کے ذریعہ جن کو صفحہ ہستی سے مٹا کر ہمیشہ کے لئے دفن کر دینا چاہتی تھیں خداوند قدوس کا ان پر فضل وکرم ہے کہ اس نے اس عظیم کام کے لئے خاص طور ان کا انتخاب فرمایا اور یہ سعادت ان کے حصہ میں آئی۔

وقت کی قلت کے باعث تفصیل میں نہ جا کر آپ حضرات کے سامنے اجمالی خاکہ اس طرح پیش کر رہا ہوں کہ امام احمد رضا پر اب تک اردو زبان میں باقاعدہ ۱۷ کتابیں لکھ چکے ہیں جو سب مطبوعہ ہیں۔ انگریزی زبان میں تقریباً" ۱۰ تصانیف ہیں۔ اخبارات ورسائل میں ۴۵ سے زیادہ مضامین مختلف عناوین پر شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۸ کتابوں پر امام احمد رضا سے متعلق تقدیمات شائع ہو چکی ہیں۔ ۴ کتابوں پر تبصرے اور ۷ کتابوں پر پیش لفظ لکھ چکے ہیں۔ یہ کل تعداد ایک سو ایک تک پہنچتی ہے۔ لیکن یہ تعداد آخری نہیں بلکہ اس نگار خانہ میں کچھ وہ جواہرپارے بھی ضرور ہوں گے جہاں تک میری معلومات کی رسائی نہیں ہو سکی ہے پھر یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ کتنی وہ کتابیں ہیں جو آپ کی فرمائش و پیش کش پر دوسروں نے لکھی ہیں اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے خود آپ کی وہ کتابیں جو غالباً" فی الحال زیر تدوین وزیر طبع ہیں ان میں "حیات امام احمد رضا خان بسیط" ایک اہم خصوصیات کی حامل ہو گی جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کے علاوہ "تعارف رضویات"۔ "گویا دبستان کھل گیا"۔ "سرتاج الفقہا" وغیرہ آپ کے قلمی شاہکار منصہ شہود پر جلوہ گر ہونے والے ہیں' یا ہو چکے ہیں۔

آپ کی تحریک و تشویق پر پوری دنیا میں نہ جانے کتنے ادارے ہیں جو تعارف

امام احمد رضا کے لئے حرکت میں آگئے ہیں۔ کتنی یونیورسٹیاں ہیں جہاں امام کی عبقری شخصیت پر باقاعدہ ریسرچ ہو رہی ہے اور ہو چکی ہے ایسے اداروں کی تعداد بھی معمولی اور کم نہیں جہاں پروفیسر ڈاکٹر حضرات اپنے طور پر امام کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی شخصیت پر مختلف حیثیات سے تحقیقی مضامین و مقالے لکھ رہے ہیں اور لکھ چکے ہیں۔ ایسے تقریباً" تمام اداروں سے مسعود ملت کے گہرے روابط ہیں اور اکثر اداروں کا تعارف کراتے ہوئے خود اس موضوع پر ایک کتاب "امام احمد رضا اور عالمی جامعات" کے نام سے مرتب کر کے شائع فرما چکے ہیں۔

یہ ہے آپ کے اجمالی تعارف کا خاکہ جس سے یہ بات اظہر من الشمس و ابین من الامس ہو جاتی ہے کہ آپ کا وجود مسعود ملت اسلامیہ کی ایک عظیم امانت ہے اور امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی جلیل القدر ہمہ گیر شخصیت کو اپنوں کے حصار سے نکال کر اغیار کے سامنے پیش کر دینا' دارالافتاء اور مدارس اسلامیہ کی چہاردیواری تک محدود نہ رکھ کر کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ان کے علوم جدیدہ و قدیمہ کا لوہا منوا لینا مسعود ملت کی بامقصد زندگی کا محبوب ہدف ہے۔

اس پس منظر میں بلا شبہ مسعود ملت' ماہر رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زید مجد ہم کی بریلی شریف آمد نہایت معنی خیز اور خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اگر ان کی تشریف آوری پر یہاں اپنے احساسات و جذبات کی ترجمانی اور اپنے خیالات کا اظہار نہ کیا جاتا تو بڑی ناسپاسی ہوتی۔ نیز یہ ان کی کرم فرمائی و نوازش اور خلوص و محبت کی بین وواضح دلیل ہے کہ دیار رضا کے ایک عظیم ادارے جامعہ نوریہ رضویہ میں قدم رنجہ فرمایا اور جامعہ کے حسن انتظام کو بچشم خود ملاحظہ کیا۔ یہ ادارہ اہم مقاصد کی تکمیل اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کرنے کے لئے معرض وجود میں آیا ہے جو مستقبل قریب میں انشاء المولی تعالیٰ مختلف حیثیات سے قابل قدر کارنامے انجام دے گا۔ یہ اپنے اندر اس وقت بھی کچھ خصوصیات لئے ہوئے ہے جس کا مختصر خاکہ اس طرح ہے۔

اس کے بانی تاج الاسلام' جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری دامت برکاتہم القدسیہ ہیں۔ اس کے شیخ الحدیث و صدر المدرسین' معتمد مفتی اعظم ہند' استاذ العلماء بقیۃ السلف' حجۃ الخلف نبیرہ استاذ زمن حضرت علامہ شاہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ مد ظلہ الاقدس ہیں جو یہاں اس وقت رونق بزم ہیں۔ جن کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچی ہے اور ان میں سینکڑوں

وہ ہیں جو عظیم مفکر' بے مثال مدرس' جلیل القدر مفتی تبحر عالم اور مثالی خطیب ہیں اس لئے آج بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ ادارہ اپنے اندر ایک ایسی ہستی رکھتا ہے جو صدہا اداروں کو میسر نہیں۔ ناظم اعلی نبیرہ اعلی حضرت خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا محمد منان رضا خاں صاحب قبلہ منانی میاں زید مجدہم ہیں جو خانوادہ رضا کے ایک اہم فرد اور عظیم شخصیت کے مالک ہیں جنہوں نے جامعہ کے فروغ و استحکام کی ذمہ داری پورے طور پر سنبھال رکھی ہے۔ اور مستقبل قریب میں ان کے عزائم نہایت بلند ہیں۔

اسٹاف میں دوسری شخصیت قابل ذکر فاضل جلیل عالم نبیل حضرت مولانا تطہیر احمد صاحب رضوی بریلوی زید مجدہم کی ہے جو ذی استعداد عالم اور کہنہ مشق مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ مشہور خطیب اور شعلہ بیان مقرر بھی ہیں اسی طرح دوسرے اساتذہ بھی اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے میں مصروف عمل ہیں مدرسین و ملازمین کی کل تعداد ۲۱ ہے۔

آخر میں جملہ اراکین جامعہ' اساتذہ کرام اور طلبہ کی جانب سے مسعود ملت کی خدمت میں ہدیہ امتنان و تشکر پیش کر رہا ہوں کہ آپ نے جامعہ نوریہ رضویہ تشریف لا کر ہماری حوصلہ افزائی کی اور ہم پر کرم فرمایا رب قدیر مسعود ملت کا سایہ جماعت اہل سنت پر تادیر قائم رکھے۔

جامعہ نوریہ رضویہ کے استقبالیہ میں متعدد علماء اور بکثرت طلباء سے ملاقات ہوئی آپ نے اس موقعہ پر جن تاثرات کے اظہار فرمایا تھا وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فقیر ۶ جمادی الآخر ۱۴۱۳ھ مطابق ۲ دسمبر ۱۹۹۲ء کو جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف میں حاضر ہوا صدر المدرس حضرت علامہ تحسین رضا خاں زاد لطفہ۔ شیخ الجامعہ علامہ محمد منان رضا خاں زاد عنایتہ۔ فاضل اساتذہ محترمی مولانا تطہیر احمد بریلوی اور مکرمی مولانا محمد حنیف خان صاحب رضوی زاد مجدہما دیگر اساتذہ اور عزیز طلباء سے مل کر بے حد خوشی ہوئی اور جامعہ نوریہ رضویہ کی عمارات اور زمین دیکھ کر دلی مسرت ہوئی۔

اس میں شک نہیں جامعہ نوریہ حضرت مفتی اعظم ہند قدس اللہ تعالی سرہ العزیز کے خواب کی تعبیر ہے۔ امید ہے کہ مستقبل قریب میں یہ درس گاہ ایک عظیم علمی

مرکز ہو گی۔ بریلی شریف میں ایسے علمی مرکز کی ضرورت تھی الحمدللہ حضرت علامہ مولانا محمد منان رضا خاں زاد لطفہ کی مساعی جمیلہ سے یہ ضرورت پوری ہو رہی ہے۔ فقیر کی تمنا ہے کہ جامعہ نوریہ رضویہ کے طلباء دوسرے مدارس عربیہ کے طلباء کے لئے ایک مثالی نمونہ ہوں اور عالم اسلام میں علم و فن کی روشنیاں پھیلائیں۔ آمین

فقیر کی خواہش ہے کہ جامعہ نوریہ میں ایک شعبہ مخطوطات قائم کیا جائے جہاں امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے ان مخطوطات کے عکس یکجا کئے جائیں جو اس وقت مختلف حضرات کے پاس بریلی شریف میں موجود ہیں۔ اس طرح امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ پر کام کرنے والے محققین آسانی سے استفادہ کر سکیں گے۔

یہ بھی خواہش ہے کہ جامعہ نوریہ رضویہ کے لائق اساتذہ امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے ایسے رسائل و فتاوی کے خلاصے کتابوں کی شکل میں شائع فرمائیں جس کی جدید مسلم معاشرے کو اشد ضرورت ہے۔

فقیر کی یہ بھی خواہش ہے کہ جامعہ کے فاضل اساتذہ اور مختلف ناشرین علوم مشترکہ طور پر محنت کر کے ایک ایسی کتاب تیار کریں جس میں جامعیت کے ساتھ امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے پیغام اور افکار و خیالات کے تمام پہلوؤں کو سمیٹا گیا ہو۔ یہ عالم اسلام کے لئے ایک رہنما دستور العمل بن جائے اور اس طرح امت مسلمہ کو ایک مرکز پر جمع کر لیا جائے۔ یہ دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی کہ طلباء کو علم و دانش کے ساتھ ساتھ ہنر کی بھی تعلیم دی جا رہی ہے' جدید دور میں طلباء کے دلوں میں ہنر کی اہمیت اور عظمت کو جاگزیں کرنا ضروری ہے۔ فقیر کی دعا ہے کہ جامعہ نوریہ رضویہ ترقی کی منازل طے کرتا رہے اور فاضل جلیل علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی شیخ الجامعہ علامہ محمد منان رضا خاں زاد عنایتہ' اور محترم حضرت علامہ تحسین رضا خاں زاد لطفہ کی سرپرستی اور رہنمائی میں ایک ایسا منارہ نور بن جائے جس کی روشنی سے امت مسلمہ کے دل، ودماغ روشن ہو جائیں۔ آمین ثم آمین"۔

ڈاکٹر صاحب نے استقبالیہ سے فراغت کے بعد امام احمد رضا کے والد ماجد مولانا مفتی محمد نقی علی خاں بریلوی اور جد امجد حضرت مولانا مفتی رضا علی خاں بریلوی علیہما الرحمہ کے مزارات پر بھی حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔ دوپہر کو محلہ سوداگراں ہی میں کھانے کی دعوت ہوئی اور اسی روز دو جلیل القدر شخصیات' علامہ محمد احمد مصباحی اور علامہ عبدالمبین نعمانی زید مجدھما جو دور دراز کا سفر طے کر کے ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کے لئے مبارک پور سے بریلی شریف پہنچے تھے' کی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ

نشست رہی اور پھر دیر تک علمی گفتگو جاری رہی۔

۲ دسمبر کی رات کو جناب سعید احمد سعید بریلوی (والد ماجد پروفیسر محمود حسین بریلوی) کے گھر پر عشائیہ ہوا۔ کئی علمی شخصیات سے ملاقات ہوئی عشائیہ کے بعد جناب رئیس احمد صاحب کے ہاں شاندار چائے سے تواضع ہوئی ساتھ ہی الامان سوسائٹی' بریلی شریف کے ارکان سے ملاقات بھی ہوئی۔

۳ دسمبر علی الصبح ایک جوان صالح محمد ابراہیم تشریف لائے جنہوں نے لرزتے کانپتے اپنی محبت کا اظہار معانقہ کے ساتھ ساتھ آنکھیں اور پیشانی چوم کر کیا اور پھر کافی دیر بیٹھے رہے اور اسی محبت سے رخصت ہوئے۔ اسی صبح مولانا محمد علیم صاحب سے بھی ملاقات ہوئی اس کے بعد نواسہ مفتی اعظم مولانا جمال رضا خاں صاحب کے ہاں ناشتے کے لئے تشریف لے گئے۔ دیر تک ناشتے کے بعد علمی گفتگو ہوئی یہاں سے فارغ ہو کر مفتی محمد عارف صاحب کے ہمراہ امام احمد رضا کے قائم کردہ قدیم دارالعلوم منظر اسلام (بریلی) کا معائنہ کیا اسی دوران علماء' مدرسین اور طلباء سے دیر تک ملاقات رہی اور اس موقعہ پر ڈاکٹر صاحب نے جن تاثرات کا اظہار کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ (یہ تاثرات ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" شمارہ فروری ۱۹۹۳ء میں شائع بھی ہو چکے ہیں)۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فقیر ۷ جمادی الآخر ۱۴۱۳ھ مطابق ۲ دسمبر ۱۹۹۲ء کو صبح ۱۰ بجے شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عارف زید لطفہ کی معیت میں دارالعلوم منظر اسلام (بریلی شریف) حاضر ہوا اور اساتذہ طلباء سے ملاقات کر کے دلی مسرت ہوئی۔

یہ دارالعلوم اہل سنت کی آنکھ کا تارا اور دل کی ٹھنڈک ہے اس کے مہتمم حضرت مفسر اعظم علیہ الرحمتہ کے پوتے محترمی حضرت علامہ سبحان رضا خاں سبحانی میاں ہیں۔ اس دارالعلوم سے بڑی یادیں وابستہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ نے اس کی بنیاد رکھی اور اس کے پہلے مہتمم ہوئے۔ آپ نے اس میں درس بھی دیا اور درس کی شان یہ تھی کہ درس حدیث کے وقت پچاس سے زائد کتب حدیث مطالعہ میں رہتیں۔ آپ کے تلامذہ آسمان علم پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کی حیات ہی میں حجتہ الاسلام علیہ الرحمتہ اس کے مہتمم ہوئے۔ سنیت کے احیاء میں اس دارالعلوم نے اہم خدمات انجام دیں اور اس کا فیض نہ صرف ہندوستان بلکہ دوسرے ممالک میں بھی پھیلا۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ آج بھی یہ دارالعلوم قائم ہے اور فیض رساں ہے۔ دارالعلوم کے ساتھ ہی آستانہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ اور مسجد رضا ہے۔ دارالعلوم دو منزلہ ہے اور اس کی بالائی منزل سے مسجد و آستانہ کا منظر بہت دل ربا معلوم ہوتا ہے۔ دارالعلوم میں دارالاقامہ بھی ہے۔ تقریباً" ڈھائی سو طلباء اس وقت زیر تعلیم ہیں۔ فقیر حاضر ہوا اساتذہ درس و تدریس میں مصروف تھے مولا تعالیٰ دارالعلوم کے علمی فیض کو جاری وساری رکھے آمین۔ حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد عارف زید لطفہ کا فقیر تہہ دل سے ممنون ہے ان کے اخلاق کریمانہ اور عنایات خسروانہ نے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ ہے مولائے کریم حضرت ممدوح کو اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کا ظل ہمایونی قائم دائم رکھے آمین"۔

دارالعلوم منظر اسلام کا تفصیلی دورہ کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب ہندوستان کے قدیم ترین کالج "بریلی کالج" تشریف لے گئے۔ جہاں آٹھ ہزار سے زائد طلباء پڑھتے ہیں۔ کالج میں ڈاکٹر پی۔ پی سنگھ پرنسپل بریلی کالج۔ پروفیسر وسیم بریلوی۔۔۔۔ پروفیسر محمود حسین بریلوی اور پروفیسر ڈاکٹر نظام حسین خان نظامی وغیرہ سے ملاقاتیں ہوئیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے ساتھ دوران گفتگو ڈاکٹر نواب نظام حسین خان صاحب نے بتایا کہ جب وہ روہیلکھنڈ یونیورسٹی کے اردو نصاب کمیٹی کے کنوینر تھے تو کمیٹی کے اجلاس میں ایم اے (اردو) کا نصاب از سر نو ترتیب دیا گیا اور اردو کے پرچہ اول میں حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی اور مولانا حسن رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیں نصاب میں شامل کی گئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ پرچہ ہفتم جو کسی ایک مصنف' شاعر کے خصوصی مطالعہ کا پرچہ ہوتا ہے اس میں دیگر مصنفین کے علاوہ امام احمد رضا خاں کا نام پہلی دفعہ بریلی کالج کے اردو نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر وسیم بریلوی جو بریلی کالج میں اردو شعبہ کے سربراہ ہیں انہوں نے ڈاکٹر مسعود صاحب کو دوران گفتگو بتایا کہ ان کے زیر نگرانی مولانا عبدالنعیم عزیزی صاحب "اردو نعت اور مولانا احمد رضا کی نعت گوئی" کے عنوان پر اور جناب مختار احمد صاحب مولانا احمد رضا کے نثری کارناموں کے عنوان پر پی ایچ ڈی کے مقالات تیار کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر نواب نظام حسین صاحب نے اس بات کا بھی انکشاف کیا کہ ان کے زیر نگرانی ہی جناب سید مجیب الرضا صاحب "مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں کی شخصیت اور فن" نیز امام احمد رضا کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کی حیات و ادبی

کارناموں پر تحقیقی کام کر رہے ہیں۔
ڈاکٹر صاحب نے شعبہ اردو بریلی کالج کے اساتذہ سے ملاقات کے بعد پروفیسر ڈاکٹر وسیم بریلوی کے اصرار پر طلباء سے خطاب بھی کیا اور امام احمد رضا بریلوی کی عبقری شخصیت کو اجاگر کیا۔ ڈاکٹر صاحب وسیم بریلوی صاحب کے پاس سے فارغ ہو کر شعبہ عربی کے انچارج پروفیسر محمود بریلوی کے دفتر تشریف لے گئے۔ پروفیسر محمود حسین نے کالج کا دورہ کروایا اور چائے سے تواضع بھی کی۔ پروفیسر محمود حسین صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو اپنا ایم فل کا مقالہ بھی دکھایا جو انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی سے حاصل کیا۔ مقالہ کا عنوان ہے "امام احمد رضا کے عربی آثار" اس کے علاوہ دیگر قیمتی مخطوطات بھی دکھائے۔

۳ دسمبر کی دوپہر کو ڈاکٹر قیصر صاحب کے گھر دعوت ہوئی یہاں ڈاکٹر وسیم بریلوی صاحب سے ایک دفعہ پھر ملاقات ہوئی۔ یہاں مفتی محمد اعظم صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم مظہر اسلام' بریلی سے بھی ملاقات ہوئی اور دیر تک علمی گفتگو ہوئی آپ نے اپنے مطبوعہ فتاوی بھی پیش کئے۔

۳ دسمبر کی شام چائے پر ڈاکٹر صاحب مفتی محمد عارف صاحب کے گھر مدعو تھے اور عشائیہ علامہ محمد منان رضا خاں منانی کی قیام گاہ پر تھا۔ یہاں خاندان اعلیٰ حضرت کے کئی لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ چلتے وقت سرتاج حسین صاحب نے دیگر تحائف کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ تحفہ بھی دیا۔ یہ تحریک ندوۃ العلماء سے متعلق قدیم اخبارات کے مضامین کا مکمل عکسی فائل ہے جو ایک نادر فائل ہے۔

۳ دسمبر کی رات کو نبیرہ اعلیٰ حضرت مولانا خالد علی خاں سے بھی ان کے دولت کدہ پر ملاقات ہوئی بڑی محبت سے پیش آئے۔ چائے سے تواضع کی۔ اثناء گفتگو میں فرمایا کہ اب فقیر کے پاس اعلیٰ حضرت کا کوئی مخطوطہ نہیں ہے جو تھے سب دے دئے اگرچہ آپ کے پاس مخطوطات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود۔ تھا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے مرحوم صدر سید ریاست علی قادری صاحب آپ ہی کے پاس سے کچھ مخطوطات لائے تھے جو ان کو بعد میں واپس بھی کر دئے تھے لیکن اب آپ کے پاس کچھ نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب یہاں سے فارغ ہو کر شاہ نیاز احمد بریلوی علیہ الرحمتہ کی درگاہ پر فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوئے۔

۴ دسمبر کو دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ دہلی میں قیام کے دوران ۶ دسمبر کو بابری مسجد کی شہادت کا المناک واقعہ پیش آیا اور پھر دہلی میں مسلسل کرفیو لگ گیا۔ جس کے

بعد حالات ناگفتہ بہ ہو گئے اور بقیہ دن گھر میں بیٹھ کر ہی گزارے کہیں آجا نہ سکے اور حسب پروگرام ۱۱ دسمبر کو دہلی سے کراچی کے لئے روانہ ہوئے اور رات کو کراچی پہنچ گئے۔

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ سفر ہندوستان میں علماء' مشائخ اور جوانان اہل سنت نے جس والہانہ پن اور عقیدت و محبت کا اظہار کیا اس کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے۔

ڈاکٹر صاحب کو دہلی میں قیام کے دوران ۷ دسمبر ۱۹۹۲ء کو ایک گمنام خط جو کسی دل جلے اور دردمند مسلمان کا معلوم ہوتا ہے ملا۔ جس میں مسلمانان عالم خصوصاً" پاکستان اور یہاں کے حکمرانوں کے ضمیر کو جھنجھوڑا گیا ہے اور برصغیر جنوبی ہند میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے تکمیل کے لئے پاکستان کی ذمہ داریوں اور حصول پاکستان کے مقاصد کی طرف بڑی دلسوزی سے توجہ دلائی گئی ہے۔

(مجلہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی ۱۹۹۳ء)

المختار پبلی کیشنز کی ایمان افروز روح پرور علمی و تحقیقی کتب

- کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (اردو۔ انگریزی۔ سندھی)
- صحیح البہاری (عربی)
- فتاویٰ رضویہ (کامل)
- فتاویٰ رضویہ (تخریج و مترجم)
- حدائقِ بخشش (انتخاب)
- شرح حدائقِ بخشش
- حدائقِ بخشش کا تحقیقی جائزہ
- تمہید ایمان
- رحمتِ عالم اور دیدار الٰہی
- فوزمبین در ردِ حرکتِ زمین
- شریعت و طریقت
- ارمغانِ رضا (فارسی)
- امریکی سائنسدان کو چیلنج
- البرہان القویم (فارسی)
- رویت الہلال (فارسی)
- البدور فی اوج المجذور (فارسی)
- حاشیہ جامع الافکار (فارسی)
- تاج توقیت (فارسی)
- دودھ کے رشتے
- عالم بیداری میں معراج
- الخطوط الرئیسہ (عربی)
- فقیہ العصر (عربی)
- الشیخ احمد رضا البریلوی الحنفی (عربی)
- دور الشیخ احمد رضا (عربی)

- معارف رضا (بین الاقوامی تحقیقی مجلہ)
- آئینہ رضویات
- محدث بریلوی
- اُجالا
- غریبوں کے غمخوار
- گویا دبستاں کھل گیا
- عبقری الشرق مولانا احمد رضا
- امام احمد رضا کی عالمی اہمیت
- امام احمد رضا کا اصلاحی منصوبہ
- رہبر و رہنما ● گناہ بے گناہی
- قرآن، سائنس اور امام احمد رضا
- امام احمد رضا اور علماء سندھ
- امام احمد رضا اور علماء بہاولپور
- خلفاء اعلیٰحضرت
- شاہ احمد رضا بریلوی افغانی (اردو۔ پشتو۔ فارسی)
- معمار پاکستان
- پردہ اُٹھتا ہے
- بول کہ لب آزاد ہیں تیرے
- امام احمد رضا اور ڈاکٹر ضیاء الدین
- بات میری نہیں بات ہے زمانے کی
- اَمن میاں
- فاضل بریلوی کا مسلک
- زبان گالھائی ٿي (سندھی)
- استاذ کے حقوق